U39965 19-12-97.

Title - HOORAM MAQSOORAAT YA ISLAM MEIN TALEEM YAFTA MASTOORAAT.

Creator - Sayyed Iftikhar Alam Azad.

Publisher - Matba ul Uloom (Aligarh).

Date - N.A.

Pages - 188.

Subject - Taleem Niswaan; Tazkira Khawateen; Khawateen - Tazkira

فیهن قاصرات الطرف لم یطمثهن انس قبلهم ولا جان

حور مقصورات

یا

اسلام میں تعلیم یافتہ مستورات

جسکو باستثنائے خاتمہ

باعث افتخار امراۃ الزمن عفت مآب عصمت پناہ علم دوست جنابہ سیدۃ النساء بیگم صاحبہ [illegible]
[illegible] اہلیہ عالیہ جناب حکیم مولوی خواجہ جعفر حسین صاحب جعفر [illegible] ریاست [illegible]
حضرت [illegible] جناب عمی سید افتخار عالم صاحب آزاد نے صرف اپنی دینی بہنوں کیلیے
نہایت کوشش اور جانفشانی سے تالیف کیا

اور جسکو

خاکسار سید علی احسن احسن مارہروی مینیجر [illegible]

اپنے اہتمام سے

مطبع العلوم علی گڈھ میں چھپوایا

محمد مبارک [illegible] کاپی نویس [illegible] مارہروی

اللہ اکبر

تعلیم نسوان

حمد لا الہ الا اللہ — نعت محمد رسول اللہ

آجکل مسئلہ تعلیم نسوان ہر ایک روشن دماغ اور متوجہ دل کے سامنے پیش ہے۔ اور اب زمانہ ہر ایک سمجھدار شخص کو یہ سمجھا رہا ہے کہ اگر اپنی حالت درست کرنا مقصود ہے تو اس مسئلہ کیطرف توجہ کرو اور اپنی قوم یا ملک کے اوس حصہ کو جسکے ہاتھ مین قوم یا ملک کے بچون کی تربیت اور پرداخت ہے اس قابل کرنیکی کوشش کرو کہ وہ اپنے اس بڑے فرض منصب کو ادا کرنیکے قابل ہو۔ عورتون کی تعلیم کا مسئلہ اب وہ مسئلہ ہے کہ وہ ٹالے نہین ٹل سکتا نئی تعلیم نے

جن مردونکے دماغون کو روشن اور دلون کو فراخ کردیا ہے وہ
اب مستعدی کے ساتھ اس مسئلے کے حل کرنے مین ساعی
ہین۔ اور ہوتے جاتے ہین۔ لیکن انکو ابھی بہت سی دقتونکا
سامنا کرنا ہے۔ علم کا دشمن ہمیشہ سے جہل رہا ہے۔ اس امر
مین بھی یہی منحوس سدراہ ہے۔ عورتون کو تعلیم دینے کی خلاف
طرح طرحکے خیالات پھیلے ہوئے ہین۔ کوئی کہتا ہے کہ تعلیم سے
عورتونکے اخلاق خراب ہوجائینگے۔ کوئی ڈرتا ہے کہ تعلیم یافتہ
ہونیکے بعد عورتین آزاد ہوکر مردون سے باغی ہوجائینگی۔
کوئی اس اندیشے مین ہے کہ تعلیم پانے کے بعد عورتین اپنے
خانہ داری کے کامون کو چھوڑ دینگی۔ غرض کہ جس شخص کا
جسقدر اس مسئلے کے متعلق جہل بڑھا ہوا ہے اوسیقدر
بڑی بڑی ہولناک صورتومین تعلیم النسوان کے نتائج
اوسکے سامنے آتے ہین۔ لیکن جو علم کی حقیقت کو سمجھتے
ہین اور اوسکے فوائد سے آگاہ ہین وہ بجائے ڈرنے کے
تعلیم النسوان کو انسانی ترقی کا منبع اور حقیقی بہبودی کا ذریعہ

سمجھتے ہین۔ تعلیم کا سب سے بڑا اثر یہ ہوتا ہے کہ جسکو وہ نصیب ہوا وسمین بھلے اور برے مین تمیز کرنیکی قوت بڑھجاتی ہے۔ اور اپنے حقیقی نفع وضرر کو وہ اچھی طرح سمجھنے لگتا ہے جو حالتین ہمکواس زندگی مین پیش آتی ہین وہ پہلے لوگونکو بے انتہا آچکی ہین تعلیم کے ذریعہ سے ہم گذشتہ لوگون کی تحریرونسے آگاہ اور اونکے افعال کے نتائج سے واقف ہوجاتی ہین۔ بداخلاقی کے جو بُری نتائج ہوتے ہین اونسے جسقدر ایک تعلیم یافتہ شخص واقف ہوگا ہرگز ایک جاہل نہین ہوسکتا۔ ظاہر ہے کہ وہ شخص جسکو ایک خاص فعل کے بُرے نتائج معلوم ہین اوس سے زیادہ پرہیز کریگا بہ نسبت اوس شخص کے جو اونسے ناواقف ہے۔ یہ تجربے سے ثابت ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ بہ نسبت جہلا کے کم جرائم کے مرتکب ہوتے ہین۔ تاریخ اور تجربے سی یہ بھی ثابت ہے کہ جسقدر تعلیم بڑھتی ہے اوسیقدر ارتکاب جرائم مین کمی ہوتی ہے۔ یعنی مردون کی عام اخلاقی حالت مین بہتری کی طرف ترقی ہوئی ہے۔

علم انسانون کو بتاتا ہے کہ انکا کس چیز مین اصلی نفع ہے۔ اور اوسی کے ساتھ اوس چیز کے حاصل کرنے کی اونمین قوت پیدا کرتا ہے۔ اس سے شاید کسیکو اختلاف نہو کہ اپنے ذاتی نفع و نقصان کو عورتین بھی ایساہی سمجھتی ہین جیسے کہ مرد۔ عزت کے۔ صحت کے۔ اور دولت کے جسقدر مرد خواہان ہین اوسیقدر اپنی حالت کے لحاظ سے عورتین بھی ہین۔ پھر کیا وجہہ کہ جو چیز مردون کے لئے ایک حقیقی رہبر ہو وہ عورتون کے لئے قائم مقام شیطان ہو۔ اگر علم کی بدولت مردون کو اپنی خداداد قوتون کو ترقی دیکر اور کام مین لاکر عزت حاصل کرنیکی ذرایع نصیب ہوسکتے ہون تو کیا عورتون کے لئے علم ایسی ہی مفید چیز ثابت نہو گا۔ اگر علم کی بدولت مرد اپنی اور اورونکی صحت کو قائم رکھ سکتے ہین تو کیا عورتین علم سے اسی قسم کا فائدہ نہین اوٹھا سکتی ہین۔ کیا لیڈی ڈاکٹرون سے مخلوق کو فائدہ نہین پہونچتا۔ کیا تعلیم یافتہ دائیان جاہل دائیونکی برابر ہوتی ہین

اگر علم کے زور سے مرد خدا کی پیدا کی ہوئی چیزونکو ترکیب دیکر دولت پیدا کرتے ہین تو کیا عورتین اوسی قوت کے حاصل ہوجانے پر ویسا ہی نتیجہ پیدا نہین کرسکتین - ان صاف اور سچی باتونسے انکار کرنا محض اپنی لاعلمی تنگدلی اور کوتہ اندیشی کا اظہار کرنا ہے ہان یہ بحث دوسری ہے کہ موجودہ حالت کے لحاظ سے ہندوستانمین عورتونکو کسقدر تعلیم دی جاسکتی ہی یا دینا مناسب ہے - ابھی ہمارا مقصود انکو بی - اے - اور ام - اے - پاس کرانا نہین ہے - لیکن اتنی تعلیم تو ضرور ہوجاے کہ مائین اپنے بچونکی ضروری تربیت کرسکین - اور بی بیان اپنے خاوندونکے مزاج کو پہچان کر اونکو خوش کرنیکے قابل ہون - اتنی تعلیم تو ہوجاے کہ مائین اپنے بچونکے حقیقی نفع اور نقصان کو سمجھنے لگین - اور خیالی خوشیون اور لغو رسوم کے پیرایہ مین اپنی اولاد کی اور اپنی زندگی کی خرابی اور بربادی نکرین - مدرسہ کی فیس کو منگنی اور ختنہ کے تقاریب کے صرف پر ترجیح دینے لگین - کتابونکے خرچ کو گوٹہ اور کناری کے

خرچ سی بہتر سمجھنے لگیں۔ اولاد کی آیندہ ترقی کیلئے احمقانہ محبت
کو ضبط کرنیکی ادنمین قوت پیدا ہو جائے۔ اور وہ اپنے بچونکو
اپنے سے علحدہ کرکے تعلیم کیلئے کچھ فاصلے پر اور کچھ مدت کیلئے
بھیج سکین۔ کتنے ہونہار قوم کے بچے ایسے ہین جو بحالت عمدہ
تعلیم اور تربیت ہونے کے اعلیٰ عہدونپر ممتاز اور اعلیٰ درجونکو
حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن محض مان کی احمقانہ محبت کیوجہ سے
بازار کے بالاخانونمین شکار ہوتے ہین۔ قوم کے نوجوانونمین
کتنے خاوند ایسے ہین۔ جو بوجہ بی بیونکے نالایق ہونیکے بازاری
دوزخونمین اپنی زندگی کو خراب کرتے ہین۔ خوب سمجھ لینا چاہئے
کہ قوم کی بربادی کے یہ حقیقی اسباب ہین۔ اگر مردون کو تعلیم
دینا ہے تو عورتونکو بھی دینا لازمی ہے۔ مردونکی تعلیم پوری
ہو ہی نہین سکتی جب تک کہ عورتون کو تعلیم نہو۔ کیونکہ مرد کا
اول استاد عورت ہے یعنی مان۔ اور جب استاد ہی
جاہل ہوگا تو شاگرد کیسے اوس جہل کے اثر سے محفوظ رہ
سکتا ہے۔ اول سانچا جسمین ہماری عقلی اور اخلاقی زندگی

ڈھلتی ہے وہ پیمانہ ہے ماں کے علم و اخلاق کا حقیقت یہ ہے
کہ اس قسم کے مسائل میں رائے قائم کرتے وقت اکثر لوگ
اپنے آپکو رسم کی بیڑی سے آزاد کر کے دل و دماغ کو کام میں
نہیں لاتے۔ جسطرح ہوتا چلا آیا ہے خواہ اوس سے کتنا ہی
نقصان ہوتا ہو لیکن اوسمیں تبدیلی ہونا نہیں چاہیئے جب
اس مسئلے کے متعلق کوئی تحریک کیجاتی ہے تو یہ خیال کیا
جاتا ہے کہ نئی بات کیلئے کوشش کیجاتی ہے گویا اسلام
کی بیٹیوں میں تعلیم کبھی تھی ہی نہیں۔ حالانکہ یہ محض ناواقفیت
کا نتیجہ ہے۔ اسلام جبکہ اسلام تھا ہمیشہ اوسکی خواتین تعلیم
یافتہ رہیں اور اونھوں نے علوم میں بڑے بڑے درجے حاصل
کئے۔ وہ حضرات جو ہر ایک کام کے لئے خواہ کیسا ہی عمدہ
کیوں نہو باپ دادا کے نظیر کے طلبگار ہوتے ہیں اونکو
چاہیئے کہ وہ اس کتاب کا جسکو ہمنے عصمت مآب سیدۃ النسا
بیگم صاحبہ اہلیہ حکیم خواجہ جعفر حسن صاحب پانی پتی کی
خاطر لکھا ہے۔ ملاحظہ کریں۔ اور دیکھیں کہ اسلام میں

ہمیشہ سے کیسی تعلیم یافتہ عورتین ہوتی آئی ہین - اگر اب
یہ خواہش کیجاتی ہے کہ اب بھی عورتون کو تعلیم ہو تو یہ
کوئی نئی رسم قائم کرنا مقصود نہین ہے - بلکہ پرانی
رسم کو پھر زندہ کرنا ہے - اسی غرض سے اس کتاب مین
اون خواتین کے حالات درج کئے گئے ہین کہ جنھون نے
کسی نہ کسی علم مین اعلی درجہ حاصل کیا - اور مردون کے
اس خیال کو کہ عورتون کے لئے تعلیم مفید نہین ہو سکتی
بالکل بے بنیاد ثابت کیا ہے - امید کیجاتی ہے کہ جس
نیت سے یہ کام کیا گیا ہے خداوند تعالی اوسمین کامیابی
عطا فرمائے گا - آمین -

قوم کا خادم
سید افتخار عالم - آزاد
ساکن مارہرہ ضلع ایٹہ
ممالک مغربی و شمالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

آمنہ بنت وہب - مکہ معظمہ مین پیدا ہوئین - خاندان قریشی سے تہین - وہب بن عبد مناف بن زہرۃ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کی لڑکی تہین - بہائی کا نام قصے بن کلاب تہا جو بنی ہاشم کے جد تھے - آپکے فرزند حضرت نبی اکرم صلعم تھے - مان کا نام برہ دختر عبد العزی بن عثمان بن عبد الدار بن قصے تھا - شوہر کا نام حضرت عبد اللہ تہا جو پیغمبر اسلام کے والد ماجد تھے -

رسول خدا کی ولادت کے چھہ برس بعد انتقال ہوا یعنی سنہ ۴۷ قبل از ہجرت اس دار فانی کو قطع کر کے راہی دار بقا ہوئین - طبیعت مین خدا نے وہ پاکی عنایت فرمائی تہی جسکو اس زمانے کے لوگ خوب جانتے تھے - نہایت نیک طینت اور صاحب فراست تہین - آپنے اعلیٰ درجہ کی تعلیم بہی حاصل کی تہی - صاحب کتاب مواہب لدنیہ لکہتے ہین کہ حضرت آمنہ نے اپنے فرزند یعنی حضرت محمد مجتبےٰ صلعم کے جمال مبارک مین یہ اشعار لکہے ہین - جن کے دیکہنے سے تعلیم کا اندازہ معلوم ہو سکتا ہے -

اشعار

بارك فيك الله من غلام	يا ابن الذي من حومة الحمام
نجا بعون الملك المنعام	فودي غداة الضرب بالسهام
بمائة من ابل سوام	ان صح ما ابصرت في المنام
فانت مبعوث الى الانام	تبعث في الحل وفي الحرام
تبعث في التحقيق والاسلام	دين ابيك البر ابراهام
فالله انهاك عن الاصنام	ان لا تواليها مع الاقوام

جسوقت آپ رحلت فرمانے لگیں اوسوقت آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا اور اوسکے بعد دار فانی کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔ وہ آخری فقرہ یہ تھا "کل حیّ میت وکل جدید بال وکل کبیر یفنی وانا میتۃ وذکری باق وقد ترکت خیراً وولدت طھراً" یعنی کل زندہ مرینگے۔ کل نئی چیز پرانی ہوگی۔ بزرگ فنا ہوگا۔ میرا ذکر باقی رہجائیگا اور مین فنا ہوجاؤنگی مین خیر ونیکی کو چھوڑتی ہون کیونکہ مینے ایک طاہر لڑکے کو جنا ہے۔

اپنے شوہر یا حضرت رسول خدا صلعم کے پدر بزرگوار کی شان مین جو مرثیہ حضرت آمنہ نے لکھا ہے اوسکے چند اشعار یہ ہین۔"

عفا جانب البطحاء من آل ہاشم	وجاور لحدا خارجا في التهام
دعتهم المنايا دعوة فاجابها	وما تركت في الناس مثل ابن ہاشم
عشية راحوا يحملون سريره	تعاوره اصحابه في التزاحم
فان تك غالته المنون وريبها	فقد كان معطاء كثير التراحم

انہا۔ میرزا عبد الکریم بن میرزا عبد الوہاب معتمد الدولہ کی لڑکی تھی۔ اسکا نسب فتح علی شاہ شاہ ایران سے ملتا تھا۔ اعلی درجہ کی تعلیم یافتہ تھی۔ فارسی کے علاوہ (جو اسکی مادری زبان تھی) عربی مین کامل دستگاہ حاصل تھی۔ اسکی لڑکی کا نام آغا کوچک تھا۔ اسکی طبیعت بہی

خداداد موزون پیدا ہوئی تہی - آغا بنت میرزا عبد الکریم کا تخلص نشاط تہا - اوس کی یہ رباعی مشہور ہے ؎

گویند بہشت و حور و کوثر باقی است ۔ در روز جزا دوزخ و محشر باقی است
دوزخ چہ لود بغض علی و آتش ۔ جنت بہ محبت پیمبر باقی است

اغا باجی - شاہ فتح علی شاہ والی ایران کی بی بی اور ابراہیم خان جوانشیر شوشی کی بہن تہی - حرم خاقانی کے تمامی خدام نہایت ادب کے ساتہہ اسکی عزت و حرمت کیا کرتے تھے - اسکی تعلیم اعلے درجے کی ہوئی تہی - اسکی پاک طبیعت مین موزونیت نے ایک اچہا خاصا فصیح گہر بنا لیا تہا - شعر کا فرش بہی جبین فراسلوٹ نہ تہی اوسکے دل مین اور دماغ مین نہایت سجاوٹ سے فطرتی طور پر بچہا ہوا تہا - ذیل کے اشعار اسکی تصنیف سے ہین ؎

خرم آن کو بسر کوی تو جائے دارد ۔ کہ سر کوی تو خوش آب ہوائے دارد
بسفر رفت و دلم شد جرس ناقہ او ۔ رسم این ست کہ ہر ناقہ درائے دارد

ولہا

سوختم از آتش غم ناصحا تا کے زمنع ۔ میزنی بر آتشم دامن برو خاموش باش

ولہا

تا حشر نویسند اگر می نشود طے ۔ نے دفتر حسن تو نہ طومار فراقم

آفاقی - یہ عورت فارس کی رہنے والی تہی - عاشق چلپی اپنے تذکرہ مین لکہتے ہین کہ آفاقی نہایت طبیعت دار عورت تہی - اسکا شمار فصحا و بلغا مین ہوتا تہا - لیکن افسوس اوس کا کلام نہین ملا -

آمنہ - ایک عربی مشہور و معروف شاعر عبد اللہ بن عبید اللہ کی پیاری بی بی تہی - ان میان بی بی دونون مین ایک خدا داد محبت تہی - آمنہ کی طبیعت مین غضب کا چلبلا پن تہا - طبیعت کی شوخی باکثر اسکو ایسا بے چین کر دیتی تہی کہ جسکا حد و پایان نہین بلا این ہمہ

وہ نہایت مہذب تہی - کیونکہ اوسکو کسی ایسے لائق اوستاد نے تعلیم دی تہی جسکی وجہ سے وہ باسلیقہ اور ہوشیار ثابت ہوئی - علم نے اسکے دل مین اپنا گہر کر لیا تہا - فصاحت و بلاغت کا سکہ تمامی عرب مین بٹہا دیا تہا - اکثر اوقات اپنے پیارے شوہر سے اثناء گفتگو مین شاعرانہ محاورات استعمال کیا کرتی تہی اور چہیڑا کرتی تہی - اوسکی پاک طبیعت کی تصنیف ہم نذر ناظرین کرتے ہین -

اشعار

وانت الذی خلقتنی ما وعدتنی … واشمت لی من کان فیک یلوم

وابرزتنی للناس ثم ترکتنی … لھم غرضا اُرمٰی وانت سلیم

فلو کان قول یکلم الجسم قد بدا … بجسمی من قول الوشاۃ کلوم

صاحب کتاب آغانی اور صاحب تزئین الاسواق نے اس عورت کے بہت سے اشعار لکہے ہین منجملہ اوسکے چند اشعار یہ ہین -

اشعار

تجاھلت وصلی حین لاحت عمامتی … فھلا حرمت الحلیل اذ نا البصر

ولی من قوی الحبل الذی قد قطعتم … نصیب ولی رای وعقل موفر

ولکنما اذنت بالقوم یقتضی … ولست علی مثل الذی جئت قدر

اغا بیگم - یہ عورت ہرات کی رہنے والی تہی - اسکا خاندان بڑا معزز اور نامی تہا - اگرچہ اسنے اعلیٰ تعلیم حاصل نہین کی تہی مگر اوسکے تہوڑے علم نے اوسکی طبیعت کو نہایت موزون بنا دیا تہا - اوسکا کلام فصیح ہوتا تہا - کم گو بہت تہی مگر جو کچہ کہتی تہی وہ سانچے مین ڈہلا ہوتا تہا - وہ کہتی ہے ؎

آہ ازان واسطے کہ دار درشتہ جان تاب زد … وائے ازان لبلے کہ ہر دم نیخورد خوناب زد

آمنہ - یہ لایق و فایق محدثہ شرف الدین موسی بن احمد بن احمد بن محمد بن محمد الانصاری الدسوجی المحلی کی دختر نیک اختر تہین - انکے والد بزرگوار اپنے زمانے کے مشہور و معروف عالمون مین سے تھے - اور یہ بہی اپنے عہد مین نامی گرامی محدثین مین تہین - امام سیوطی نے علم حدیث مین انسے بہت سے سبق حاصل کئے تہے - آمنہ نے وہ اعلے درجہ کی تعلیم حاصل کی تہی کہ علم حدیث مین امام سیوطی جیسے بڑے عالم کی معلمہ تہین - امام سیوطی امنہ کی بہت قدر کیا کرتے تھے - اور اپنی معلمہ پر انکو بہت ناز تہا - اور اکثر فخر کے ساتہہ اون کا تذکرہ کیا کرتے تہے - بلاد مصر کا ایک محلہ جہان جلال الدین محلی پیدا ہوئے تھے انہین لایق خاتون کے نام سے مشہور ہے

آسیہ - یہ محدث عورت جار اللہ بن صالح بن ابی المنصور کی لڑکی تہین جو ۷۹۶ھ مین مکہ معظمہ مین پیدا ہوئین تہین امام سیوطی نے علم حدیث کی فضیلت کی پگڑی انہین کے پاک ہاتہون سے اپنے سر پر باندہی تہی - آمنہ خاتون دختر شرف الدین مذکورہ سے امام سیوطی نے حسنہ جسنہ علم حدیث کے سبق حاصل کئے تہے - مگر ان سے کامل محدث بنے تہے - کسی نے سچ کہا ہے کہ "اچھی مان کے پیٹ سے اچہا ہی لڑکا پیدا ہوتا ہے" - دیکھو قاضی مکہ جمال محمد ابن الصیا انہین لایق محدثہ کے فرزند ارجمند تھے -

آسمہ بنت علی - اس محدث عورت کے باپ علی بن عبد العزیز دمشقی تھے - وہ اسمار بنت صفران - عبد اللہ ابن الشایب اور دوسرے محدثین کی جلسون مین حاضر رہتی تہین اور علم حدیث پڑہا کرتی تہین - اور خود بہی علم حدیث کی تعلیم دیتی تہین - ابن حجر نے اپنی تصنیفات کتاب انباء الغمر وانباء العمر مین اس محدثہ کا ذکر کیا ہے ۸۹۶ھ ہجری مین اس عورت کا انتقال ہوگیا - اور اپنے بعد اپنا ایسا ہمعصر کوئی نچھوڑا -

آغا ملک - یہ لایق محدثہ ابراہیم ابن خلیل ابن محمود کی لڑکی اور شیخ جمال الدین ابن الشرجی کی مشہور و معروف بہن تہین یہ فاضل عورت ابن حجر عسقلانی کی ہمعصر تہین - جنکے پاس

وہ اکثر ملاقات کے لئے آتی جاتی اور علم حدیث مین بڑے شد و مد کے ساتھہ مباحثہ کرتی تہین۔ ان کا سال وفات سنہ ۸۵ھ ہے۔

اخت المزنی۔ یہ محدث عورت ابو ابراہیم المزنی کی بہن ہین۔ جو اصحاب شافعی مین ستھے کتاب مختصر طبقات سبکی مین لکھا ہے کہ اسی نام کی بہت سی عورتین علم فقہ مین کامل گذری ہین۔ اور اون مین سے اخت المزنی بھی ہین۔ یہ وہ عورت لائق و فایق ہین جنہون نے زکات معدن کے مسئلہ مین امام شافعی کے فتوی کی اصلاح کی تہی۔ اور اوسمین ایک شرط اور بڑہائی تہی۔ یہ محدث عورت اکثر امام شافعی کی مجلس مین حاضر ہوتی تہین۔

آنی فاطمہ خانم۔ دار السعادۃ اسلامبول کی رہنے والی تہی۔ نہایت مشہور و معروف خاندان کی جزو تہی۔ خواجہ سعد الدین حسن جانی صاحب تاج التواریخ کی اولاد مین ہے۔ اسکی شادی امیر آغا کے ساتھہ ہوئی تہی۔ جو اسلامبول کا ایک شہزادہ تہا۔ اسکا انتقال ۱۱۲۲ سنہ ہجری مین ہوا۔ اسکا ایک لڑکا آغا امیر زادہ تہا۔ آنی فاطمہ خانم ایک تعلیم یافتہ عورت تہی۔ ترکی زبان مین اسکا ایک کامل دیوان مسمی عثمانی موجود ہے۔

ابنۃ عقیل۔ حضرت علی کے بڑے بہائی جنکا نام عقیل تہا انکی بیٹی تہین۔ خاتونان بنی ہاشم مین انکی فصاحت کا ڈنکا بجتا تہا۔ حضرت سید الشہداء نے جسوقت شام کے سفر سے مدینہ منورہ مین معاودت فرمائی تہی اوسوقت خاتون مذکورہ معہ ایک جماعت کے آپکے استقبال کیواسطے آئین اور کچھہ نوحہ وزاری کرکے ذیل کے اشعار پڑہے ہے۔ جس سے فصاحت اور بلاغت کا پورا پورا حال معلوم ہوتا ہے۔ یہ اشعار انہین کے خاص تصنیف سے ہین۔

اشعار

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم	ماذا فعلتم وانتم اخر الامم
بعترتی وباهلی بعد مفتقدی	منهم اساری وصرعی ضرجوا بدم
ما کان هذا جزائی اذ نصحت لکم	ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی

ابن کثیر و کتاب مختصر و تتمۃ المختصر اور دوسری مشہور و معتبر کتابون مین ذیل کا ایک شعر بہی انہین کیطرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن صاحب تاریخ طبری نے اس شعر کو حضرت ام کلثوم زوجہ حضرت فاروق اعظم کی طرف منسوب کیا ہے - صاحب طبقات شعرانی نے حضرت زینب کیطرف نسبت کی ہے - اور بعض حضرت سکینہ کا مشہور کرتے ہین -

وھو ھذا

اترجوا امۃ قتلت حسینا	شفاعۃ جدہ یوم الحساب

اسماء بنت محمد - یہ جلیل القدر محدثہ محمد بن صصری کی دختر نیک اختر تہین - جو اعیان دمشق سے تہے - آخر ۶۳۹ھ مین وہ پیدا ہوئی تہین اونہون نے مکی ابن علان محدث سے حدیث کی کئی ایک کتابین پڑہی تہین - اور بعد ازان کئی ایکبار اونکا درس بہی دیا تہا - انہون نے مدت تک اپنی شادی نہین کی - اس خدا کی پاک بندی کے وجود باجود سے دنیا کو جو فیض اور برکتین حاصل ہوئی تہین وہ تعداد مین بہت ہین - وہ خیرات بہت کرتی تہین - بارہا زیارت خانہ خدا سے مشرف ہوئی تہین - انہین کے بطن شریف سے محمد ابن اسماء جو اپنے زمانہ کے ایک مشہور و معروف بزرگ ہین پیدا ہوئے تہے انکے بہائی قاضی القضاۃ مولینا نجم الدین شافعی تہے جنہون نے انکی ممات سے دس سال قبل قضا کی - ان عالمہ عورت کے زمانے مین مشاہیر رواۃ حدیث سے کوئی بہی ان سے زیادہ معمر نہ تہا - ابن وردی مشہور و معروف عربی شاعر نے اسماء بنت محمد کی جو مدح کتاب تتمۃ المختصر مین لکہی ہے اوسکے دو شعر نذر ناظرین کئے جاتے ہین - انکا انتقال ۷۳۳ھ ذیحجہ مین ہوا -

اشعار

کذلک فلتک اخت ابن صصری	تفوق علی النساء حجی وشیماء
طراز الفخر انثی مثل ھذا	وما التانیث لاسم الشمس عیب

امۃ الخالق - اس لایق عورت کے والد بزرگوار عبداللطیف ابن صدقہ ابن عوض المنادی العقبی ہین - انکے سنہ ولادت ۸۱۳ھ بیان کیے جاتے ہین - مشہور و معروف محدثین مین انکا شمار کیا جاتا تھا - یہ مجلس درس مولانا جمال الدین حنبلی مین حاضر رہتی تھین اور مسند احمدی اور معجم صغیر طبرانی کو پڑہتی تھین - سیرۂ ابن ہشام سے بہی علم حاصل کیا تھا - اکثر محدثین نے انکو فتوے کی اجازت دی تھی - کتاب لقیہ بن مالک اور منہاج العابدین انکو ازبر یاد تھی - انہین کتابون کو اونہون نے خود لکہا بہی تھا - اکثر اساتذہ محدثین نے انہین سے روایتین نقل کی ہین - انکی عمر ایکسو سات برس کی تہی سنہ ۹۲۰ھ ماہ ذیقعدہ مین اس لایق محدثہ نے اس جہان فانی سے رحلت کی - امۃ الخالق کی سب سے زیادہ بزرگی یہ تھی کہ وہ امام سیوطی کی اوستاد تھین اور ان سے اونہون نے علم حدیث حاصل کیا تھا امام صاحب نے انکا ذکر کتاب منجم مین کیا ہے -

ام الخیر البغدادیہ - یہ یکتاء عصر محدثہ جو جمال النساء کے نام سے زیادہ مشہور ہین بغداد کی رہنے والی تھین - انہون نے اپنے زمانے کے متبحر اور مشہور و معروف عالمون سے جو علم و فضل مین کمال رکہتے تھے اور جو تدریس و تعلیم سے طالبعلمون کو فائدہ پہونچاتے تھے ابن البطی - وابوالمظفر الکاغذی - اور شجاع الحربی کو دیکہا تھا - اور اون سے علم حدیث حاصل کیا تھا - اسکے بعد اونہون نے خود بہی تعلیم و اشاعت حدیث مین سعی بلیغ کی تہی - اکابر محدثین مثلاً اسمعیل بن عساکر - قاضی تقی الدین سلیمان ابن سعدہ - ابن شحنہ - فاطمہ بنت سلیمان اور دیگر علماء متبحرین نے اس عورت سے اجازہ حاصل کیا تھا - علم و فضل کے علاوہ ان مین اعلی درجے کا زہد و ورع بہی تھا - وہ کئی بار حج کو مکہ معظمہ گئی تھین سنہ ۶۴۰ھ مین وہ راہی سفر آخرت ہوئین -

ام الفتح - یہ مشہور و معروف محدثہ احمد بن کامل خلف بن شجرۃ بن منظور الشجری البغدادی کی لڑکی تھین - علم حدیث مین انکو اسقدر شہرت حاصل ہوئی کہ انکا لقب ابنۃ السلام پڑگیا

حدیث کی تعلیم سے انہون نے ایک زمانہ دراز تک خلق اللہ کو فائدہ پہونچایا۔ بہت سن رسیدہ ہونیکے بعد وہ سنہ ۶۰۰ھ مین راہی ملک بقا ہوئین۔

ام کحہ۔ یہ محدث عورت اوس بن ثابت انصاری کی بی بی تہین۔ جنکو آنحضرت کی صحبت کا فخر حاصل تہا۔ اور وہ خود بہی صحابیہ مین تہین۔ جب اونکے شوہر اوس غزوہ احد مین فوت ہوئے بعد فریہ اور انکی دو لڑکیان باقی رہین تو اسکے عمزادون نے حسب رسم و عادت ایام جاہلیت یہ چاہا کہ انکا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا جائے اور ام کحہ اور اسکی دونون بیٹیان ترکے سے محروم رہین۔ ایام جاہلیت کی یہ رسم تہی کہ شوہر کے مال مین زوجہ اور باپ کے ترکہ مین بیٹیون کا کوئی حق نہ تہا۔ اور انہین کوئی میراث نہین دیجاتی تہی۔ اسی مطلب پر یہ آیہ شریفہ مبنی ہے کہ "تاکلون التراث اکلا لما" اور اسی وقت قرآن مجید کی یہ آیت بہی نازل ہوئی کہ "للنساء نصیب" سید انام علیہ الصلواۃ والسلام نے اوسکے عمزادون کو ام کحہ کے مال مین دست اندازی کرنے سے ممانعت کی بعد ازان یہ آیت کریمہ "یوصیکم اللہ" وارثون کو حصہ دینے کے لئے نازل ہوئی۔ اسی آیہ کی بنیاد پر ام کحہ کو آٹھوان حصہ اور اونکی لڑکیون کو تیسرا حصہ دیا گیا اور باقیماندہ مال اوسکے عمزادون کی حوالے کر دیا۔

ام ہانی بنت فہد۔ اس لایق محدثہ کے باپ حافظ تقی الدین بن محمد بن فہد الہاشمی تہے۔ انکو علم حدیث مین اسقدر کمال حاصل تہا کہ علامہ سیوطی انکی شاگردی کو اپنا فخر سمجہتے رہے۔ ذیقعدہ سنہ ۸۵۰ھ مین پنجشنبہ کے روز وہ پیدا ہوئی تہین۔ انتقال کا حال معلوم نہین ہے

ام ہانی مریم۔ یہ مشہور و معروف محدثہ شیخ نور الدین بن ابو الحسن علی بن قاضی القضاۃ تقی الدین عبد الرحمن بن عبد المومن الہورینی الشافعی کی لڑکی تہین۔ انکا ایک لڑکا تہا جو اپنے وقت کا علامہ تہا۔ اوسکا نام علامہ سیف الدین حنفی تہا۔ شعبان کے مہینے سنہ ۷۷۸ھ مین پیدا ہوئی تہین اور (۹۳) برس زندہ رہکر شب شنبہ سلخ ماہ صفر سنہ ۸۷۱ھ کو انتقال کیا۔ اس ذہین عورت نے قرآن مجید۔ کتاب ملحہ منظومہ جو نحو مین ہے اور فقہ شافعی

کی کتاب مختصر ابی شجاع کو حفظ یاد کیا تھا۔ اِنکے نانا فخر الدین القایاتی نے انکو ساتھہ برس کے سن سے علم تحصیل کرایا تھا۔ اونھون نے اپنے زمانہ کے مشاہیر محدثین سے احادیث اور مسائل فقہ سماعت کی تہی۔ پہر اونھون نے امام سیوطی کو علم حدیث کی تعلیم دی تہی۔ امام سیوطی نے ام ہانی مریم۔ ام ہانی فہدہ اور ام ہانی بنت ابوالفوارس کا ذکر اپنی کتاب المنجم فی المعجم مین کیا ہے۔

الجلیۃ السلطانیہ ۔ یہ محدثہ سلطان عادل ابی بکر بن ایوب فرمانروائے مصر وشام کی دختر نیک اختر تہین۔ گو انکا اصلی نام تو مولنسہ تہا مگر علم وفضل کی جلالت اور قدر سے الجلیۃ السلطانیہ مشہور ہوئین۔

اروی بنت الحارث ۔ حارث بن عبدالمطلب کی لڑکی تہین۔ اِنکے لڑکے کا نام مطلب بن ابی وراعۃ السہمی تہا۔ حضرت رسول صلعم کی چچا زاد اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حقیقی بہن تہین۔ صحابیہ مین انکا شمار ہے۔ مان کا نام غزیہ دختر قیس بن طریف از نسل حارث بن فہر بن مالک تہا۔ جواہر الملتقطہ کے مصنف لبیب افندی نے ایک مقام پر اروی کی ایک نقل لکہی ہے کہ امیر معاویہ کا شاہانہ دربار گرم تہا۔ اتفاق سے اروی کو چہہ ہزار دینار کی ضرورت پیش آئی۔ اروی امیر کے دربار مین گئی اور چہہ ہزار دینار کی درخواست کی۔ امیر معاویہ نے فوراً چہہ ہزار دینار منگوا کر دئے۔ دینے کے بعد امیر نے اروی کو مخاطب کرکے کہا کہ اگر تیرے چچا کے لڑکے حضرت علی میری جگہ ہوتے تو یہ عطیہ تجہکو کبہی نہ دیتے۔ اروی اِن کلمات کو سنکر نہایت آبدیدہ ہوئی اور ابوالاسود الدیلی کے مرثیہ کے وہ اشعار جو حضرت علی ابن ابی طالب کی شان مین لکہے تہے پڑہے۔

اشعار

الا یا عین ویحک اسعدینا	الا تبکی امیر المومنینا

تبکی ام کلثوم علیہ بعبرتہا وقد رأت الیقینا
الا قل للخوارج حیث کانوا فلا قرت عیون الشامتینا
افی الشہر الحرام فجعتمونا بخیر الناس طرا اجمعینا
قتلتم خیر من رکب المطایا فذللہا ومن رکب السفینا
ومن لبس النعال ومن حذاہا ومن قرأ المثانی والمبینا
وکل مناقب الخیرات فیہ وحب رسول رب العالمینا
لقد علمت قریش حیث کانوا بانک خیرہا حسبا ودینا
اذا استقبلت وجہ ابی حسین رایت البدر راق الناظرینا
وکنا قبل مقتلہ بخیر نری مولی رسول اللہ فینا
یقیم الحق لا یرتاب فیہ ویعدل فی العدا والاقربینا
ولیس بکاتم علما لدیہ ولم یخلق من المتجبرینا
کان الناس اذ فقدوا علیا نعام حار فی بلد سنینا
فلا تشمت معاویۃ بن حرب فان بقیۃ الخلفاء فینا

امیر معاویہ نے یہ اشعار سنکر اپنی گردن جھکا لی۔ اور کہا اے اروی مین قسم کہتا ہون کہ تو نے جو اسوقت پڑہا اوس سے حضرت علی افضل تر ہین۔ اوسکے بعد اوس نے اور بہت کچھ دیا اور اروی رخصت ہوئی۔ بعض مورخین مذکور الصدر اشعار کو اروی بنت الحارث ہی کی طرف منسوب کرتے ہین۔

اروی بنت عبد المطلب۔ حضرت عبد المطلب حضرت رسول خدا کے جد کی لڑکی تہین۔ بہت اعلی درجے کی تعلیم یافتہ شمار کی جاتی ہین۔ انہون نے اپنے پدر بزرگوار کے چند مرثیے لکہے ہین۔ جنکے بعض اشعار لکہے جاتے ہین **اشعار**

بکت عینی وحق لہا البکاء علی سمح سجیتہ الحیاء

على سهل الخليقة ابطحي — كريم الخيم نيته العلاء
على الفياض شيبة ذي المعالي — ابوه الخير ليس له كفاء
طويل الباع املس شيظمي — اغر كان غرته ضياء
اقب الكشح اروع ذي فضول — له المجد المقدم والثناء
ابي الضيم ابلج هبرزي — قديم المجد ليس به خفاء
ومعقل مالك وربيع فهر — وفاصلها اذا التمس القضاء
وكان هو الفتى كرما وجودا — وباسا حين تنسكب الدماء
اذا هاب الكماة الموت حتى — كان قلوب اكثرهم هواء
مضى قدما بذي ربد خشيب — عليه حين تبصره البهاء

سیرۃ ابن ہشام اور مسامرات محی الدین مین لکھا ہے کہ مسطورالصدر مرثیہ اروی نے قبل اپنے باپ کے انتقال کے لکھا تھا جناب عبدالمطلب نے اپنی بیٹیون اروی وام حکیم البیضا وامیمہ وبرّہ وصفیہ اور عاتکہ کو اپنے مرض موت کی حالت مین بلایا اور کہا کہ جو مرثیے تم میرے مرنے کے بعد کہتین وہ قبل میرے مرنے کے کہو۔ خدا نے ان سب کو وہ طبیعت اور ذہن عطا کیا تھا جسکے باعث یہ عورتین بہت مشہور ومعروف ہوگئین۔ حضرت عبدالمطلب کی لڑکیون نے اپنے باپ کی وصیت اوسی وقت پوری کی اور تمام لڑکیون نے ایک ایک مرثیہ لکھا۔

اسماء بنت عبداللہ یہ عورت قبیلہ بنی عذرہ مین تھی۔ یہ نہایت فصیحہ تھی اسکی ایک کہی ہوئی مثل تمامی عرب مین مشہور ہے اسکی دو شادیان ہوئی تھین۔ اوس کے اول شوہر کا نام "عروس" تھا وہ بھی قبیلہ بنی عذرہ سے تھا۔ یہ شخص نہایت خوبصورت تھا۔ لیکن عمر نے وفا نکی اور تھوڑے ہی عرصہ مین اوس نے اپنی پیاری بی بی کو ہمیشہ کیواسطے چھوڑ دیا۔ اور راہی ملک بقا ہوا۔ اسماء بنت عبداللہ نے وہ تھوڑا عرصہ

گذارے کہ جسکو ہمارے پاک اسلام نے عدت کے ساتھ تعبیر کیا ہے دوسرے نکاح پر آمادہ ہوئی قسمت سے اسکا دوسرا شوہر ایسا کریہ منظر اور بدشکل تہا کہ وہ اوس سے نہایت ناخوش رہا کرتی تہی۔ یہ حبیب شوہر حبیب اسماء مذکورہ کو اپنے گہر لے چلا تو اوسکی بی بی نے کہا کہ مجہکو اپنے مرحوم شوہر کی قبر پہ گریہ وزاری کرنے کی اجازت دے۔ جب اوسکے شوہر نے اجازت دی تو اوس نے اپنے پہلے شوہر عروس کی قبر پر اسطرح گریہ وزاری شروع کی کہ سننے والون کے دل ہلجاتے تہے۔ اوسوقت اوس نے یہ فقرے اپنی زبان سے نکالے

فقرے

ابکیک یا عروس الاعرس	یا ثعلباً فی اهله واسداً عند الناس
مع اشیاء لا یعلمها الناس	

یعنی مین تجہہ پہ گریہ وزاری کرتی ہون اے عروس عروسون کے۔ اے وہ شخص کہ تو رحم کرنے کیوقت مین نہایت نرم دل۔ حلیم۔ اور بردبار تہا۔ اور لڑائی کیوقت مین تری شباہت مثل شیر کے تہی۔ اور تجہہ مین ایک ایسی صفت تہی کہ دوسرے لوگ اوس سے محروم تہے۔

اوسکا شوہر جو ایک طرف کہڑا ہوا تہا اس آخری کلمہ پر چونک اوٹہا۔ اور اپنی بی بی سے کہنے لگا کہ عروس مین وہ کون کونسی ایسی صفتین موجود تہین جنکو دوسرون مین نہین دیکہتی۔ اس رونے والی نے کہا شعر

کان عن الهمة غیر نعاس	ویعمل السیف صبیحات البأس

یعنی وقت پڑنے پر ذرا بہی تساہل اور تغافل نہین کرتا تہا۔ بلکہ شمشیر اوسکے ہاتہہ مین ہوتی تہی اور وہ اپنے دشمن کے مقابلہ سے نہین ہٹتا تہا۔ اسیا تہوڑی دیر کے بعد اسماء نے اپنے پیارے مغفور عروس کی مدح مین یہ فقرے پڑہے

یا عروس الاغر الازهر	الطیب الخیم الکریم المحضر

		معر اشیاء لہ لا تذکر	

یعنی اے میرے پیارے عروس تیری پیشانی نہایت درخشان تھی۔ تیرا خلق نہایت پاکیزہ تھا۔ اور تجھہ میں وہ محاسن حمیدہ تھے کہ جسکو مین اپنی زبان سے ادا نہین کرسکتی اسکے موجودہ شوہر نے اس سے پھر دریافت کیا کہ عروس کے اون صفات کو بیان کر جو خاص اوسمین موجود تھے۔ لیکن زبان پر نہین آسکتے۔ اسماء نے اسکے جواب مین یہ کلمے زبان سے نکالے۔

طیب النکھتہ غیر الخبر		کان عیوفا للخنا والمنکر الیسر غیرا عسر	

یعنی عروس مرحوم برے افعال سے بہت پرہیز کرتا تھا۔ اوسکے جسم سے نہایت عمدہ خوشبو آتی تھی۔ اوسکے دہن سے وہ بدبو نہین آتی تھی جو دوسرے مردون کے موتہہ سے آتی ہے۔ اوسکا موجودہ شوہر سمجھہ گیا کہ آخری فقرہ میرے اوپر حملہ کر رہا ہے کیونکہ خود بےگندہ دہن تھا۔ اب دونون میان بی بی یہان سے روانہ ہوئے۔ مگر اسماء نے اپنا عطردان یہین چھوڑ دیا۔ شوہر نے اسماء سے اسکا سبب دریافت کیا کہ تو نے اپنا عطردان یہان کیون چھوڑ دیا۔ اسماء نے اسکا جواب دیا کہ لاعطر بعد عروس یعنی عروس کے بعد کوئی دوسرا عطر نہین استعمال کرنا چاہتی ہے۔ یہ عربی کا فقرہ تمامی عرب مین ایک مثل ہوگیا اور اب اسطرح سے استعمال ہوتا ہے لا مخباء لعطر بعد عروس نہین ہے قدر عطر کی بعد عروس کے۔

اسماء بنت یزید الانصاریہ۔ اس عورت کے باپ کا نام یزید بن السکن الاشہلی تھا یہ حضرت صحابیہ مین شمار کیے جاتے ہین۔ یہ عورت بھی صحابیہ مین سے تھی۔ اسکی فصاحت کی تمامی عربستان مین شہرت تھی ایک مرتبہ خود آنحضرت صلعم نے اسکی فصاحت پر تعجب کیا تھا۔ ایک مرتبہ یہ عورت پیغمبر اسلام کے پاس حاضر ہوئی اور خدمت۔

بابرکت مین یہ عرض کیا کہ مین اپنے تمامی ہمجنسون کی طرف سے آپکی خدمت مین حاضر ہوئی ہون - اس عورت نے اپنی عرض کو اسطرح سے شروع کیا "بابی انت وامی یارسول اللہ انا وافدۃ النساء الیک ان اللہ عزوجل بعثک الی الرجال و النساء کافۃ فامنابک وبالٰہک وانا معشر النساء محصورات مقصورات قواعد بیوتکم ومقضی شھواتکم وحاملات اولادکم وانکم معشر الرجال فضلتم علینا بالجمع والجماعات وعیادۃ المرضی وشھود الجنائز والحج بعد الحج وافضل من ذلک الجہاد فی سبیل اللہ عزوجل وان الرجل اذا خرج حاجا او معتمرا او مجاہدا حفظنا لکم اموالکم وغزلنا اثوابکم وربینا لکم اولادکم فنشارککم فی ھذا الاجر والخیر"

یعنی اے پیغمبر آپ کے اوپر سے ہمارے مان اور باپ فدا ہون مین اپنے ہمجنس عورتون کی طرف سے آپکی خدمت مین حاضر ہوئی ہون - آپکو خدائے عزوجل نے تمام عورتون اور مردون پر مبعوث کیا ہے - اور ہم سب آپکی رسالت اور خدا کی وحدانیت پر اسلام لائے ہین - اے پیغمبر ہم سب عورتین اپنے اپنے شوہرون کے ساتھ اپنے اپنے گھرون مین رہتے ہین - ہم سے لڑکے بالے پیدا ہوتے ہین - اور آپ لوگ مسجدون مین جاکر نمازین پڑہتے ہین - بیمارون کی عیادت کرتے ہین - بار بار حج کرتے ہین - خدا کی راہ مین جہاد کرتے ہین اگر آپ لوگ یہ کام کرتے ہین تو ہم آپکے اموال کی حفاظت کرتے ہین - آپ کے لباس کیواسطے سوت کاتا کرتے ہین لڑکون بالون کی نگہداشت اور تربیت کرتے ہین - اس صورت مین ہم لوگ بہی آپ لوگون کے ساتھ عمل خیر کی جزا مین شریک ہین یا نہین - حضرت رسول خدا صلعم نے یہ سنکر صحابہ سے فرمایا تم لوگون نے کبہی ایسی عمدہ فصیح گفتگو کسی شخص کی سنی ہے - صحابہ نے جواب دیا کہ ہم نے کبہی ایسی گفتگو کسی عورت کی نہین سنی - اسکے بعد رسول خدا نے اسماء کے جواب مین ارشاد فرمایا کہ "اے عورت تو اپنے ہمجنسون سے کہدے کہ اگر تم لوگ اپنے شوہرون کو خوش

رکھو گی تو تمکو تمام اعمال خیر کی جزا ملیگی جنکو تو نے اپنی زبان سے ابھی بیان کیا ہے -
اسماء بنت شمس الدین - اسکا باپ بہت بڑا محدث گزرا ہے - اسکے لڑکے کا نام
شیخ تقی الدین تہا - ابن حجر عسقلانی کے پانچ سال قبل پیدا ہوئی تہی - یعنی سنہ ۸۲۴ھ مین -
اسکے پہلے شوہر کا نام رملی تہا - اوسکے مرنے کے بعد علاؤالدین مقریزی کے ساتھ نکاح
کیا - یہ عورت فاضل اجل اور صاحب تقوی تھی - اسکی ایک بہن تھی جسکا نام امۃ الرحیم تھا -
اسماء العامریہ - اندلس کے ایک شہر اشبیلیہ کی رہنے والی تہی - اسکے قبیلہ کا نام
آل بنی عامر تہا - یہ عورت کامل تعلیم یافتہ تھی - خوشنویس اعلے درجہ کی تہی نظم ونثر دونون
کا پایہ بڑہا ہوا تھا - اس نے ایک بہت لمبا چوڑا قصیدہ اپنے گہر کی خانہ داری مین لکھا
ہے کہ وہ کیونکر اپنے مال واسباب اور گہر کی نگہبانی کیا کرتی تہی اوسکے قصیدہ سے دو شعر
ہم بہی نقل کئے دیتے ہین - سید الموحد بن عبد المومن علی نے بہی اوسکے دو شعر بہی لکھے ہین

اشعار

عرفنا النصر والفتح المبینا	لسیدنا امیر المومنینا
اذا کان الحدیث عن المعالی	رایت حدیث شکر فیہا شجونا

قصیدہ کے آخری شعرون مین اپنے اپنا حسب ونسب بہت اچھی طرح سے ظاہر کیا ہے -
اسماء عیبتر - یہ عورت اسلامبول کی رہنے والی تہی - اسکے باپ کا نام احمد آقا تھا
اسکے شوہر کا نام محمود جلال الدین تہا جو خوشنویسی مین مشہور ومعروف ہے - اسماء عیبتر
نے خطاطی مین اپنے شوہر سے زیادہ مہارت حاصل کی تہی - اس نے خود اپنے شوہر سے
اس فن کو سیکہا تہا - جلال الدین نے بہی خطاطی کے تمام نکات اسکو سکہا دئے تھے -
جلال الدین اپنے نام کے ساتہ اپنی بی بی کا نام بہی لکہا کرتا تہا - خطوط ممتاز مین اسکے ہاتھ کے
بہت سے خط لکھے ہوئے ہین - ابن کثیر نے اسی طرح کی گیارہ عورتین گنائی ہین -
اعتماد - یہ عورت معتمد بن عباد سلطان اشبیلیہ کی بی بی تہی - اسکی لڑکی نام بثینہ تھا -

علم ادب مین اسکو کامل دستگاہ حاصل تھی -

اعرابیہ شیخ محی الدین اپنے مسامرات مین لکھتے ہین کہ یہ عورت بادیہ نجد سے تھی اور اپنے وقت کی نادرہ تھی - اسکے مزاج مین حد درجے کی صفائی اور شائستگی تھی -

خدیجہ بنت عبد الوہاب نے ایک حکایت لکھی ہے کہ خلفاے بنی عباس مین سے ایک شخص اعرابیہ پر عاشق ہوا - چند مہینون کے بعد خلیفہ کا اعرابیہ کے ساتھہ نکاح ہوگیا خلیفہ اپنی بی بی کو دار الخلافت مین لے آیا - وہان کی آب و ہوا اعرابیہ کو ناموافق ہوئی - اور بجاے بشاشت اور بشاشت کے اوسکی حالت روز بروز غیر ہوتی گئی - اگرچہ اس کا شوہر ایک خلیفہ وقت تھا - تمام آرام و آسایش کی چیزین مہیا تھین - مگر اوسکے خادمون مین اسکی لیاقت نہین تھی کہ وہ مکان کو اوسکے فرنیچر سے آراستہ کرتے - اعرابیہ کا دل اس مقام سے نہایت پریشان ہوا - کہانا پینا بالکل ترک کردیا - اوسکے چہرے پر اداسی چہائی رہتی تہی - دل تنگ ہوگیا تھا - وحشت ہر وقت دامنگیر رہا کرتی تہی - اوسکے شوہر خلیفہ نے ایک دن اوس سے پوچہا کہ جب سے تو یہان آئی ہے مین نے تجہکو ہنستے بولتے نہین دیکہا - تیرے چہرے پر نہ بشاشت معلوم ہوتی ہے - نہ کہانا اچہی طرح کہاتی ہے - آخر اسکا سبب تو کچہہ بتا کہ جسکا علاج کیا جاوے -

اعرابیہ نے خلیفہ کو جواب دیا کہ مجہکو جنگل کی ہوا خوشگوار معلوم ہوتی ہے - جنگل کے نصب شدہ خیمے مجہکو بہشت کا مزا دیتے ہین - جنمین جنگل کی ہوائین چارون طرف سے آتی ہون نہرین بہہ رہی ہون - آبشار چل رہے ہون -

ان بہتے ہوئی نہرون اور آبشارون کی آوازین جسوقت میرے کان مین پڑتی ہین اوس وقت میرا دل باغ باغ ہوجاتا ہے - خلیفہ نے دجلہ کے کنارے پر ایک نہایت پرفضا کوٹھی تیار کراکے اعرابیہ کو اوسمین بہیجدیا - دجلہ کے کنارے پر خلیفہ نے کوٹھی یہ سمجہہ کر بنوائی کہ اعرابیہ کو اپنا وطن نجد یاد آتا ہے اس کوٹھی کا نام معشوق رکہا تھا - نجد ایک

بہت ہی اچھا جنگل ہے - جہان قبیلہ بنی عامر کا فرودگاہ اور مسکن تھا - مجنون عامری نے اپنے رہنے کے لیے یہی جگہ پسند کی تہی - یہان ریگستانی ٹیلے بہت تھے - بہت سی نہرین بہتی ہوئی نظر آتی تہین - اسی سبب سے جب اعرابیہ نے اس کوٹھی مین قدم رکہا تو اسکو وادی نجد کا گمان ہو گیا - یہ دیکہکر اوسکا دل اور بے چین ہو گیا اور پہلے سے زیادہ محزون رہنے لگی - ایک روز اوسکا شوہر خلیفہ مخفیہ طور سے اوس کوٹھی مین آیا اور اعرابیہ کو گریہ وزاری کرتے سنا - جو اپنے خاص تصنیفی اشعار مین سرود کر رہی تھی -

اشعار

وماذنب اعرابیة قذفت بها　　صروف النوی من حیث لم تک ظنت

تمنت احالیب الرعاة وخیمة　　بنجد فلا یقضی لها ما تمنت

اذا ذکرت ماء العذیب وطیبه　　وبرد حصاه آخر اللیل انت

لها انة عند العشاء وانة　　سحیرا ولولا انتاه لجنت

بعض لوگ لکہتے ہین کہ قیس عامری کے دیوان مین اول تین شعر کچہہ خبری تغیر کے ساتہہ دیوان مذکور مین لکہے ہین اور تیسرا شعر اعرابیہ نے کہا ہے - خلیفہ نے جب پوشیدہ طور سے اعرابیہ کی گریہ وزاری سنی تو بہت پریشان ہوا اور خیال کیا کہ اسکو نجد مین بہیجدینا مناسب ہے - آخر کار اعرابیہ سے کہا کہ مین تجہکو تیرے وطن مین بہیجے دیتا ہون مین معشوق محل سے تیرے پاس شکار کے بہانے آیا کرونگا - اور وہان تجہسے ملاقات کیا کرون گا -

امامہ بنت خرفج - یہ ایک عربی عورت تہی - اسکی طبیعت نہایت موزون واقع ہوئی تہی - اسکی فصاحت عرب مین مشہور ہے اسود بن قنان جو عرب کے بہت بڑے جوانمردون مین شمار کیا جاتا تہا - اوسکی مدح مین امامہ نے ایک قصیدہ لکہا ہے جس کے تین شعر یہان لکہے جاتے ہین -

اشعار

اذ شئت ان تلقی فتی لو وزنتہ	بکل معنیٰ وکل بیان
وفی بہا فضلا وجودا وسوددا	وزیا فذاک الاسود بن فنان
فتی لا یری فی ساحۃ الارض مثلہ	لیوم ضرب اولیوم طعان

امامۃ المریدیہ - اسکے نام مین کچہہ اختلاف ہے بعض اسکو اسامہ کے نام سے پکارتے ہین اور بعض امامۃ کے نام سے - یہ عورت صحابیہ مین شمار کی جاتی ہے - اوسکا قبیلہ مریدیہ کے نام سے مشہور تہا - یہ عورت نہایت قابل اور لایق تہی - ایک شخص ابو عفک یہودی آنحضرت سے جانی دشمنی رکہتا تہا - اپنی خبیث طبیعت اور بد باطنی کیوجہ سے ہمیشہ ایذا رسانی کی فکر مین رہا کرتا تہا - جسوقت اوسکو اوس کے کسی دشمن نے قتل کرڈالا اور اسکے قتل کی خبر امامۃ کو ملی تو اوسنے ابو عفک یہودی کے حال مین چند شعر لکہے - دو شعر یہان بہی لکہے جاتے ہین -

اشعار

تکذب دین اللہ والمرء احمدا	لعمر الذی امناک اذ بئس ما یمنی
حباک حنیف اخر الدہر طعنۃ	ابا عفک خذہا علی کبر السن

امۃ اللہ - یہ ایک اسلامبولی عورت تہی - ادب مین اسکو کامل دستگاہ حاصل تہی الٰہیات مین اسکو پورا دخل تہا - سنہ ۱۰۵۲ ہجری کے قریب اسکی پیدایش کا سال بیان کیا جاتا ہے - کیونکہ سلطان محمد خان رابع کی ہمعصر تہی اسکے باپ کا نام قامتی زادہ تہا - اسکی عمر (۶۳) سال کی تہی یعنی سنہ ۱۱۱۵ ہجری مین اسکا انتقال ہوا تہا - ترکی زبان مین اسکا ایک پورا دیوان تیار ہے جو صدقی امۃ اللہ کے نام سے مشہور ہے - صدقی تخلص کرتے تہے

امۃ الخالق - عبد اللطیف بن صدقہ بن عوض المنادی العقبی کی لڑکی تہی - یہ عورت اپنے زمانہ مین محدثہ شمار کیجاتی تہی - سنہ ۸۱۳ ہجری مین پیدا ہوئی تہی - جمال الدین حنبلی کی

مجلس مین حاضر ہوکر مسند احمدی و معجم صغیر طبرانی کے سبق لیا کرتی تھی - سیرۃ ابن ہشام ہر وقت اوسکے پیش نظر رہا کرتی تھی - اس کتاب سے اس نے بہت سے فوائد حاصل کئے تھے - محدثین وقت نے اسکی قابلیت اور لیاقت دیکھکر اسکو اجازت دی تھی - الفقیہ بن مالک اور منہاج العابدین کو اسنے خود لکھا تھا اور یہ دونون کتابین اسکو ازبریاد تھین بعض محدثین نے اوس سے بہت سی روایتین نقل کی ہین ۴۲۰ھ ہجری مین اوسکا انتقال ہوگیا - یہ عورت بہت مسن تھی - امام سیوطی نے اپنی کتاب معجم مین اسکا ذکر کرکے اوسکے یہ شعر لکھے ہین -

اشعار

هی المقادیر فدعنی او فذر	ان کنت اخطات فما اخطا القدر
اذا اراد الله امرا بامرئ	وکان ذا عقل وسمع وبصر
اصم اذنیه واعما قلبه	وسله من عقله سل الشعر
حتی اذا انفذ فیه حکمه	رد الیه عقله لیعتبر

امۃ العزیز شریفیہ - اندلس کی رہنے والی تھی - شعر گوئی اور ادب مین اوس کو بہت دخل تھا - صاحب نفح الطیب نے یہ دو شعر اوسکی طرف منسوب کئے ہین - اس مین ایک خاص لطف اور ہے جسکو ناظرین پڑھکر خود سمجھ لینگے -

اشعار

لحاظکم تجرحنا فی الحشا	ولحظنا یجرحکم فی الخدود
جرح بجرح فاجعلوا ذا بذا	فما الذی اوجب جرح الصدود

ام حکیم البیضاء حضرت عبد المطلب کی صاحبزادی تھین - آپ کا بدن نہایت چمکیلا اور سڈول تھا - عرب کے لوگ آپکے جسم کو بیضا اور رقیبہ الدیباج کہا کرتے تھے - آپکی طبیعت نہایت ناظم واقعہ ہوئی تھی - اور نہایت قادر الکلام تھین - اپنے باپ کے مرثیے

ہین جو اونہون نے اشعار لکھے ہین اونمین سے چند یہان لکھے جاتے ہین۔

اشعار

الا یا عین جودی واستہلی	وبکی ذا الندی والمکرمات
الا یا عین ویحک اسعدینی	بدمع من دموع ہاطلات
علی خیر من رکب المطایا	اباک الخیر تیار الفرات
طویل الباع شیبۃ ذی المعالی	کریم الخیم محمود الہبات
وصولا للقرابۃ ہبرزیا	وغیثا فی السنین الممحلات
ولیثا حین تشتجر العوالی	تروق لہ عیون الناظرات
عقیل بنی کنانۃ والمرجی	اذا ما الدہر اقبل بالہنات
ومفزعہا اذا ما ہاج ہیج	بداہیۃ وخصم المعضلات
فبکیہ ولا تسمی بحزن	وابکی ما بقین الباکیات

ام الدرداء نبی اکرم صلعم سے اس عورت نے بہت سی حدیثین سنی تہین اور نیز اپنے شوہر سے جسکا نام عویمر تہا۔ (یہ شخص بہت بڑا حکیم تہا) حضرت رسول خدا فرمایا کرتے تہے کہ عویمر ہماری امت کا حکیم ہے۔ ابن کثیر لکہتے ہین کہ ام الدرداء بڑی فاضلہ وفقیہ تہی

ام رعلۃ القشیریہ۔ یہ عورت نہایت فصیح اور موزون طبیعت کی تہی۔ خوش بیانی اوسکی مشہور ہے۔ امام مستغفری نے اسکو صحابیہ مین لکہا ہے حضرت نبوی کی رحلت کے بعد یہ عورت حسنین علیہما السلام کو گود مین لئے مدینہ کی گلیون مین پہرا کرتی تہی اور بہت رویا کرتی تہی۔ ایک دفعہ ان دونون بچون کو گود مین لئے ہوئے حضرت فاطمہ رضہ کے گہر مین داخل ہوئی اور یہ شعر جو اوسکی خاص تصنیف تہی پڑہا

یا دار فاطمۃ المعمور ساحتہا	ہیجت لی حزنا حییت من دار

ام عقیل۔ حضرت عقیل بن ابیطالب کی مان تہین۔ نحوی کتابون مین جو کان کے

باب ۔ یہ شعر درج ہے انہین کا ہے ؎

انت تکون مساجد نبیل	اذا ھب شمال بلیل

جسوقت عقیل رویا کرتے تھے اُس وقت اُنکی ماں یہ شعر پڑھا کرتی تھین ۔

ام العلاء ۔ خاص اندلس کا ایک بڑا تاجر تھا جسکی بیٹی تھی ۔ تاجر کا نام یوسف تھا ۔ یہ عورت صاحب طبع تھی ۔ ادبیات مین عالم مانی گئی ہے ۔ سنہ ۵ ہجری مین یہ عورت زندہ تھی ۔ وادی الحجارہ مین پیدا ہوئی تھی اسکی فطانت اور فصاحت بہت مشہور ہے ۔ صاحب نفح الطیب مین اوسکے یہ اشعار لکھے ہوئے ہین ۔

اشعار

کل مایصدر عنکم حسن	وبعلیاکم تحلی الزمن
تعطف العین علی منظرکم	وبذکراکم تلذ الاذن
من یعیش دونکم فی عمرہ	فھو فی نیل الامانی یغبن

ام النساء ۔ عبدالمومن جو ایک بہت بڑا تاجر تھا اوسکی لڑکی تھی ۔ فارس مین اسکی تجارت کا مال بہت جاتا تھا ۔ ام النساء کی طبیعت نہایت موزون واقع ہوئی تھی ۔ اسکے کلام مین نہایت آبداری اور فصاحت تھی ۔ مسامرات محی الدین مین اسکا پورا قصیدہ لکھا ہے ۔ غالبًا کسی کی فتح یا غلبہ مین یہ قصیدہ لکھا گیا ہے ۔ کیونکہ ممدوح کی مدح اور شجاعت کا حال بہت کچھ لکھا ہے ۔ تین شعر یہان بھی نقل کیئے جاتے ہین

اشعار

جاء البشیر بوعد کان منتظر	فاصبح الحق مافی صفوۃ کدر
من خیر ھاد غدا بالھدی یامرنا	وفی اوامرہ التسدید والنظر
لیث اذا اقتحم الابطال حومتہ	یغنی الکتاب لایبقی ولایذر

امام سیوطی لکھتے ہین کہ مین نے جمال الدین یوسف حفید حافظ ابن حجر عسقلانی کے خط

مین دیکہا ہے کہ اس شعر کو ام ہانی مریمؔ نے چند شعر مین شرح کے ساتہ لکہا ہے شعر

اذا کنت لا تدری وغیرک لا یدری　　اذا جن لیل ہل تعیش الی الفجر

یہ اشعار ام ہانی کے ہین —

اشعار

فکن حامد اللہ شاکر فضلہ　　علی سائر الاحوال فی السر والجہر

وکن ساجد اللہ ما دامت قائم　　لعلک تحظی بالسیادۃ والفجر

فیا ایہا الانسان لا تک جاہلا　　واعلم بان اللہ ہو الکاشف الضر

حلیم کریم خالق الخلق کلہم　　ورازقہم من غیر مل ولا فجر

وصل علی المختار اشرف خلقہ　　علیہ سلام اللہ فی اللیل والفجر

ام الہناء - قاضی ابو محمد عبد الحق بن عطیہ اندلسی کی لڑکی تہی - طبیعت مین بلا کا زور تہا - فی البدیہہ بہت کہا کرتی تہی - ادبیات سے ماہر تہی - ایک نقل فی البدیہہ شعر کہنے کی مشہور ہے - اسکے باپ قاضی ابو محمد جسوقت کسی عہدہ پر مامور ہوئے اور جس شہر مین مامور ہو کر جانے کو تہے وہ وطن سے بہت دور تہا - اپنے اہل عیال کو وطن ہی مین چہوڑنے کا ارادہ تہا اسوجہ سے گریہ کنان گہر مین داخل ہوئے - ام الہناء نے یہ حالت اپنے پدر بزرگوار کی دیکہی اور فورًا یہ شعر موزون کیا شعر

یا عین صار الدمع عندک عادۃ　　تبکین فی فرح وفی احزان

صاحب نفح الطیب نے اس حکایت کو لکہا ہے —

ام الہیثم - ابن حجر عسقلانی - اصابہ مین لکہتے ہین کہ یہ عورت صحابیہ مین سے تہی - اپنی شوخ اور چلبلی طبیعت کیوجہ سے نہایت فصیح شعر کہا کرتی تہی اس نے امامہ بنت ابی العاص کے دوسرے شوہر مغیرہ بن نوفل کے مرثیے مین یہ دو شعر لکہے ہین اشعار

اشاب ذوائبی واذل رکنی　　امامۃ حین فارقت القرینا

تطیب بہ کما جتھا البطحا	ولما استیاست فقد ربنیا

امیمہ بنت عبد المطلب - یہ اونہین عورتون مین سے ایک عورت ہے جنہون نے اپنے باپ کی فرمایش سے قبل اوسکی موت کے مرثیے کہے تہے - فی البدیہہ اشعار لکہنے نے اسکو بہت مشہور کردیا تہا - اسنے بہی فوراً اپنے باپ کا مرثیہ اوسکے جیتے جی اوسکی فرمایش سے تیار کیا تہا وہ لکہتی ہے -

اشعار

الا ھلک الراعی العشیرۃ ذو الفقد	وساقی الحجیج والمحامی عن المجد
ومن یالف الضیف الغریب بیوتہ	اذا ما سماء الناس تبخل بالرعد
کسبت ولید الخیر ما یکسب الفتی	فلم تنفک تزداد یا شیبۃ الحمد
ابو الحارث الفیاض خلی مکانہ	ولا یبعدن فکل حی الی بعد
فانی لباک ما بقیت وموجع	وکان لہ اھلا لما کان من وجد
سقاک ولی الناس فی القبر ممطر	وسوف ابکیہ وان کان فی اللحد
فقد کان زینا للعشیرۃ کلھا	وکان حمیدا حیثما کان من حمد

آغا بیگم - یہ عورت بہت بڑی شاعرہ تہی - اسکا حسب نسب مشہور ہے - اسمین جلالت اور اقتدار بہت پایا جاتا تہا - شاعرون پر نہایت مہربانی کیا کرتی تہی - بہت سے شاعر اسکے یہان نوکر تہے - انکو انعام و اکرام سے سرفراز کیا کرتی تہی - اس عورت کا یہ شعر مشہور ہے ؎

آہ ازآن دامی کہ دارد رشتۂ جان تاب ازو	وای ازآن لعلی کہ ہر دم میخورم خوناب ازو

آغا بیگم - محمد خان ترکمانی کی دختر نیک اختر تہی - اسکی طبیعت بہی نہایت موزون واقع ہوئی تہی - اسکا یہ شعر مشہور ہے ؎

ز ہشیاران عالم ہر کرا دیدم غمی دارد	دلا دیوانہ شو دیوانگی ہم عالمی دارد

آغا دوست - یہ عورت ادب مین کامل تہی - اسکی طبیعت مین بہی ایک قسم کی موزونیت تہی - اسکا یہ شعر مشہور ہے ؎

ہر کجا آن مہ باین زلف پریشان بگذرد	ہر کہ بیند کفر زلف او ز ایمان بگذرد

آرزوی - یہ عورت سمرقند کی رہنے والی تہی - اسکا کلام نہایت دلپسند ہے اسکی یادگار اوسکے یہ دو مطلع ہین ؎

شدیم خاک بہت گر بدر دما نرسی	چنان رویم کہ دیگر بگرد ما نرسی

ولہ

ماند داغ عشق او بر جانم از ہر آرزو	آرزو سوز است عشق من سراسر آرزو

آغا دوست ثانی - درویش قیام کی لڑکی تہی - علم عروض مین اسکو پوری دستگاہ حاصل تہی - اسکے یہ چند اشعار مشہور ہین -

اشعار

ہر کجا آن مہ بآن زلف پریشان بگذرد	ہر کہ کفر زلف او بیند ز ایمان بگذرد
ای محبان بو العجب دردیست در عاشقی	ہر کہ دامنگیر او این درد شد ز درمان بگذرد
ہر کہ عاشق شد از و دیگر سر و سامان مجو	زانکہ عاشق ترک سر گوید ز سامان بگذرد
در فراقش دستی گیرد چو ابر نوبہار	گریہ زارش چو بیند ابر گریان بگذرد

ام زینب فاطمہ - عباس کی لڑکی - بغداد اسکا وطن تہا - علم فقہ مین کامل دستگاہ رکہتی تہی - یہ اپنے وعظ و پند سے لوگون کو مستفید کیا کرتی تہی - نہایت عابدہ اور زاہدہ تہی - مصری اور دمشقی عورتین اس سے استفادہ حاصل کرنے کو حاضر ہا کرتی تہین - سنہ ۷۴۱ ہجری مین اوسکا انتقال خاص بغداد مین ہوا -

اقبال بیگم - یہ عورت حیدرآباد کی رہنے والی ہے - بڑی صاحب لیاقت معلوم ہوتی ہے - اسکی تعلیم کا حال اور اندازہ اسکے ایک مضمون سے جو ۷ - نومبر سنہ ۹۶ء کے پیسہ اخبار

مین شایع ہوا تہا معلوم ہو سکتا ہے اور وہ مضمون پردہ کی فضیلت پر لکہا تہا جو ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

پردہ کی فضیلت

اخلاقی مضامین۔ تمدنی داستانین تعلیم نسوان کے رسالے بہت لکہے گئے اور لکہے جائینگے۔ مین چاہتی ہون کہ ایسا مضمون لکہا جاوے جو میری بہنون کیواسطے ایک دستور العمل سمجہا جاوے۔ مین اس مضمون مین صرف خیالات ہی نہین ظاہر کرونگی بلکہ حکماے بالغ نظر کے اقوال ولفضایح کو جو میری نظرون سے گذرے ہین۔ بہ مجمل تمثیل کے طور پر بیان کرونگی۔ مین آجکل اخبارون مین پردے کی نسبت مضامین وغیرہ دیکہتی ہون۔ مناسب یہ سمجہا گیا کہ پردے کی نسبت کچہہ لکہا جاوے۔ میری راے ناقص مین اسلامی بہنون کیواسطے پردے کا ہونا عین رحمت الہی ہے۔ بعض آزادی پسند اور نئی روشنی والون نے جو یہ راے قایم کی ہے کہ موجودہ پردہ شرعی پردہ نہین ہے۔ محض غلط ہے۔ ہمارے ہادی کامل اور ناموس اکبر نے اسلام کی مستورات کیواسطے پردے کی نسبت جسطرح حکم فرمایا ہے وہ عین مصلحت ہے۔

"فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ"

ہمارے شافع محشر پیغمبر عرب کو جو کچہہ اپنی امت سے محبت تہی وہ بیان کی محتاج نہین۔ مین نہین خیال کرسکتی کہ انہون نے اپنی پیاری امت کی دوسری قومون کیطرح بے پردگی کو پردہ تجویز کیا ہو۔ دوسری قومون کی عورات کی آزادی کے نتیجے جو روز بروز ظاہر ہو رہے ہین وہی غیرت مندون کو تازیانہ کا کام دیسکتے ہین۔ اور بجاے ایک تمدنی حالت کی مثال ہی بیان کرتی ہون جو ایک صاحبدل یا کسی نامہ سفر کا قول ہے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ بزرگان دین نے پردے کو مستورات اسلام کیواسطے رحمت الہی خیال کیا ہے۔ اور یہ ممکن نہین کہ ہادیان بالغ نظر اس مخبر صادق ملہمان ازلی

کے احکام کے قدم بقدم نہ چلتے ہون - اور وہ قول یہ ہی ہے

لقمہ کہ سر پوش نہ بر وے بود	از مگس و موراں مانے بود
شب چونہ بندی سر دیگ نعیم	گربہ وسگ راز ملامت چہ بیم

یعنی ایک خوان مین طرح طرح کی نعمتین ہین - اگر اوسکے اوپر سر پوش نہو تو ممکن نہین کہ مکھیون اور چینٹیون سے وہ کسی طرح محفوظ رہ سکے - اور اگر رات کو ایک دیگ زردہ یا پلاؤ کی پکا کر یونہی غفلت سے رکھدیجاوے - اوسکا منھہ نہ ڈھانپا جاوے یعنے اوسکی حفاظت نہ کیجاوے تو کتا اور بلی وغیرہ قابل ملامت نہین ٹہیر سکتے - ملامت کے قابل وہی شخص ہوسکتا ہے جس نے اوس دیگ کو حفاظت سے نہین رکھا - یہی تمثیل پردے کی نسبت صادق آتی ہے - اسلام کے سواے دوسری قومون کی عورات کے خوان عصمت پر ہوس کے سگ و گربہ کی دست اندازیان اظہر من الشمس ہین - دراصل قانون فطرت بہی اسی کا مقتضی ہے کہ مرد باہر پہر کے کما کر بیوی کے پاس لاوے - اور بیوی گھر مین خانہ داری کے انتظام مین مصروف رہے - ہان اگر بیوی بہی خاوند کی طرح باہر ہی پہرتی رہے گی تو گھر کے انتظام کا حال ناگفتہ بہ ہے - ایک عالی دماغ فلاسفر نے کیسا اچھا لکھا ہے

زن زشو چو خزن فزون باشد	حال سامان خانہ چون باشد
زن کہ در کوچہ ہا بہ تگ باشد	زن نباشد کہ مادہ سگ باشد

اے میری بہنو - مین تمہارے سمجہنے کیواسطے ایک آسان تمثیل لاتی ہون جس سے تمہاری سمجہہ مین بخوبی آجائیگا - کہ عورتون کا گھر مین بیٹہنا ہی راحت و آسایش کا باعث ہے اور مردون کا باہر پہرنا اور کاروبار مین مصروف رہنا ہی قانون قدرت کے مطابق ہے - دیکھو اگر چکی کے دونون پہر جنبش کرین تو آٹا کیسے پیسا جائیگا - اسی طرح اگر عورت مرد دونون باہر پہرتے ہین تو گھر کا انتظام کیونکر ہوگا

مرد شتابان بہ وزن باد رنگ	آمد و تیز در چو سپید و سنگ

اے میری بہنو- تم اچھی طرح جانتی ہو کہ سرمہ آنکھوں کیواسطے بنا ہے اور سفیدہ[1] ہمارے منہ کیواسطے اگر اسکے برعکس ان دونوں چیزوں کا استعمال کیا جاوے- یعنی سرمہ منہہ پر ملا جاوے اور سفیدہ آنکھوں میں لگایا جاوے تو ہم کو کیا کہا جاویگا خود ظاہر ہے کہ سرمہ منہہ پر ملا تو منہہ کالا ہوا- سفیدہ آنکھوں کے استعمال میں لایا گیا تو آنکھیں اندھی ہو گئیں- پس ہمکو مقتضائے عصمت اور حکیم کی نصیحت کو [illegible] عصمت کے بارے میں تمثیل کے طور پر اپنی پیاری [illegible] کو کہا ہے وہ نظم کے پیرایہ میں نصیحت یہ ہے

در خور آن زن کہ در شش گوشہ [illegible]	[illegible] - نقیبہ چشم

اے میری بہنو- میرا یہ مدعا نہیں ہے کہ محض گھر کے اندر ہی بیٹھے رہنے اور والدین یا خاوند کی پاسبانی سے ہی عصمت قائم رہ سکتی ہے- نہیں نہیں ہرگز میرا یہ خیال نہیں ہے- بلکہ میں یہ کہتی ہوں کہ پردے کے ساتھ عورت کو خود اپنی عصمت قائم رکھنے کا اختیار ہے- اگر وہ چاہے تو گوشہ میں بھی گنجینہ عصمت کو رایگان کھو سکتی ہے مثلاً ایک بکری بکریوں کے گلّے سے نکلکر خود بھیڑئے کے پاس آجاوے تو اوس گلّے کا کیا قصور ہے جو اوس جگہہ کی پاسبانی کر رہا ہے اسی مضمون کو ایک پاک خیال حکیم نے نظم کیا ہے وہ یہ ہے

بز چو خود آید سوی گرگ از شبان	سگ چہ کند گرچہ بود پاسبان

اے میری بہنو- بادام کی آنکھہ جب بے پردہ ہو گئی تو اوس کا مغز ہر ایک منہہ کا لقمہ ہو گیا اور جب تک غنچوں کی گرہ نہیں کھلی اوسکے گریبان میں ہوا نہیں جا سکتی-

---

[1] غالباً غازہ یعنی پوڈر سے مراد ہے-

عقلمندون کے واسطے ہی ایک تمثیل پردے کی نسبت کافی ہے -
العاقل تکفیہ الاشارۃ

اقبال بیگم ترک
تخلص پردہ نشین
مقیم حیدرآباد دکن -

حرف الباء

بثینہ - قبیلہ عذرہ مین سے تہی - اسکی مان کا نام حبا تہا اور اسکے باپ کا نام یحیی - شعرگوئی مین کامل دستگاہ حاصل تہی - نزہۃ الاسواق مین داود انطاکی نے لکہا ہے کہ اسکے ایک دوست کا نام جمیل تہا - جو نہایت خوشرو اور صاحب علم تہا - بثینہ کو جسوقت اسکے انتقال کی خبر پہونچی تو اوسوقت وہ بہت آبدیدہ ہوئی اور دو شعر کہے جو لکہے جاتے ہین -

اشعار

وان سلوی عن جمیل لساعۃ	من الدہر ما حانت ولا حان حینہا
سواء علینا یا جمیل بن معمر	اذا مت باساء الحیاۃ ولینہا

یہ دونون شعر کہکر زمین پر گر پڑی اور دیر تک اوس پر غشی کیحالت طاری رہی -

بثینہ - اسکے باپ کا نام معتمد تہا اور مان کا نام رمیکیہ تہا اور کبہی کبہی اعتماد کے نام سے بہی پکاری جاتی تہی - اس کے خاندان مین بہتیری فاضل اور ظریف گذرے ہین - اسکے دادا کا نام عباد المعتضد اور نانا کا نام ابوالقاسم قاضی محمد تہا - اسکے اس کے تین بہائی تہے جنکا نام رشید - مامون - اور راضی تہا - بثینہ ایک مرتبہ

قید کر دی گئی - قید کی حالت مین اوس نے اپنے مان باپ کے نام ایک منظوم خط لکھا جو یہان نقل کیا جاتا ہے -

اشعار

اسمع کلامی واستمع لمقالتی ... فهی السلوک بدت من الاجیاد
لاتنکروا انی سبیت واننی ... بنت الملک من بنی عباد
ملک عظیم قد تولی عصره ... وکذا الزمان یاول للافساد
لما اراد الله فرقة شملنا ... واذاقنا طعم الاسی من زاد
قام النفاق علی ابی فی ملکه ... قدنی الفراق ولم یکن بمراد
فخرجت هاربة فحازنی امرء ... لم یات فی اعماله بسداد
اذباعنی بیع العبید فضمنی ... من صاننی الامن الانکاد
وارادنی لنکاح نجل طاهر ... حسن الخلائق من بنی الاجیاد
ومضی الیک یسوم رایک فی الرضا ... ولانت تنظر فی طریق رشاد
فعساک یا ابتی تعرفنی به ... ان کان ممن یرتجی لوداد
وعسی رمیکیة الملوک بفضلها ... تدعو لنا بالیمن والاسعاد

اسکے والدین نے جسوقت یہ خط پایا تو خدا کا شکر ادا کیا - اور اس خط کے جواب مین معتمد نے جو خط لکھا تھا اوس مین ایک شعر نصیحت آمیز بھی تھا جو یہ ہے ؎

بنیتی کونی به برة ... فقد قضی الدهر باسعافه

یدو ئیہ - اسکے شوہر کا نام آمر باحکام اللہ تھا - جو خلفاے فاطمی مین سے تھا اور مصر مین سلطنت کرتا تھا - اسکے شوہر نے ایک عالیشان قصر جسکا نام ہودج تھا رود نیل پہ تیار کرایا تھا - کیونکہ اسکی طبیعت تنگ مکانات سے نفرت کرتی تھی - ہمیشہ فراخی اور وسعت پسند طبیعت یہ چاہا کرتی تھی کہ کھلا ہوا میدان ہو اور اوسمین ایک عالیشان

عورت جسکو انصار و اشعار چاروں طرف سے گھیرے ہوے ہون۔ چونکہ قدرتی طور پر صباحت اور ملاحت کا حصہ اوسمین موجود تھا۔ اسوجہ سے اوسنے روذیل کے قصر مین جو ہوصح کے نام سے موسوم تھا رہنا اختیار کیا۔ چونکہ بدویہ تعلیم یافتہ بھی تھی اسلئے فصاحت اور بلاغت مین بھی اوسکو حصہ ملا تھا۔ شعر خوب کہتی تھی۔

بره۔ بنت عبد المطلب۔ اسکی بہن کا نام اروی تھا۔ یہ وہی عورت ہے جسنے اپنے باپ کے انتقال کے قبل اوسکے حکم سے مرثیہ کہا تھا۔ جسکے چند شعر یہان لکھی جاتے ہین

اشعار

اعینی جودا بدمع درر	علی طیب الخیم والمعتصر
علی ماجد الجد واری الزناد	جمیل المحیا عظیم الخطر
علی شیبة الحمد ذی المکرمات	وذی المجد والعز والمفتخر
وذی الحلم والفضل فی النائبات	کثیر المکارم جم الفخر
له فضل مجد علی قومه	منیر یلوح کضوء القمر
اتته المنایا فلم تشوه	بصرف اللیالی وریب القدر

بنان۔ ابن ظافر لکھتا ہے کہ بنان اور فضل الشاعرہ خلیفہ متوکل کے زمانہ مین تھین ایک مرتبہ خلیفہ متوکل نے ان دونون عورتون کے بازو پکڑکے یہ شعر پڑھا ؎

تعلمت اسباب الرضا خوف سخطه	وعلمه حبی له کیف یغضب

اور کہا کہ تم دونون ایک ایک شعر کہو جو میرے شعر سے مناسبت رکھتے ہون۔ فضل نے فی البدیہہ یہ شعر کہا ؎

یصد وادنو بالمودة جاهدا	ویبعد عنی بالوصال واقرب

بنان نے بھی فوراً یہ شعر تصنیف کرکے سنایا ؎

وعندی له العتبی علی کل حالة	فما منه لی بد ولا عنه مذهب

ناظرین ان اشعار کی مناسبت کو خود ملاحظہ کر سکتے ہین۔

بی بی بیدلی - شیخ عبد اللہ دیوانہ کی حقیقی بہن تہی - ہرات اسکا وطن تہا - علی حزین نے اسکا ذکر کیا ہے اسکا علم و فضل اگرچہ کامل نہ تہا - مگر کتب بینی کی بہت شوقین تہی - اسکا یہ شعر مشہور ہے ؎

روم بباغ و ز نرگس دو دیدہ وام کنم	کہ تا نظارہ آن سرو خوش خرام کنم

جارۃ الہلالیہ - یہ عورت فصاحت مین مشہور ہے - اسکے دو شعر درج ہین

اشعار

یا زینب دونک فاحفظی زادنا	سیفنا حساما فی التراب دفینا
قد کنت ذخرنا لیوم کریہۃ	فالیوم امر بہ الزمان ضنینا

حرف التاء

تقیہ الارمنازیہ - سنہ ۵۰۵ ہجری مین پیدا ہوئی تہی - دمشق اسکا خاص وطن تہا - اسکے باپ کا نام ابو الفرج تہا جسکا انتقال ۵۰۹ ہجری مین ہوا تہا - اسکے دادا کا نام السلام تہا - اسکے لڑکے کا نام ابو الحسن علی تہا اسکا انتقال صفر کے مہینے مین ۵۷۹ ہجری مین بمقام اسکندریہ ہوا - یہ عورت نہایت قابل تہی علم و فضل مین کامل تہی - اسکی فصاحت کی بہت شہرت تہی - تقیہ نے ابو الطاہر السلفی کی جو اسکندریہ کا رہنے والا تہا نوکری کر لی تہی - ابو طاہر کے پاؤن مین ایک مرتبہ چوٹ لگ گئی - اور اسکی چھوٹی بہن نے اپنے ڈوپٹہ مین سے تہوڑا کپڑا پہاڑ کر ابو طاہر کے پاؤن مین باندہ دیا - تقیہ نے اسکے پاؤن کو دیکہکر فورًا یہ دو شعر کہے ؎

لو وجدت لسبیل حیث تجری	عوضا عن خمار تلک الولیدۃ
کیف لی ان اقبل الیوم رجلا	سلکت دہرہا الطریق الحمیدۃ

قاضی شمس الدین بن خلکان نے بیان کیا ہے کہ تقیہ نے ان شعرون کے مضمون کو ہرون بن یحییٰ المنجم سے اقتباس کیا ہے۔ ہرون کے شعر یہہ ہین۔

اشعار

کیف نال العثار من لم یزل	منه مقیما فی کل خطب جسیم
او ترقی الا الذی الی قدم لسم	تخطا الی [illegible] مقام کریم

تقیہ کے قصائد اور قطعات بہت کثرت سے [illegible]ب آبدار فصیح ہین حافظ زکی الدین ابو محمد عبد العظیم المنذری نے [illegible] کیا ہے کہ تقیہ نے ایک قصیدہ خمریہ کے نام سے ملک مظفر تقی الدین عمر برادرزادہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی شان مین لکہا تہا جسمین اوسکی بزم کی آرائش کا حال نہایت [illegible] اسلوبی سے بیان کیا تہا شراب کا دور۔ لہو ولعب۔ شوکت وجلال بزم ان سب کا ذکر نہایت مبالغہ سے کیا تہا۔ ملک تقی الدین نے سنکر کہا کہ یہہ سب باتین لڑکین کی تہین جو بالکل ترک کردی گئین۔ تقیہ نے تقی کی ان باتون کو سُنا اور ایک دوسرا قصیدہ زہدیہ کہا۔ جسمین وقائق امور حربیہ کو نہایت واضح طور سے بیان کیا تہا۔ نکات شعری اور سخن سرائی اعلے درجے کی خرچ کی تہی۔ جس سے اوسکے ماہر فن ہونے کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ابو طاہر السلفی (جسکے پاس تقیہ نے نوکری کرلی تہی) سے ابو الحجاج صاحب کتاب الف باء جسکا عرف ابو الحسن علی بن حمدون تہا اور جو اسی عورت کا لڑکا تہا اسنے تحصیل علم کیا تہا۔ اس لڑکے نے اپنی ماں کی فرمایش سے اوسکا (یعنی اپنی ماں کا مصنفہ دیوان) دیوان جمع کیا تہا۔ اور ماں نے یہہ حکم دیا تہا کہ تم اسکو پڑہا کرو۔ ہم اوسکے چند اشعار نذر ناظرین کرتے ہیں جنکو تقیہ نے ایک قصیدہ میں لکہا ہے۔

اشعار

اعوامنا قد اشرقت ایامها	وعلا علی ظهر السماک خیامها
والروض مبتسم بنور اقاحه	لما بکی مرحا علیه غمامها
والمرجس لعض الذی احداقه	ترنو فیفهم ما تقول خزامها
والورد یحکی وجنة محمرة	اخجل من فرط الحیاء لثامها
وشقائق النعمان وجناته	خالات مسک خالها رقامها

ذیل کے اشعار حافظ سلفی کی شرح مین ہین

یا صاح قم لسعادة قد اقبلت	وتنبهت بعد الکری نوامها
لما تجرد للقریض حسامها	فخر الائمه شیخها وهمامها
ارض العراق بفضله وشآمها	یا صاح قم لسعادة قد اقبلت
واجھر بخی اطرنا الجلی فکرنا	مدح الامام علی الانام فریضة
الحافظ الخیر الذی شهدت له	ارض العراق بفضله وشآمها

تصویر تخلص ہے۔ صوبۂ بنگال کے مشہور شہر مرشد آباد کی رہنے والی تھی اسکا اصلی نام بلقیس خانم تھا۔ تعلیم علوم سے آراستہ و پیراستہ تھی طبیعت مین سوز و نمک خداداد تھی۔ فارسی اور اردو دونون قسم کا کلام پایا جاتا ہے یہان ایک شعر ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ شعر

فتنۂ زالی است شناختہ ام	بہ بلائی گشت شناختہ ام

میر حشمت عظیم آبادی بیان کرتے ہین کہ ایک مرتبہ تصویر اپنی شیرخوارہ لڑکی کو کندھے پر ڈالے ہوئے انگنائی مین لیے کھڑی تھی۔ کہ اتنے مین میر عشقی جو اوسکے شوہر تھے باہر سے آ گئے۔ لڑکے کو کندھے پر پڑا ہوا دیکھکر فورا یہ مصرعہ پڑھا۔ ع دیدم بدوش آمد طفلے پری زادے۔ تصویر اوسکی بی بی نے بھی فی البدیہہ یہ مصرعہ پڑھا۔ ع چون مصرعے کہ باشد پیوستہ زادے

تحفہ جوہریہ:- یہہ عورت عارف اللہ تھیں اور ہمیشہ عشق حقیقی میں بیخود رہا کرتی تھیں - نفحات الانس میں اس عورت کا کچھہ ذکر ہوا ہے - یہہ عورت اپنے عشق حقیقی کی بیخودی میں آہ و زاری کیا کرتی تھی - کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا - اسکے گھر کے لوگ اکثر اس سے بیزار اور پریشان رہا کرتے تھے - آخر کار اسکو مجنون سمجھکر پاگل خانہ میں بھیجدیا - سری سقطی جو ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں - اونہوں نے پاگل خانے سے اس عورت کو نکلوایا - یہہ عورت اعلےٰ درجے کی تعلیم یافتہ تہی - اسکی وہ نظم جسکو اوسنے پاگل خانے میں تصنیف کیا تہا ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے -

اشعار

معشر الناس ما جننت ولیکن	انا سکرانة وقلبي صياح
اغللتم يدي ولم ات ذنبا	غير جهدي في حبه و افتضاح
انا مفتونة بحب حبيبا	لست ابغي عن بابه من براح
فصلاح الذي زعمتم فسادي	وفسادي الذي زعمتم صلاح
ما على من احب مولى الموالي	و ارتضاه لنفسه من جناح

حرف الثاء

ثریا:- یہہ عورت اعلےٰ درجے کی تعلیم یافتہ تھی - اسکے باپ کا نام عبد اللہ بن الحرث بن امیۃ الاصغر ہے - اسکے شوہر کا نام عبد العزیز تھا - ایک مرتبہ عمر بن ابی ربیعۃ المخزومی نے جو مشہور متقدمین شعراے اسلام سے تہا ذیل کے چند شعر ثریا کے پاس لکھکر بھیجے -

اشعار

كتبت اليك من بلدي	كتاب مؤله كمد

كئيب وكف العينين	بالحسرات منفرد
يوزقا لهيب الشوق	بين النحر والكبد
فيمسك قلبه بيد	ويمسح عينه بيد

ثریا نے جب مذکورہ ابیات کو دیکھا اور پڑھا بہت روئی اور یہہ شعر پڑھ کے چار شعروں میں اوسکو جواب لکھہ بھیجا۔

شعر

بنفسي من لا يستقل بنفسه	ومن هو ان لم يحفظ الله ضائع

ثریا نے جو اشعار جواب میں لکھے وہ یہہ ہیں۔

اشعار

اتاني كتاب لم ير الناس مثله	امد بكافور ومسك وعنبر
وقرطاس قوهية ورباطه	بعقد من الياقوت صفا وجوهر
وفي صدره مني اليك تحية	لقد طال تهيامي بكم وتفكري
وعنوانه من مستهام فواده	الى هائم صب من الحزن مسعر

حرف الجیم

جانان بیگم عبدالرحیم خانخانان کی لڑکی تھی۔ علم و فضل میں اس عورت کو اعلے درجہ حاصل تھا۔ بہت سے علوم سے واقف تھی۔ اس تصنیف اور سخاوت میں مشہور عورت نے قرآن شریف کی تفسیر بھی لکھی ہے۔ جہانگیر نے اسکے ظاہری اور باطنی حسن کی شہرت سنکر اوس سے نکاح کی درخواست کی۔ اس باعصمت عورت نے اپنے گیسو کاٹ کے اور دانتوں کو توڑ کے جہانگیر کے پاس بھیجدیا۔ جہانگیر اوسکی اس حرکت کو عفت کی دلیل سمجھا اور بہت تعریف کی۔ اس عورت کا یہ شعر مشہور ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے۔

شعر

عاشق ز خلق عشق تو پنہان چسان کند | پیدا است از دو چشم ترش خون گریستن

جمیلہ ۔ ناصر الدولہ جو ملوک بنی حمدان سے تہا اوسکی دختر نیک اختر تہی۔ اس عورت کے جود و سخا کی بہت تعریف کیجاتی ہے ۳۶۶ھ میں جبکہ زیارت کو معظمہ کو گئی تہی اوسوقت اوسنے بہت سی نیکیاں اپنے لیے جمع کرلیں۔ سنہ مذکور میں جتنے حاجی تہے اونکو شربت پلایا۔ خانہ کعبہ کے لیے دو ہزار دینار نذر کیے۔ تین ہزار غلاموں کو آزاد کیا۔ اور پانسو پیادوں کو خلعے عطا کیے بہرحال اسقدر عطیات وافر عنایت کیے کہ ام جعفر زبیدہ کا سفر حج لوگ بہول گئے۔ اور زبیدہ کی جگہہ جود و سخا میں جمیلہ کا نام مشہور ہوگیا۔ یہہ عورت تعلیم یافتہ تو ضرور تہی۔ یہہ سب علم ہی کے کرشمے ہیں جو دکہلائے گئے۔ یہہ کچہہ ضروری امر نہیں ہے کہ پڑہا لکہا کچہہ تصنیف کیا کرے۔ خصوصًا اگلے زمانے کی عورات

جمیلہ اصفہانی ۔ یہہ عورت خوش سیرت خوبصورت خوش طبع اور نہایت شیرین زبان تہی۔ اسکے علاوہ اسنے ایک بہت بڑا یہہ کام کیا ہے کہ ہندوستان کی سیاحت نہایت ادق نظر سے کی تہی اور یہاں کے بہت سے حالات دریافت کیے تھے۔ علم سے آراستہ تہی اسکا یہہ شعر مشہور ہے۔

شعر

ما آن ہم خلید در جگر لخت لخت ما | ما [illegible] نشست زنگار بخت ما

جہان خانم ۔ یہہ عورت ناصر الدین شاہ قاچار کی مادر مکرمہ تہی اس خاتون نے اپنی مملکت میں جس حسن تدبیر سے بغیر کسی شمشیر اور معین کے انتظام کیا وہ قابل تعریف ہے اوسکی صائب رائی اور متانت فکر اور عقل کی تیزی نے سلطنت میں وہ قوت پیدا کردی تہی جیسی کہ چاہیے۔

اشعار

بنان و کلکش اندر قلم زده تحریر — دبیر بود نه منشی نه پس چه سلطان بود
سطور خامهٔ او بر بیاض صفحهٔ عدل — بخط ریحان منشور حکم و فرمان بود

اس خاتون کی نسبت ایک ایرانی کے قلم سے جو الفاظ نکلے ہیں اونکو ہم بجنسہ یہان نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ "فی الحقیقہ صفحات خط آن مخدرهٔ معظمه طاب ثراها که هریک محض بذل عطیه و عطا های وظیفه و اعانت ملهوفین و تأمین خائفین و حمایت بضعفا و رعایت رعایا نگاشته شده تعالی هست که دارندگان شطری و سطری از آن را از عقد مروارید گرامی‌تر دارند و وسیلهٔ افتخار دودمان خود میشمارند و همین کلک و بنان و تقریر و بیان و رای صائب و هوش ثاقب بود که پس از ارتحال شهریار مبرور ماضی محمد شاه غازی انار الله برهانه تفریق کلمه از میان بزرگان و ارکان دولت ایران برداشت و بحکام ولایات و ایالات ممالک محروسه ارقام و احکام نگاشت و اعمال و عمال اقطار را در تحت نظم و انتظام گذاشت تا موکب منصور اعلی حضرت صاحبقران از دار السلطنه تبریز بدار الخلافه طهران تشریف ورود ارزانی فرمود و تخت کیان را بجلوس میمنت مانوس مزین نمود و تفصیل این اجمال که محتوی بتسهیل هزار اشکال است تاریخی مبسوط میباشد که مورخین اینده دست ابدایت نگاشته و برای طالبین خیر و حافظین سیر گذاشته و اگر ما بخواهیم بتکرار و شرح آن گرائیم باید که کتابی جداگانه تالیف نمائیم و آن از تناسب وضع این دفتر خارج گردد و مثنوی هفتاد من کاغذ شود پس همین قدر گوئیم این ملکهٔ معظمهٔ ایران که روانش در غرقاب جنان مبتهج و شادان باد دختر زادهٔ خاقان خلد آشیان فتحعلی شاه فرزند امیر کبیر محمد قاسم خان بن سلیمان خان اعتضاد الدوله قاجار و والدهٔ ماجدهٔ او خواهر بطنی حسین علی میرزای فرمان فرما و حسن علی میرزای شجاع السلطنه است در سال یکهزار و دویست

چهار هجری با-

شعر

محمد شد این شاه درویش دوست	که شاهی مباهی بکردار اوست

عزیمت مزاوجت حاصل نمود و در مهام ملکی با مراتب عالی بر نفوذ اوامر دولت افزود و در
هر سوره و موقع کمال کفایت و وفور درایت خود را اظهار فرمود و در سال هزار و دویست
و چهل و هفت در ششم ماه صفر المظفر وجود مسعود همایون اعلی حضرت خسرو صاحبقران
ناصر الدین شاه دام ملکه از بطن طاهر او باطن و ظاهر جهان را آرایش داده و در تمام عصر
شهریار مبرور و در یک قسمت از عهد معدلت مهد خسرو منصور آن مخدره ملکی را به مهربانی
مادر بلکه خلق را بکفالت پدر بود و از صنایع عالیه در خط و نقاشی مهارتی بکمال داشت
و تفنن را گاهی گل دوزی میکرد که ارباب خبرت و سلیقه را بحیرت می آورد افسوس
که در سال هزار و دویست و نود هجری روز دوشنبه ششم ماه ربیع الثانی در آنوقت که موکب
مسعود خسروانی در اقلیم اروپا و خاطر بیضا مظاهر همایونی را بکشف دقایق مشغول
میساخت ملکه مخدره مرحومه رحمها الله لوای عزیمت بهشت افراخت طایر روحش
در خلد برین سدره نشین شد و اگر تفقد اعلی حضرت شاهنشاه جمجاه که دوام عمر همایونش
اسباب رفاهست مایه تسلیت نبود گروهی انبوه بخاک سیاه می نشستند اما وزیر
مرحومه مستر کبری و مهد علیا نور الله مضجعها مرحوم شاهزاده معظم علی قلی میرزا ابن خاقان
المغفور فتحعلی شاه الملقب باعتضاد السلطنه بود که علم و فضل و فهم و عقل و تبحر و بصیرت و
بزرگمنشی و خبرت او آفاق را گرفته و صیت آن باصقاع و اقطاع رفته است و از خصایص
معظمه مرحومه رضوان الله علیها آنکه عقلی کامل و ذوقی سلیم و طبعی موزون و استعدادی
جامع معارف مفرط داشت و بر دانشمندان و کارآگاهان مملکت وقعی کامل میگذاشت
طبقات مردم را حسب المراتب شناسا بود و در عواقب کلیه امور بینا تا آنکه جز سپهر ا

زیادہ از آنکہ بشمار آید و ہوشمند اعداد آن را التعداد نماید نثر یا نوشتہ کہ بلاآلی منثور بنا
و نظمہا کہ جو بیجای قلائد بر نحو رفشانند از آن جملہ است۔ **بیت**

از مرد و زن آنکہ ہوشمند ست	اندر ہمہ حال سر بلند ست
بیدانش اگر زنست اگر مرد	باشد بہ مثل چو خار بے ورد

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جہان خانم علاوہ ادب۔ خوشخطی۔ ہنر خانہ داری اور سینے پرونے کے علم سیاست مدن مین لائق اور رموز سلطنت سے بخوبی ماہر تھی۔ یہہ فارسی عبارت ۱۳۱۰ھ میں لکھی گئی تھی جبکہ ناصر الدین شاہ حیات تھے۔

جہان آرا بیگم:۔ شاہ جہان بادشاہ کی تیسری بیٹی تھی۔ یکم ماہ صفر ۱۰۲۳ھ بروز چہارشنبہ کو یہہ خاتون ارجمند بانو بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی۔ ۲۷ محرم ۱۰۵۴ھ کو یکایک چراغ کی لو سے اسکے کپڑوں میں آگ لگ گئی جسکی وجہ سے اسکے بدن کا بہت سا حصہ جل گیا۔ اس زمانے مین اسکا باپ دکن میں تھا۔ ڈاکٹر بوٹن صاحب جو نہایت قابل اور تجربہ کار حکیم تھا۔ اوسکو سورت سے بادشاہ نے طلب کیا اور جہان آرا کا معالجہ شروع کرایا۔ چندہی روز میں اس خاتون کو آرام ہوگیا۔ اسکی عوض میں سیدھے سادے بادشاہ نے ڈاکٹر موصوف کی خواہش کے مطابق یہہ حکم دیا کہ بنگالے میں تجارت کی کوٹھیاں بنائے اور نہایت آزادی سے اپنی تجارت کو رونق دے۔ حاجی محمد خان قدسی نے جہان آرا کے جلنے میں ایک قصیدہ لکھا تھا جسوقت وہ قصیدہ بادشاہ کی خدمت میں گذرا تو بادشاہ بہت خوش ہوا اور پانچہزار روپیہ اوس قصیدے کے صلے میں مرحمت کیا۔ اوس قصیدے کا ایک شعر یہہ ہے۔

شعر

تا سر زدہ از شمع چنین بے ادبی	۱	پروانہ ز عشق شمع را سوختہ است

مرزا محمد علی جسکا تخلص ماہر تھا اسنے ایک مختصر سی مثنوی جہان آرا کی شان مین لکھی تھی۔ یہہ مثنوی عنایت خان کے توسط سے جو جہان آرا کا علوم و فنون مین کامل اوستاد تھا جہان آرا کی خدمت مین پیش کی۔ جہان آرا نے اوسکو تمام و کمال دیکھا۔ تمام مثنوی مین جو شعر اوسکو سب سے اعلیٰ درجے کا معلوم ہوا اور جس سے خوش ہوکر مبلغ پانسو روپے اوسکو عنایت کیے یہہ تھا۔

	شعر	
بذات او صفات کردگار ست		کہ خود پنہان و فیضش آشکار ست

۳ رمضان ۱۰۹۲ھ مین اس خاتون کا انتقال ہوا اور نظام الدین صاحب کے روضے کے صحن مین اس خاتون نے اپنی زندگی مین مقبرہ تیار کرایا۔ لوح مزار پر ایک یہہ شعر لکھا ہے۔

	شعر	
بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا		کہ قبر پوش غریبان ہمین گیاہ بس ست

اور یہہ نثر عبارت لکھی ہوئی ہے "وھو الحی القیوم"

جہان خاتون:— یہہ خاتون شیراز کی رہنے والی تھی اپنے ہمعصرون مین بڑی مالدار تھی۔ اپنے زمانے کے علوم و فنون سے بھی آراستہ و پیراستہ معلوم ہوتی ہے۔ عبید زاکانی اکثر اس خاتون کے مکان پر آیا کرتے تھے جنکا یہہ بہت احترام کیا کرتی تھی اسکے تمام کلام مین سے جو کچھہ ہمکو ملا ہے وہ یہہ ایک شعر ہے۔

	شعر	
مصوریست کہ صورت ز آب میسازد		ز ذرہ ذرہ خاک آفتاب میسازد

حرف الحا

حبابہ:- یہہ خاتون اپنے علم و فضل کی وجہ سے ایک بہت بڑے رتبے پر پہونچ گئی تھی یعنی محدثات مین اسکا شمار کیا گیا ہے ابو سلمہ التبوذکی جیسا لائق شخص اسی خاتون کا شاگرد رشید تھا-

حبیبہ:- عبد العزی العوراکی لڑکی تھی علم و فضل کے علاوہ طبیعت مین خدا داد سوز و نیت تھی چنانچہ اوسکے چند اشعار دیوان حماسہ سے نقل کرکے ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہین-

اشعار

الی الفتی بزتلکا ناقتی	انی ورب الراقصات الی منی
او لی علی هلك الطعام الیه	وصی بها جدی وعلمنی لی
حافظ حمیتك لا ابالك واحتز	فکسا منا سمها النجیر الاسودی
بجنوب مکة هدیهن مقلد	ابد اولکنی ابین وانشد
نفض لو عاء وکل زاد ینفد	لا تحن قنه فارة وجل جسد

حبیبہ:- زین الدین عبد الرحمن ابن الامام جمال الدین ابی بکر محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبد الرحمن بن اسمٰعیل بن المنصور المقدسی کی دختر نیک اختر تھین انکا شمار محدثات مین کیا گیا ہے کسی زمانے مین یہہ محدثہ خاتون ام عبد الرحمن حبیبہ کے نام سے مشہور تھین اسناد حدیث اور تعداد روات مین ید طولےٰ تھا ذہانت کے ساتھہ حافظہ بھی عجیب و غریب تھا شیخ تقی الدین عبد الرحمن بن ابی فہم الیلدانی اور خطیب مردان علم حدیث مین اس محدثہ کے اوستاد تھے اور مختلف علوم کو ابراہیم بن خلیل سے حاصل کیا تھا سبط حافظ سلفی جو اسکندریہ کے مشہور و معروف محدث تھے اور دیگر علما مثل ابراہیم ابی بکر الزبجی وفضل الله بن عبد الرزاق وغیرہ نے جو بغداد کے رہنے والے تھے علم حدیث کی اجازت دی تھی

عام طور سے یہہ خاتون تقدس عصمت اور عفت مین مشہور تھی ۷۳۲ھ کے ماہ شعبان مین یہہ محدثہ سوت کے پنجے سے نہ بچ سکی۔ صلاح الدین صفدی نے جو ۷۲۰ھ مین ایک مورخ گذرا ہی مشار الیہا کا حال اوسکی اجازت سے اپنی کتاب بعنوان النصر مین لکہا ہی۔

حبیبہ خانم:۔ اسکے باپ کا نام علی پاشا تہا۔ محمد ذہنی افندی لکہتے ہین کہ مین اور یہہ خاتون ۱۲۶۲ھ مین پیدا ہوا تہا ایں عورت کی شادی محمد افندی جو اسلام بول کے معزز خاندانون مین سے ایک شخص تہا ہوئی تھی تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے اسکا علم ادب بہت بڑہا ہوا تہا اور اسی وجہ سے اکثر اوقات نظم سے مشغلہ رکھتی تھی اوسکے چند شعر جو ترکی زبان مین ہین ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہین۔

اشعار

چکر وہ تیغ غمزک زخمی وار کن اتہ پیکانک
سیز ای قاشی یای ارتق تیر دیر تیمہ مژگانک

نگاہ سنکہ جانا کہ شایان کوردک اغیار ی
سینہ نو پارہ لر اچدی درونہ تیغ ہجرانک

او غافل بیخبر نادان بلدو یہ ہم او مشیرہ
وصالکدن بزی دور ایلیدک وا او لسون احسانک

امید حرمت قلمق عبث دوستدان ایلیمز
سنی بیدین و مشیار دی ازلدن تیغ قدر ایمانک

حبیبہ بیار و ادردون خاص او المقدہ مشکل
امید اتیمز اسیر دردادی لا علم غیری درمانک

حجابی:۔ یہہ خاتون ہلالی کی لڑکی تھی اسکا وطن استر آباد تہا بعضون نے اسکو خواجہ حاجی کی لڑکی لکہا ہے یہہ عورت نہایت خوش طبع تھی اسکا یہہ شعر مشہور ہے۔

شعر

مران بخواریم ای باغبان ز گلشن خویش
کہ ہیچ روز دگر گل نخاک یکسان ست

حجناءہ۔ یہہ خاتون نصیب شاعر کی لڑکی تھی شاعری مین اپنے باپ کی ہمپلہ مشہور ہے یہہ دونون باپ بیٹی عباسیون کے زمانے مین موجود تھے خلیفہ مہدی تفریحًا اس خاتون کے محلہ مین جسکا نام علی آباد تھا سیر کنان چلا گیا۔ حجناء اور اوسکے باپ نے خلیفہ کی آمد سنی اور دونون اوسکی خدمت مین حاضر ہوئے اور دونون نے ذیل کے اشعار پڑھے۔

اشعار

رب عیش ولذة ونعیم	وبها بمشرق المیدان
بسط الله فیه الهی بساط	من بهار وزاهر الحوذان
ثم من ناضر من العشب الو	خضر یزهی شقائق النعمان
مده الله بالمحاسین حتی	قصرت دون طوله العینان
حففت حافتاه حیث تناهی	نجباء فی العین کالظلمان
زینوا وسطها بطارمة مثل	الثریا یحفها الشمعان
ثم خشوا الخیام بیض کامثال	المهی فی صرائم الکثبان
یتجارین فی غناء یحجب	اسعد الی یا نخلتی حلوان
فبقصر السلام من سلم الله	والهی خلیفة الرحمن
ولدیه الغزلان بل هن	الهی عنده من سوار دالغزلان
باله منظر او یوم سرور	شهدت لذته کل حصان

خلیفہ ان اشعار کو سنکر بہت خوش ہوا اور تحسین کی اور دونون کو ہزار درہم عنایت کیے۔ اسی زمانے مین حجناء خلیفہ مہدی کی لڑکی عباسہ کی خدمت مین حاضر ہوئی اور ذیل کے اشعار قحط کی شکایت مین سنائے۔

اشعار

آتيناك يا عباسة الخير لي حمى ... وقد عجفت آم المهاري وكلت
وما تركت منا السنون بقية ... سوى رمة مامن الجهد رمت
فقال لنا من ينصح الرأى نفسه ... وقد ولت الاموال عنا فقلت
عليك ابنة المهدى عوذى بيابها ... فان محل الخير في حيث حلت

عباسہ نے ان اشعار کو سنکر خلعت اور چند قسم کے عطریات مع تین ہزار درہم کے اوسکو عنایت کیے جحشاء نے اس عطیہ کی شکر گزاری مین ذیل کے اشعار اوسکو سنائے۔

اشعار

من ضرب تسم وتسعين محلله ... مثل المصابيح فی الظلمات تلق
اما الحسود فقد امسی تغیظه ... غما وكاد بجبر الریق یختنق
وذو الصداقة مسرور لنا فرح ... بادی البشارة ضاح وجهه شرق

حسانۃ التميمية :- مشہور اور معروف شاعر ابو الحسین کی لڑکی تھی جسکا وطن اندلس تھا اس خاتون کو ادبیات مین بڑا طولے حاصل تھا اسکا باپ ابو الحسین اسکی ناکدخدائی کے زمانے مین انتقال کرگیا اب اور یہہ عورت معاش کی طرف سے بہت پریشان ہوئی کیونکہ ابو الحسین کے بعد اوسکے خاندان کے کسی شخص نے اوسکی کفالت نہین کی لیکن اوسکے پاس ایک بہت بڑا کفیل یعنی علم موجود تھا جو اسکو خلیفہ اندلس کے پاس ذیل کی نظم کے ذریعہ سے لے گیا۔

نظم

اني اليك ابا العاصي موجعة ... ابو الحسين سقته والكف الديم
قد كنت ارتع في نعماه عاكفة ... فاليوم آوى الى نعماك يا حكم
انت الامام الذي انقاد الانام له ... وملكته مقاليد النهى الامم

لا شئ اخشى اذا ما كنت بي كنفا	اوى اليه ولا يعرو بلى العدم
لا زالت بالعزة القعساء مرتديا	حتى تذل اليك العرب والعجم

خلیفہ اندلس نے اسکو بہت سا روپیہ عنایت کیا وہ خوش خوش اپنے گھر واپس آئی۔

حفصہ بنت الحاج الرکونیہ :۔ یہہ عورت اہالی غرناطہ سے تھی اپنے جمال اور کمال مین بے مانند اور بے مثل تھی ادبیات مین اوسکو پوری واقفیت تھی جسکی وجہ سے اوسکی طبیعت کی موزونیت مین پوری جلا ہوگئی تھی اسی وجہ سے لوگ اوسکو شاعرۃ الاندلس کہا کرتے تھے اوسکے تین شعر جنکو اوسنے امیر الموحدین عبدالمومن بن علی کی شان مین فی البدیہہ نظم کیے تھے ذیل مین درج کیے جاتے ہین۔

اشعار

يا سيد الناس يا من	يؤمل الناس رفده
امنن علي بطرس	يكون الدهر عده
تخطي ويمناك فيه	الحمد لله وحده

حفصہ بنت حمدون :۔ یہہ عورت بھی اندلس کی رہنے والی تھی اور علم ادب مین کامل دستگاہ رکھتی تھی اوسنے اپنے ملازمون کی شکایت مین جو شعر نظم کیے ہین وہ ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہین۔

اشعار

يا رب اني من عبيدك على	جمر الغضا ما فيهم من نجيب
اما جهول ابله متعب	او فطن من كيده لا يجيب

حکیمہ دمشقیہ :۔ اس بزرگ عورت کا شمار عارفہ مین کیا گیا ہے۔

شام اسکا وطن تھا رابعہ شامیہ اس عورت کی مرید تھین۔

حمدہ بنت واثق:۔ اسکا دوسرا نام حمدۃ الہیتینیہ تھا قرن چہارم کے آخر زمانے مین موجود تھی بغداد اسکا خاص وطن تھا یہہ خاتون بہت بڑی واعظہ تھی صاحب کتاب الوافی بالوفیات کہتے ہین کہ حمدہ نے علم حدیث ابوبکر احمد بن علی بن بدران الحلوانی سے حاصل کیا تہا اور ابن سمعانی نے اس بزرگ عورت سے علم فقہ اور علم حدیث دونون حاصل کیے تھے۔

حمدونہ:۔ اس عورت کا وطن بھی اندلس تہا ادب مین صاحب رتبہ اور شاعرہ تہی اوسکے چند شعر درج ذیل ہین۔

اشعار

ولما ابى الواشون الا فراقنا	وما لهم عندي و عندك من ثار
وشنوا على اسماعنا كل غارة	وقل حماتي عند ذاك و انصاري
غزوتهم من مقلتيك و ادمعي	ومن نفسي بالسيل و النار

حنیفہ بنت القبقی:۔ اس بزرگ عورت کے باپ کا نام عبدالرحمن بن احمد ابن عمر بن عرفاۃ القبقی تہا جو امام سیوطی کے خاندان مین سے تہی محدثہ مین اسکا شمار کیا گیا ہے۔ کمال بن حجر اور دوسرے علما نے مشار الیہا کو علم حدیث مین اجازت دی تہی۔

حیاۃ خانم:۔ شاہ اسمعیل صفوی کی بی بی تہی اس عورت کی طبیعت مین خداداد موزونیت تہی شاہ اسمعیل صفوی کی ایک دوسری بی بی بہی تہی جسکا نام جہان خانم تہا وہ بہی تعلیم یافتہ تہی دونون کی طبیعتین فی البدیہہ واقع ہوئی تھین جہان خانم نے شاہ کے سامنے ایکبار مرتبہ یہہ شعر پڑھا۔

شعر

تو بادشاہ جہانی جہان ز دست مدہ   کہ بادشاہ جہان را جہان بکار آید

حیاۃ خانم نے یہہ شعر سنکر فی البدیہہ شعر پڑھا۔

شعر

ترک غم جہان بکن تا ز حیاۃ برخوری   ہر کہ غم جہان خورد کے ز حیاۃ برخورد

حیاتی :- یہہ خاتون نور علی شاہ کی بی بی تہی اور اوسکا عرف بی بی جانی تہا اس عورت کے دس ہزار شعر موجود ہین اون مین سے کچھہ یہان نقل کیے جاتے ہین۔

شعر

ہیچ دلم از نالہ مکن در پئے محمل   کز نالہ کسے ہیچ نکرد ست جرس را

ولہا

چارۂ درد من بیچارہ را   داند و عمداً تغافل میکند

ولہا

ایا طائر قدس عرش آشیان   بجو دانہ از دام این خاکدان

ولہا

قفس بشکن و بال و پر باز کن   بہ گلگشت گلزار پرواز کن

حاجیہ :- فتح علی شاہ شاہ ایران کی بی بی تہی۔ صاحب فضل و کمال تہی اسکا یہہ شعر مشہور ہے۔

شعر

طواف کعبہ مرا حاجیہ میسر شد   خدا ز یارت اہل دلم نصیب کند

حرف الخا

خدیجہ بنت بدران:- اس عورت کا عرف ام سلمہ تھا- اس محدثہ کی والد بزرگوار مولانا شہاب الدین احمد بن خلف بدران تھے- خدیجہ [illegible] ہجری مین پیدا ہوئی تھی- [illegible] ہجری مین اسکو اسکے والد بزرگوار نے مجلس تدریس محدثین کرام مین لیجا کر حاضر کیا- کیونکہ اوس زمانے مین علم حدیث کا بہت چرچا تھا اور لوگ اپنے بچون کو ابتدا اسے عمر سے حدیث پڑھاتے تھے- یہہ محدثہ امام سیوطی کی اوستاد تھی اور امام موصوف کو علم حدیث مین اجازہ بھی دیا تھا-

خدیجہ معروف بہ ام الفضل:- اس لائق محدثہ کے باپ ابو القاسم عبد الرحمن تھے- جو ابن الحارثیہ اپنی لائق مان کے نسب سے مشہور تھے- اور اسیطرح ان کے دادا بھی اپنی مان کے نام سے شہرت رکھتے تھے- یعنی ان کو عبد اللہ ابن القرشیہ کہتے تھے- اس خاندان کی تمام عورتین اور مرد جنکا حال سید مرتضی نے تاج العروس مین لکھا ہے لائق گذری ہین- خدیجہ علم و فضل مین یکتاے روزگار اور صاحب فراست تھی- یہہ عورت قرن ششم کی مشہور و معروف محدث عورتون مین سے تھی- اور خاص مصر مین اس عورت کی بود و باش تھی-

خدیجہ بنت القیم:- اس عورت کا لقب امۃ العزیز تھا- بغداد اسکا خاص وطن تھا اسکے باپ کا نام حمام تھا- اس کے باپ نے جب یہہ دیکھا کہ میری لڑکی کو تحصیل علم سے شوق ہے- تو اوس کے اسباب حمام نے نہایت خوبی سے فراہم کر دیے- صرف تحریر اور تجوید کا کام خود اپنے ذمہ لیا- تھوڑے ہی عرصہ مین خدیجہ نے تحصیل علم کر لیا- یہہ عورت اکثر عورتون کو جمع کرکے وعظ کہا کرتی تھی- ایک مدت دراز کے بعد ترک موعظہ کرکے عزلت نشینی اختیار کر لی تھی- خدیجہ نے بغداد مین ابن شیرازی سے تحصیل علوم کیا تھا- مصر مین علی بن المختار العامری اور ابن الخیری

سے کسب علم کیا تھا - دمشق اور تبوک مین علم حدیث حاصل کیا - ادبیات مین بشعر و شمار سیکھاتی تھی - مقامات حریری کا اکثر درس دیا کرتی تھی - اوس زمانے کے لوگون نے اگرچہ علم تجوید یعنی قرات بھی اس سے حاصل کی تھی مگر اس مین ایسی کامل نہتھی جیسی کہ ادبیات مین تھی - سنہ [illegible] ہجری مین اوسکی ولادت اور سنہ [illegible] ہجری مین وفات ہوئی -

خان زادہ :- میر یادگار تبریزی کی لڑکی تھی - اسکی طبیعت بھی نہایت موزون تھی - اسکا یہہ شعر مشہور ہے -

شعر

شبے در منزل ما میہمان خواہی شدن یا نہ		انیس خاطر این ناتوان خواہی شدن یا نہ

خدیجہ :- احمد بن الطنبا کی لڑکی تھی - اسکے زمانے کے لوگ اسکو فاضل متبحر خیال کرتے تھے اسکا عرف ابن الجنبلیہ تھا - اسکی لڑکی بھی محدثہ تھی - اسکے لڑکے کا نام زین الدین عمر الباسی تھا جو ابن حجر کا اوستاد تھا - اس عورت کا انتقال سنہ [illegible] ہجری میں ہوا -

خرنق بنت قحافہ :- شاعرۂ عرب تھی - اسکے یہہ دو شعر مشہور ہین -

اشعار

اعاذلتي علی رزء فاستفیقي		فقد اشرقتني بالعذل ریقي
فلا وابیك اسی بعد بشر		علی حي یموت ولا صدیق

خزانہ :- فتوح واقدی میں لکھا ہے کہ خزانہ خالد بن جعفر بن قرطہ کی لڑکی تھی - فتوحات عراق میں سعد بن ابی وقاص کے ساتھ تھی - اس لڑائی مین اول جو شخص شہید ہوا اوسکے مرثیہ مین یہہ شعر اوس نے کہے تھے -

اشعار

فیا عین جودی بالدموع السواجم		فقد شرعت فینا سیوف الاعاجم

وحزنا على سعد وعمرو ومالك　　وسعد مبيد الحبشي مثل الغمائم
هم فتية الغر الوجوه أعزة　　ليوث لدى الهيجاء شعث الجماجم

خولہ بنت الازور ۔ ضرار بن الازور کی بہن تھی۔ اسکا شمار صحابیہ میں ہوا ہے یہہ عورت اعلے درجہ کی تعلیم یافتہ تھی۔ شاعرہ غرا تھی۔ فتوحات حضرت شام میں یہہ عورت برابر حاضر رہتی تھی۔ اسکا بھائی ضرار جب جنگ انطاکیہ میں اسیر ہوا تو اوس وقت خولہ نے ابیات ذیل اوسکے حال میں لکھی تھیں۔

اشعار

ألا مخبر بعد الفراق يخبرنا　　فمن ذا الذي يا قوم أشغلكم عنا
فلو كنت أدري أنه آخر اللقا　　لكنا وقفنا للوداع وودعنا
ألا يا غراب البين هل أنت مخبري　　فهل بقدوم الغائبين تبشرنا
لقد كانت الأيام تزهو بقربهم　　وكنا بهم نزهو وكانوا كما كنا
ألا قاتل الله النوى ما أمره　　وأقبحه ما قد يريد النوى منا
ذكرت ليالي الجمع كنا سوية　　ففرقنا ريب الزمان وشتتنا
لئن رجعوا يوما إلى دار عزهم　　لثمنا خفافا للمطايا وقبلنا
ولم أنس إذ قالوا ضرار مقيد　　تركناه في دار العدو وهمنا
فما هذه الأيام إلا معارة　　وما نحن إلا مثل لفظ بلا معنى
أرى القلب لا يختار في الناس غيرهم　　إذا ما ذكرهم ذكر قلبي المضنى
سلام على الأحباب في كل ساعة　　وإن أبعدوا عنا وإن منعوا منا

ذیل کے اشعار بھی ضرار کی گرفتاری میں کہے ہیں۔

اشعار

أبعد أخي يلذ الغمض عيني　　فكيف ينام مقروح الجفون

سأبكي ما حييت على شقيقي — أعز عليّ من عين اليمين
فلو أني لحقت به قتيلاً — لهان عليّ إذ غير المهين
وكنت إلى السلو أرى طريقاً — وأعلق منه بالحبل المتين
وأنا معشر من مات منا — فليس يموت موت المستكين
وإني أن يقال مضى ضراراً — وكم في الحرب يقصم الغصون
وقالوا كم بكاؤك قلت مهلاً — أما أبكي وقد قطعوا وتيني

عزروعه بنت عملوق جو فصحاے عرب سے تھی اوس نے جب خولہ کے اشعار مذکور الصدر سنے تو اپنے لڑکے حارث بن اوس کے حال مین جو ضرار کے ساتھ جنگ انطاکیہ مین گرفتار ہوگیا تھا ذیل کے اشعار کہے۔

اشعار

أيا ولدي قد زاد قلبي تلهباً — وقد أحرقت مني الجفن وذا المدامع
وقد أضرمت نار المصيبة شعلة — وقد حميت منا الحشا والأضالع
وأسأل عنك الركب كي يخبروني — بحالك كيما تستكن المدامع
فلم يك فيهم مخبر عنك صادقاً — ولا منهم من قال إنك راجع
فيا ولدي مذ غبت كدرت عيشتي — فقلبي مصدوع وطرفي دامع
وفكري مقسوم وعقلي موله — ودمعي مسفوح وداري بلاقع
فإن تك حياً صمت لله حجة — وإن تكن الأخرى فما العبد صانع

عفیرہ بنت غفار۔ سلمہ بنت زراع۔ لبنی بنت سوار۔ سلمی بنت النعمان ام ابان۔ ہند بنت عمرو بن اور زینب الانصاریہ۔ یہہ سب عورتین صاحب شجاعت گذری ہین۔ واقعات یرموک اور اجنادین مین یہہ سب عورتین خیمون کے ستونون سے بڑی جرأت کے ساتھ اپنے دشمنون

سے لڑی تھین۔

حرف الدال

دفرہ:۔ یہہ محدث عورت طبقۂ اول کے ثقہ تابعین مین سے تھی۔ بصرہ مین اکثر رہا کرتی تھی۔ محمد ابن سیرین نے انھین سے حدیث کی روایت کی ہے۔ اصابہ مین ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین کہ اصحاب کتب ستہ مین سے ایک شخص نے اپنی کتاب مین۔ دفرہ سے ایک حدیث ثبت اور استخراج کی جسکو اس لائق محدثہ نے حضرت عائشہ ام المومنین سے روایت کیا تہا۔

دلشاد:۔ فتح علی شاہ شاہ فارس کی بی بی تھی۔ یہ عورت بہت بڑی بلیغہ تھی۔ طبیعت مین کچھہ موزونیت بھی تھی۔ یہہ شعر اسکا مشہور ہے۔

شعر

طاعاتِ منکران محبت قبول نیست	صد بار اگر بہ چشمۂ زمزم وضو کنند

دہناء:۔ اسکے باپ کا نام مسحل تھا جو کہ مالک بن سعد زید مناۃ کی اولاد مین تھا۔ اسکے شوہر کا نام عجاج تھا۔ لیکن عجاج کو اپنی بی بی سے کچھہ زیادہ الفت نہین تھی۔ دہنار کی طبیعت چونکہ موزون واقع ہوئی تھی اس سبب سے دہنار نے اپنے باپ کے والی مملکت یامہ کے پاس اس امر کی شکایت لگی۔
چونکہ عجاج بھی اوسی مملکت کا رہنے والا تہا۔ عجاج نے نہایت شرمندہ ہو کر دہنار کو طلاق دیدی والی یامہ نے کچھہ اراضی عجاج سے دہنار کو دلوادی۔ اور عجاج نے فوراً فی البدیہہ یہہ دو شعر پڑھے۔

اشعار

ظنت الدهنا وظن مسحل	ان الامير بالقضاء يعجل
عن كسلاتي والحصان يكسل	عن السفاد وهو طرف هيكل

وہنار نے جب یہہ اشعار سنے اوسنے بھی فی البدیہہ یہہ دو شعر کہے۔

اشعار

واللہ لولا خشیۃ الامیر — وخشیۃ الشرطی والمشیر

لحلت من شیخ بنی الفقیر — کجولان صعبۃ عسیر

حجاج نے جب اپنا جواب سنا تو اوسکے جواب میں پھر یہہ دو شعر کہے۔

اشعار

تاللہ لا تخدعنی بالضم — الیک والتقبیل بعد الشم

الا بھزھا زسیلی ہمتی — ینزعنی فتی من کمی

حرف الذال

ذات النطاقین ۔ اس خاتون کا اصلی نام تو اسما تھا جو جناب خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ اکثر لوگ انکو ذات النطاقین بھی کہا کرتے تھے۔ اسکی وجہ یہہ ہے کہ نطاق عربی میں پٹکے کو کہتے ہیں۔ زنان عرب اپنے بہت پر مضبوط کپڑے کی ایک پٹی باندھ لیا کرتی تھیں۔ رسول عربی جس وقت مکہ سے ہجرت کرنے کے ارادے میں ابوبکر صدیق کے مکان پر آئے اور سامان ہجرت درست فرمانے لگے تو گٹھری وغیرہ باندھنے کے لیے کوئی چیز نہ تھی اسماء نے اپنا نطاق جسکو وہ کمر سے باندھے ہوئے تھیں دیدیا۔ رسول خدا نے اوسکی طولاً دو پٹیاں کرلیں۔ ایک سے توشکیزے کا دہانہ باندھا۔ اور دوسرے سے وہ پوٹلی باندھی گئی جسمیں کھانا تھا۔ آنحضرت نے اسماء کی ہمدردی سے خوش ہوکر فرمایا کہ اللہ جلشانہ اس ایک پٹکے کی عوض تمھیں دو پٹکے عنایت فرمائیگا۔ پس اوسیوقت سے اسماء کا نام ذات النطاقین پڑگیا۔ اسماء کی والدہ کا نام قتیلہ تھا جو عبد العزیٰ کی لڑکی تھیں

اسماءؓ کو سن تمیز پر پہونچنے کے بعد یہ فخر حاصل ہوا کہ زبیر بن عوام ایسے جلیل القدر صحابی کی زوجہ ہوئیں۔ حضرت زبیر جنکا شمار عشرہ مبشرہ میں کیا جاتا ہے یہہ وہی زبیر ہیں۔ انکے صاحبزادے کا نام عبداللہ تھا جو انھیں معصومہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اور جو اسلام کے مشہور ناموروں میں اور ایک عرصے تک مکہ میں خلافت کرتے رہے۔ یزید کے بعد عبدالملک بن مروان نے تاج سلطنت اپنے سر پر رکھا جب اسکے مظالم حد سے گذرنے لگے تو اہل مکہ نے مجبور ہو کر مخالفت کی اور عبداللہ بن زبیر جو پیشتر سے والی مکہ تھے اونکو خلیفہ برحق قرار دیا۔ اونھوں نے ۹ برس تک اطراف عرب میں حکومت کی اور آخر دمشق سے اونکے مقابلے کے لیے وہ ظالم شخص بھیجا گیا جسکا نام ظالموں کی فہرست میں سب سے زیادہ ابھرا ہوا اور خون کے حرفوں میں لکھا ہوا ہمیشہ نظر آئیگا۔ یعنی حجاج بن یوسف۔ حجاج نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر لیا۔ کوہ ابو قبیس اور بلند ٹیلوں پر منجنیق لگا دیے گئے۔ اور خاص خانۂ خدا پر بھی گولوں کے نشانہ بازی کی گئی۔ عبداللہ بن زبیر کے گرد اونکے اعزہ و اقارب اور نیز اہل فوج میں سے کل بارہ ہزار سپاہی تھے۔ اون لوگوں نے پہلے پہل بڑے صبر و تحمل سے کام لیا۔ جب محاصرے کو سات مہینے گذر گئے اور لوگ بھوکوں مرنے لگے تو سب نے مجبور ہو کر حجاج سے پناہ مانگی اور ابن زبیر کو چھوڑ کے چلے گئے۔ آہ! انکی بیکسی اس درجے کو پہونچ گئی کہ خود اونکے دونوں نور نظر اور جگر گوشہ حمزہ اور حبیب اونکا ساتھ چھوڑ کے چلے گئے۔ عبداللہ بن زبیر ایسے ایسے نازک وقتوں میں کہ جب موت اور بدقسمتی انھیں آنکھوں سے نظر آتی تھی نہایت حیران ہوئے۔ اور کون تھا جس سے کچھ مشورہ کرتے۔ جناب اسماءؓ ذات النطاقین ابھی زندہ تھیں۔ ابن زبیر اونکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ امان جان یاروں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور بیوفائی کی۔ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ خود [illegible]

بیٹوں میں سے بھی وہ اس سخت امتحان کے موقع پر ثابت قدم نہ رہ سکے - یہ جو چند لوگ باقی ہیں یہ بھی کب تک - چند ساعت میں ساتھ چھوڑ کے یہ بھی چلے جائیں گے - اگر میں اطاعت قبول کر لوں تو یقین ہے کہ حجاج اور اوسکے صلاح کار میری درخواست کو رد نکریں گے - آپ اس بارے میں کیا فرماتی ہیں - یہ سنکر اسماء نے کہا - بیٹا - اپنے واجبات اور اپنے فرائض کو تمھیں خوب سمجھ سکتے ہو اگر تمھارے دل میں کوئی تردد نہیں ہے اور تمکو یقین ہے کہ تم حق پر ہو اور لوگوں کو حق ہی کی جانب بلاتے ہو تو حجاج سے مقابلہ کرو اور خدا کی مقرر کی ہوئی تقدیر پر شاکر رہو - اور یقین جانو کہ خدا تمھیں اور تمھارے دوستوں کو شہادت کے بعد بہت کچھ جزائے خیر عطا کریگا - واقعی اس صورت میں تم بنی امیہ سے نہ دبو - اور نہ اونکی اطاعت کرو - اگر تمھاری غرض اس حکومت سے دنیا طلبی ہے تو تم خدا کے بہت برے بندے ہو - اس لیے کہ صرف اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے کے لیے تنے ہزاروں بندگان خدا کا خون کرایا ہاں اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہوں تو میں حق پر مگر بوجہ اس ضعف کے سوا سر اطاعت جھکانے کے کسیطرح مفر نہیں - تو سنو یہ جوانمردوں کا کام نہیں ہے - کب تک زندہ رہو گے - ایک دن مرنا ہی ہے - لہذا یہی مناسب ہے کہ آج ہی ناموری اور عزت کے ساتھ سفر آخرت کرو - اور دنیا کے فریبوں میں آکر نہ جاؤ -

ابن زبیر نے کہا - اماں جان - میں ڈرتا ہوں کہ اہل شام مجھے طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کریں گے - اور میری لاش کو سولی پر چڑھائیں گے - اس کے جواب میں جناب ذات النطاقین نے نہایت صبر و تحمل سے کام لیکر کہا - بیٹا - جب بکری کو ذبح کر چکے اوسکے بعد اگر اوسکی کھال بھی کھینچ لیں تو اوسے صدمہ نہیں پہونچتا ہے - خدا سے مدد اور اعانت کی دعا کرو - اور اپنے ارادے میں ثابت

قائم رہو۔ یہ سنکر عبد اللہ بن زبیرؓ نے کہا۔ اے والدہ میری بھی یہی نیت ہے۔ اور الحمد للہ کہ میں ہمیشہ اسی ارادے پر قائم رہا۔ ابتداے عمر سے آجتک میں نے کبھی اس زندگی ناپائدار کے فریبوں میں آکر دنیا پسندی نہیں کی۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے بنی امیہ کی اگر مخالفت کی تو صرف اسی غرض سے کہ کہیں ایسا نہو کہ وہ لوگ اپنے جور و تشدد سے خدا کی حرام کی ہوئی باتوں کو حلال اور حلال چیزوں کو حرام کر دیں۔ پھر اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہو کہ وہ لوگ خدا کی محبت کو خود بھی چھوڑ دیں۔ اور دنیا سے بھی چھوڑا دیں۔ آپ نے میرے ارادے کو اور مضبوط کر دیا۔ اور میری تائید کی آج میں ظالموں کے ہاتھ سے مارا جاؤں گا۔ آہ! کہیں ایسا نہو کہ آپ کے دل کو میرے مرنے سے صدمہ پہونچے۔ اماں جان۔ آپ اپنا معاملہ خدا کو سپرد کر دیجیے اور یقین جانیے کہ آپ کا بیٹا کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا۔ بدکاری اور برائی کی راہ نہیں چلا۔ احکام الٰہی کے جاری کرنے میں اور انصاف پسندی کے حقوق ثابت کرنے میں اوسنے کبھی کوتاہی نہیں کی۔ آجتک جس کسی سے عہد کیا اوس سے بیوفائی نہیں کی۔ دیدہ و دانستہ کبھی کسی مسلمان یا معاہدی پر کسی قسم کا ظلم نہیں جائز رکھا۔ اپنے عمال کو کبھی ظلم و ستم کی اجازت نہیں دی۔ اور ہمیشہ میرے نزدیک کوئی چیز خدا کی مرضی سے زیادہ پسند نہ تھی۔ خداوندا اس وقت جو کچھ میری زبان سے نکلا اپنے نفس کو بڑھانے اور غرور کے لیے یا اپنی تعریف کے طور پر نہ تھا۔ بلکہ اس سے صرف اسقدر مقصود تھا کہ میں ان الفاظ سے اپنی مادر شفقہ کے دل کو تسلی دے سکوں۔ اسماءؓ بولیں۔ بیٹا۔ انشاء اللہ تیرے معاملے میں میں صبر سے کام لوں گی۔ اگر میرے سامنے تم مغلوب ہو کر دشمنوں کے ہاتھ سے

مارے گئے تو میں صبر کروں گی۔ اور خدا مجھے اس صبر کا اجر دے گا۔ اور اگر خدا نے
تم کو کامیاب کیا تو تمھیں دیکھکر میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرونگی۔ بس اب قدم بڑھاؤ
اور خدا کی راہ میں دل کو مضبوط کر کے نکلو۔ ابن زبیر نے کہا۔ اماں جان اب میں
جاتا ہوں۔ اسوقت آپ مجھے بے دعا کے نہ بھیجیے۔ میرے حق میں دعا فرمائیے۔
اسماء بولیں۔ میں ہر وقت تمھارے لیے خداوند کریم کی درگاہ میں دعا کرتی رہونگی۔
اگر کسی اور سے دنیا طلبی اور حکومت کے شوق میں لڑائی کی تو تم نے ٹھیک ٹھیک
صرف خدا تعالے کی خوشی پوری کرنے کے لیے اسلحۂ جنگ ہاتھ میں لیے ہیں۔
یہ کہکر اسماء نے دعا کے ہاتھ اوٹھائے۔ اور یہہ کلمات اپنی زبان سے
نکالے۔ خداوندا عبد اللہ کے دن کے روزوں اور اوسکی رات کی عباداتوں
کی عوض میں اور نیز اون تمام عبادتوں کی عوض میں جو مجھہ سے اور اوسکے باپ سے
ظہور میں آئیں۔ اپنی رحمت تو اوسکے شامل حال کر دے۔ اپنے اس فرزند کو
میں تیرے سپرد کرتی ہوں۔ اور تو نے جو کچھہ اسکی قسمت میں لکھا ہے اوسپر میں
راضی ہوں۔ بارالہا۔ اس حال میں مجھے شکر کرنیوالوں کا ثواب حاصل کر۔ ابن زبیر
نے یہہ کلمات سنکر اپنی ماں کے ہاتھوں پر بوسہ دیا۔ اسماء فرمانے
لگیں۔ تو کیا بیٹا اب تم مجھہ سے رخصت ہوتے ہو۔ عبد اللہ نے کہا جی ہاں۔
میں رخصت ہونے ہی کی غرض سے حاضر ہوا ہوں اسلیے کہ مجھے آج سفر
آخرت کرنے کا کامل یقین ہے۔ اسماء نے یہہ فرمایا۔ دیکھو ہوشیاری سے
میدان میں نکلنا۔ مگر آؤ بیٹا میں تمھیں رخصت کر دوں۔ یہہ کہکر فرزند کو گلے
سے لگایا۔ اتفاقاً ذات النطاقین کا ہاتھہ زرہ پر پڑا جسکو عبد اللہ
بن زبیر پہنے ہوئے تھے۔ فرمانے لگیں۔ عبد اللہ جن لوگوں
کو شہادت کی آرزو ہو اون کو جوشن و خفتان سے کیا کام۔

ابن زبیر کہنے لگے ۔ اماں جان ۔ میں نے صرف آپ کے دل کو تسلی دینے کے لیئے یہہ زرہ گلے میں ڈال لی تھی ۔ ورنہ حقیقت میں میں نے زندگی کی طمع میں اسے نہیں پہنا ۔ اسماء بولیں ۔ عبد اللہ ۔ مجھے خدا پر بھروسا ہے ۔ اس زرہ سے کیا ہو سکتا ہے ۔ عبد اللہ نے یہہ سنکر زرہ اوتار ڈالی ۔ اسکے بعد آستینیں چڑھائیں ۔ دامن چڑھاکر کمر میں باندھ لئے اور میدان جنگ میں قدم رکھا ۔ سبحان اللہ حضرت اسماء کا جوش اور استقلال ۔ اور نصیحتانہ کلمات کس جوش کی بھری ہوئی تھے ۔ حقیقت میں حضرت اسماء کی یہہ سب باتیں اس امر کا کافی ثبوت دے رہی ہیں کہ آپ ایک لائق اور عمدہ تعلیم یافتہ خاتون تھیں ۔

حرف الراء

رابعہ ۔ یہہ وہ رابعہ عدویہ ۔ شامیہ ۔ اور جیلانیہ نہیں ہیں جنکی ولایت اور خدا پرستی کا ڈنکا تمام دنیا میں بجتا تہا ۔ یہہ ایک محدثہ ہے جسکا ذکر ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب انباء میں کیا ہے ۔ ۸۰۳ھ ہجری میں انکا انتقال ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رابعہ ابن حجر عسقلانی کی لڑکی تھی ۔ جو ۸۱۵ھ ہجری میں بمقام مکہ معظمہ شیخ زین الدین الیاسی مشہور محدث کی مجلس درس میں حاضر ہوئی تھی بہت سے محدثین مصر و شام سے اونہوں نے اجازہ لیا تہا ۔ اور شیخ الشیوخ محب الدین ابن الاشقر نے اسکے ساتھہ اپنا نکاح کیا تہا ۔ رابعہ کے یہہ دو شعر مشہور ہیں ۔

اشعار

تعصي الاله وانت تزعم حبه	هذا لعمرك فى الصنيع بديع
لوكان حبك صادقا لاطعته	ان المحب لمن يحب مطيع

رجب بنت القلیجی ۔ یہہ لائق محدثہ شہاب الدین احمد القلیجی کی لڑکی اور ا

سیوطی کی اوستاد تھین - اپنی دادی سارہ بنت شیخ تقی الدین السبکی سے اونہون نے علم حدیث حاصل کیا تھا - انکی پیدائش سنہ [illegible]ھ اور وفات سنہ [illegible]ھ ہجری مین واقع ہوئی تھی -

رقیۃ :- اس محدثہ کے پدر بزرگوار محمد بن علی بن وہب القشیریۃ تھے - یہ عورت مصر کی رہنے والی تھی اور یہین اسنے علم حدیث کی تعلیم پائی تھی - یہہ خدا کی بندی خیر - صلاح - تقوی - علم اور فضل مین مشہور تھی - اس عورت کی تاریخ وفات چودہوین ماہ شعبان سنہ ۷۴۱ ہجری ہے - اسی نام کی تین اور محدث عورتین یعنی رقیۃ بنت محمد الثعلبی - رقیۃ بنت التجانی - رقیۃ بنت القاری تھین -

رابعہ بنت الحصین :- یہہ عورت نجد کی رہنے والی تھی - اسکا شمار بھی شاعرون مین تھا - اسکے یہہ دو شعر مشہور ہین -

اشعار

یالیت شعری ولیت اصبحت عصطا	هل هبطن قریۃ لیست بها روبا
لقد تبدلت من نجد و ساکنه	او ضابها الدیك یزقو السنانیر

ریا العقلیۃ :- بہت بڑی شاعرہ تھی - بصرہ اسکا وطن تھا - یہہ شعر اسکے مشہور ہین -

اشعار

فما وجد مغلول بتیماء موثق	بساقیه من ضرب القیود کبول
قلیل الموالی مسلم بجریرة	له بعد نومات العیون عویل
یقول له البواب انت معذب	غداة غدٍ او مسلم فقتیل
باکثر منی لوعة یوم بان لی	فراق حبیب ما الیه سبیل

عشیة امشي القصد ثم یردّني ۔۔۔ عن القصد روعات الهوی فاحید

رابعه العدویه۔ اسمٰعیل العدویہ کی دختر نیک اختر تھی۔ نہایت عابدہ زاہدہ اور پاک طینت عورت تھی۔ امام ابو القاسم القشیری اپنے ایک رسالے مین تحریر فرماتے ہین کہ رابعہ اکثر اوقات مناجات مین یہہ کلمہ کہا کرتی تھی۔ "والٰہی وسے کہ ترا دوست دارد آیا اورا بہ آتش سے سوزانی" ایک مرتبہ اوسکے کان مین اوسکے اس حسرت بہرے جملہ کا یہہ جواب سنائی دیا کہ "وہ ظن بد مبر کہ پروردگار رحیم اینکار نہ کند" خلاصہ یہہ کہ رابعہ دل کی صفائی اور کمالات نفس مین بہت سے لوگون پر تفوق رکھتی تھی۔ لوگون نے اوسکی صداقت۔ دیانت داری۔ حقائق عرفان اور شہود کی وجہ سے "تاج الرجال" کا لقب دیا تہا۔ زہد۔ تقوی اور تقدس مین اتنی شہرت حاصل کی کہ ضرب المثل تھی۔ اس عورت کے زمانے مین ایک مشہور شخص حسن بصری تہا جسوقت کہ رابعہ کا پیارا شوہر انتقال کر گیا تو حسن موصوف نے رابعہ سے درخواست کی کہ میرے ساتھ شادی کرلے۔ رابعہ نے حسن سے حقائق و معارف کے چند سوال کیے آخر کار حسن کے دعا کو قبول کیا اور یہہ شعر پڑہے۔

اشعار

راحتي یا اخوتي في خلوتي ۔۔۔ وحبیبي دائما في حضرتي
لم اجد لي عن هواه عوضا ۔۔۔ وهواه في البرایا محنتي
حیثما کنت اشاهد حسنه ۔۔۔ فهو محرابي الیه قبلتي
ان امت وجدا وما ثم رضا ۔۔۔ وا عنائي في الوری وا شقوتي
یا طبیب القلب یا کل المنی ۔۔۔ جد بوصل منك یشفي مهجتي

یا سروری وحیاتی دائما	نشاتی منک وایضا نشوتی
قد هجرت الخلق جمعا ارتجی	منک وصلا فهو اقصی امنیتی

سفیان ثوری نے ایک مرتبہ رابعہ سے کہا - کہ حضرت حق جل وعلا کے ساتھ تیرا ایمان اور اعتقاد کیسا ہے - رابعہ نے کہا کہ مین خدا کو جہنم اور بہشت کے شوق مین نہین پوجتی بلکہ کمال عشق سے اوسکی عبادت کرتی ہون - اس کے بعد اس مناجات کو جو اوسکی خاص تصنیف شدہ ہے سنایا-

مناجات

احبک حبین حب الهوی	وحبا لانک اهل لذاک
فاما الذی انت اهل له	فکشفک لی الحجب حتی اراک
فاما الذی هو حب الهوی	فشغلی بذکرک عمن سواک
فلا الحمد فی ذا ولا ذاک لی	ولکن لک الحمد فی ذا وذاک

مختصر یہہ کہ ارباب سلوک رابعہ کو ارباب کرامت جانتے ہین - اس کے سنہ وفات مین لوگون نے اختلاف کیا ہے بعضے سنہ ۱۳۵ ہجری اور بعضے سنہ ۱۸۵ ہجری بیان کرتے ہین-

رابعہ اصفہانی :- سلاطین سامانی کے زمانے مین یہہ موزون طبیعت عورت موجود تھی - اسکے دو شعر مشہور ہین-

اشعار

دعوتم اینست بر تو کایزدت عاشق کناد	بر یکی سنگین دل نامهربان خویشتن
تا بدانی درد عشق وداغ مهر وغم خوری	چون به هجر اندر بپیچی پس بدانی قدر من

رشحۂ کاشانی :- اسکا دوسرا نام بیگم تھا - باپ کا نام ہاتف کاشانی تھا - میرزا علی اکبر متخلص بہ نظیری کی بی بی تھی - میرزا احمد متخلص بہ کشتہ کی مان تھی-

نہایت سخن سنج خوش موزون اور شاعرہ تھی - اسکا ایک دیوان موجود ہے جسمین تین ہزار اشعار ہین - چند شعر یہان بھی لکھے جاتے ہین -

اشعار

آن بت گلچہرہ یارب بستہ از سنبل نقاب — یا بافسون کرد پنہان در دل شب آفتاب

دیگر

دل رفت و زخون دیدہ مارا — پیدا است برخ ازان علامت

دیگر

می طپد از شوق دل در سینہ ام گوئی کہ باز — تیر دلداری بدل ز ابرو کمانے میرسد

دیگر

بقصد صید تو چون شحنہ دیدمش گفتم — کسے ندیدہ شکار مگس کند شہباز

دیگر

اشکم ز ہجر تو ہر روز تا سماک — آہم ز دست خوی تو ہر شام تا سماک

رضیہ بیگم الملقب بہ بلقیس جہان :- سلطانہ رضیہ بیگم ۱۲۳۶ء عیسوی مین تخت شاہی پر بیٹھی - دلی مین پیدا ہوئی تھی اور قاعدہ ملکی کے بموجب اسکی پرورش عمدہ طریقے سے کی گئی - شاہی خاندان کا یہہ طریقہ تھا کہ اگر لڑکا پیدا ہوتا تو وہ محل کے باہر پرورش پاتا تھا - اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تھی تو محل کے اندر مان سے علیحدہ خاص عورتون مین اوسکی پرورش کیجاتی تھی - اس کام کے لیے شریف زادیان چن چن کر رکھی جاتی تھین - اور ملازمت کے وقت دینی علوم مین اونکا امتحان لے لیا جاتا تہا - کیونکہ نو برس تک لڑکی اونکے پاس رکھی جاتی تھی - اس عرصے مین قرآن مجید اور ضروری دینی مسائل اوسے ازبر کرا دیتے تھے - اسکے بعد سپہ گری اور ملکی معاملات کی تعلیم کے لیے وہ محل کے چھوٹے سے اسکول مین تعلیم حاصل کرتی تھی

جو صرف شہزادیون کے لیے مخصوص تھا۔ چنانچہ جب ہماری سلطانہ رضیہ بیگم پیدا ہوئین
تو اونکے لیے بھی اس سلطانی قاعدے کا برتاؤ کیا گیا۔ رضیہ یا آئندہ سلطانہ کی صورت
و شکل نہایت حسین اور جمیل تھی۔ شمس الدین التمش گو اپنے بیٹے رکن الدین
التمش کو بہت چاہتا تھا مگر وہ اب اس ہونہار لڑکی کے آگے اسکی
محبت کو بھی بھول گیا اور قدرتی طور پر جون جون رضیہ بڑی ہوتی
گئی اوسے یقین ہوتا جاتا تھا۔ کہ آئندہ زمانے مین یہی میری معاون اور قوت
بازو ہوگی۔ جب رضیہ کی عمر چار برس اور کچھہ مہینے کی ہوئی تو اوسے
قرآن مجید پڑھایا گیا۔ تین برس مین اوس نے قرآن مجید ختم کرلیا۔ گو اوسے
اسلامی رسم و رواج کے مطابق موسیقی کی تعلیم ہوتی تھی مگر فطرت نے
اوسکو خوش الحانی کا حصہ بھی دیا تھا۔ اسکی آواز مین درد اور اوج اس
بلا کا تھا کہ جہان وہ قرآن شریف پڑھنے لگی اور سامعین سننے لگے
ممکن نتھا کہ اوسکو کوئی پڑھتا ہوا دیکھے اور آیتین سنکر رو نہ دے۔
قرآن شریف کے ختم ہونے کی تقریب خوب دھوم دھام اور شاہانہ تزک
و احتشام سے عمل مین آئی۔ ہزارون روپیہ محتاجین اور فقرا کو تقسیم ہوا
اور تمام لشکر کی نہایت خوش اسلوبی سے تین دن تک دعوت رہی۔
لوگون کو انعام و اکرامات اور خلعتین ملین۔ اور بہت کچھہ محل اور دار الخلافہ
مین خصوصاً خوشی منائی گئی۔ قرآن مجید کے ختم ہونیکے بعد فارسی لٹریچر
کی کتابین شروع ہوئین۔ اور اسکے ساتھہ ہی شاہانہ ادب و آداب کی
تعلیم ہوتی رہی۔ رضیہ کو ذہن اور حافظہ دونون روز ازل ہی سے عطا
ہوچکے تھے۔ جس طالب علم مین یہہ دونون صفتین ہون اور پھر شوق بھی ہو
تو وہ خلاف امید اتنی جلدی علم حاصل کرسکتا ہے کہ لوگ دیکھہ کر دنگ رہجاتے

ہیں۔ رضیہ میں بھی یہی اوصاف تھے۔ اسنے تین برس کے عرصے میں فارسی لٹریچر میں خاصی دستگاہ پیدا کرلی۔ یوں تو فارسی اسکی مادری زبان تھی۔ مگر اب وہ باقاعدہ لکھ پڑھ سکتی تھی۔ گو اوس زمانے میں اظہار مطالب کے لیے عبارت آرائی اور انشا پردازی میں بہت کچھ خرچ ہوتا تھا مگر رضیہ مختصر اور سادہ نویسی میں تمام قلعے میں مشہور تھی۔ غرض تیرہ برس کی عمر تک رضیہ کسی قدر پابندی کے تعلیم پاتی رہی اور جب چودھویں برس میں قدم رکھا۔ تو تدابیر ملکی میں حصہ لینے کا زمانہ آگیا۔ اس عرصے میں وہ تیراندازی چابک سواری فنونِ جنگ میں بھی خوب مشاق ہوگئی تھی۔۔ اور ایک دن اپنے حیرت انگیز کام سے اسنے اپنے باپ کی توجہ جبرًا اپنی طرف مائل کرلی۔ حسب معمول التمش اپنے حرم سرا کی بیگموں کو لیکر شکار میں گیا۔ اثناے شکار میں ایک شیر نے بُری طرح التمش کو زخمی کرڈالا ہوتا۔ مگر سراپردہ سے رضیہ جا پہونچی اور شیر کو تلوار سے دو ٹکڑے کرکے گرادیا حقیقت میں یہہ ایک خطرناک دلیری تھی۔ مگر التمش یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھکر دنگ رہ گیا۔ اور آج سے اسکی نگاہ میں رضیہ کی اور بھی وقعت بڑھی۔ رکن الدین اسکا بڑا بھائی بچپن سے کاہل وجود اور آرام طلب تھا۔ ہرچند التمش اپنے بیٹے کی توجہہ سلطنت کی طرف پھیرنا چاہتا تھا مگر وہ عیش کا بندہ دنیا ہی دلی کو فانی خیال کرکے اپنی آیندہ قسمت کو آفت میں پھنسانے اور اپنی خاندانی عظمت کو مٹانے میں مصروف تھا۔

مگر رضیہ اپنے بھائی کی بالکل ضد تھی۔ گو وہ جنسِ اناث میں پیدا ہوئی تھی مگر اوسمیں استقلال۔ بہادری۔ جرأت مردوں سے زیادہ تھی۔ وہ

خوب سمجھتی تھی کہ ہماری خوش تدبیری نہ صرف مفتوحات اور مقبوضات کو
ہمارے قبضے میں رکھے گی بلکہ ہمارے خاندان کی عظمت اور وقعت
کا باعث بھی ہوگی۔ رضیہ ابھی سن بلوغ کو پہونچی ہی تھی کہ اسکو
یکایک یہ خیال ہونے لگا کہ اگر باپ کے بعد میں ہی تخت سلطنت
پر بیٹھوں تو مناسب ہے۔ باایں ہمہ اسکی نیک نیتی اور ایماندارانہ فطرت
غضب کا کریہہ اور بدنما الزام اپنے ذمہ لینا چاہتی تھی کہ بھائیوں
کے ہوتے وہ وارث تاج و تخت بن جائے۔ مگر پھر بھی خدا کی مخلوق
کی حفاظت اور انتظام ملک کے سنبھالنے کی ضرورت نے رضیہ کے
اس خیال کو شکست دی اور اب اسے یہ یقین ہوگیا کہ اگر
میں اپنے بھائیوں کا حق سلطنت غصب کرکے حکمران بن جاؤنگی تو بھی
مجھپر کوئی الزام قائم نہیں ہوسکتا۔ کہ میری ذات سے امن عامہ کی
توقع ہے اور ان لوگوں سے ملک میں فتنہ وفساد پیدا ہوگا۔ ایسی حالت
میں میرا فرض ہے کہ سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لیلوں۔ اور
انصاف وعدل کے قوانین جاری کروں۔ مگر ابھی وہ وقت نہ آیا تھا کہ وہ
اپنے خیالات کا اظہار ماں باپ کے آگے کرسکتی۔ اسلیے کہ ماں تو اسقدر
مغرور اور جاہلانہ مزاج کی عورت تھی کہ اس سے التمش بھی بات کرتے
ہوئے ڈرتا تھا۔ اور باپ کے آگے متین اور سنجیدہ بننا چاہتی تھی۔
اس نظر سے ایسی گفتگو جس میں چھچھور پن کے سوا بچپن بھی پایا جاتا ہو وہ
کیونکر کرسکتی تھی۔ سب سے پہلے حکومت حاصل کرنیکی جو تدبیر اوسکے دل میں آئی
وہ یہ تھی۔ کہ امرا و دربار کی ایک حد تک تالیف قلوب کیجائے۔ اس عمدہ
خیال نے خود اوسکی رہنمائی سلطنت کے اندرونی معاملات میں کی۔

ایک روز التمش ایک راجپوت کے درشت اور نا ملائم جواب سے ناراض ہوا۔ اور یہاں تک عتاب کو طول ہوا کہ دربار بھی بند ہو گیا۔ راجپوت نے بہتیری تدبیریں کیں کہ کسیطرح غضب سلطانی فرو ہو۔ مگر بے سود۔ آخر یہہ سمجھکر کہ رضیہ اپنے باپ کے مزاج میں بھی بہت دخیل ہے اوس نے اپنی بی بی کو محل سلطانی میں بھیجا۔ اور رضیہ کی خدمت میں التجا کی کہ حضور کوشش کرکے میرا قصور معاف کرادیں یہہ موقع رضیہ کو اچھا ہاتھ آیا۔ اس نے راجپوت کی بی بی کی بہت خاطر کی اسکا نذرانہ بخندہ پیشانی قبول کرلیا۔ اور رخصت کے وقت ایک قیمتی خلعت سے سرفراز فرمایا۔ اور اطمینان دلایا کہ کام حسب مراد ہوگا مگر آیندہ احتیاط کے لیے سخت تاکید کردی۔ وہ خوشی خوشی اپنے گھر واپس آئی اور ساری کیفیت اپنے میاں سے بیان کردی۔ غرض اوسی دن ادھر ادھر کی باتوں کے بعد رضیہ نے اپنے باپ کے سامنے یہہ معاملہ پیش کیا اور التمش کو مجبوراً اوسوقت چوبدار راجپوت کے گھر بلانے کیلیے بھیجنا پڑا اور اسطرح ایک پیچیدہ گتھی یون آناً فاناً میں سلجھ گئی۔ رضیہ کی دانائی۔ فراست۔ معاملہ فہمی۔ ذہانت اور طلاقت کے آگے ان اوسنے معاملات کی عقدہ کشائی کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ اس کا شکر الله دماغ خود بخود جہانداری کی کل قابل تحسین صفتین پیدا کرتا جاتا تہا۔ یہہ مردانہ کھلے دربار میں آتی اور آزادانہ طور پر ہر معاملات پر بحث کرتی۔

رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت آگئی تھی۔ کہ بعض اوقات باپ کے تخت کے قریب اور امرار کے ساتھ دست بستہ کھڑی ہوکر مشورے دینے لگی۔ یہہ ایک معمولی بات تھی کہ رضیہ باپ کے پہلو بہ پہلو بازار اور شکار میں گھوڑے

پر سوار ہوتی تھی اور کسی قسم کا حجاب نہ تھا۔ وہ دلیری سے آنکھیں دوچار کرکے بات چیت کیا کرتی تھی۔ اور قدرتی طور پر کچھ اوسکا رعب جو اوسنے خلیق بنکر پبلک اور پبلک اتھارٹیز پر بٹھا یا ایسا تھا کہ انتظام اوسکے سپرد کردیا۔ تعجب ہے کہ دربار عام میں جو شوکت اور رعب رضیہ کے چہرے سے برستا تھا وہ التمش کو بھی نصیب نہ تھا

الفنسٹن صاحب بہادر اپنی تاریخ ہند میں لکھتے ہیں۔ "وہ سلطانہ رضیہ کل شاہانہ صفات سے متصف تھی اور اگر اوسکے طریق وعادات کو جانچ کرتے ہیں تو اوس میں سوا اس کے اور کوئی عیب نہیں پاتے کہ وہ عورت تھی" فرشتہ کی خاص عبارت یہہ ہے "وسلطان رضیہ بجمیع صفاتے کہ بادشاہان عاقل کامل را باید محلی و مزین بود صاحب نظران کار آگاہ بجز آنکہ در صورت نسوان مخلوق بود عیبے درو نمے یافتند" جہاں تک تاریخ شہادت دیتی ہے رضیہ لاکھ دو لاکھ مردوں میں یکتا تھی۔ اور نہ صرف التمش بلکہ پبلک بھی رضیہ کو اپنا سلطان اور آیندہ حکمران سمجھتے تھے۔ پہلا کام جو رضیہ نے جوان ہوکر کیا وہ ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر تھی۔ چونکہ بہت بڑی ہوشیار اور نقشہ نویس تھی خود ایک مسجد کا نقشہ بناکر باپ کی خدمت میں پیش کیا۔ التمش نے کم فرصتی کا بہانہ کیا رضیہ نے اوسکی تعمیر کا انتظام اپنے ذمے لینا پسند کیا۔ التمش نے تجویز منظور کرلی اور اب مرمت کا کام شروع ہوگیا۔ مسجد کا صرف ایک ہی مینار بننے پایا تھا کہ التمش بہ نفس نفیس خود ایک مہم میں گیا اور رضیہ کو عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینی پڑی اسلیے وہ کام کچھ مدھم سا پڑگیا۔ ایک مینار جو تیار ہوا تھا اب تک قطب صاحب

کی لاٹ کے نام سے مشہور ہے۔ یہہ مینار دہلی سے سات کوس کے فاصلے پر جنوب کی جانب واقع ہے۔ اس ناتمام حالت میں بھی یہہ لاٹ عجائب روزگار ہے۔ اس لاٹ کے تین درجے سنگ سُرخ کے اور چوتھا درجہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اور ہر ایک درجے پر آیاتِ قرآنی کندہ ہیں۔ یہہ لاٹ اپنے ارتفاع میں ۲۴۲ گز ہے۔ اور آخری سیڑھی کا دور پچاس گز ہے اندر سے مجوّف ہے اور اسکی کُل سیڑھیاں ۳۷۹ ہیں۔ اور بھی چھوٹے چھوٹے مینارے بنائے گئے جنمیں سے ایک آدھ اب بھی موجود ہے اور باقی زمانیکی تغیّرانہ عادات کے شکار ہو گئے۔ یہہ مسجد ضرور بنتی مگر خاندانوں کے عظیم الشان انقلابات نے ایسے پسندیدہ کام کو تکمیل پر پہونچنے نہ دیا۔ اور وہ یونہی ناتمام ہو کر رہ گیا۔

اب سب سے زیادہ دلچسپ اور ناظر سوانح کو اپنی طرف کھینچنے والا نقطہ ہماری سلطانہ کی وہ خداداد حکمرانہ شہنشاہی جبروت کی انتظامیہ قوت کا ہے جو اپنی نوعیت اور کیفیت میں جیسا بے نظیر ہے ویسا ہی اسلامی دنیا کے لیے زیادہ افتخار کا باعث ہے۔

یہہ پہلی ہی بار ہے کہ ایک اسلامی خاتون ایسی حالت میں کہ عنفوانِ شباب ہو اور اپنے سے زیادہ مستحق بھائیوں کی موجودگی میں اپنے باپ کی غیر حاضری میں ایسی سلطنت کی باگ ہاتھ میں لے جو ابھی نئی نئی ہند میں قائم ہوئی ہو اور جسمیں مخالفانہ عناصر بہت شد و مد سے ملے ہوئے ہوں۔ شخصی حکومت اور وہ بھی مشرقی آب و ہوا میں وزرا کی مستقبل طبائع کو ایک پیمانے میں قائم رکھنا اور بہادر راجپوتوں کو اعتدال کی حد تک قائم

رکھنا ایسی بچی کے جسکی عمر بھی بہت کم ہو اور جسکے بھائی بھی اپنا حق سلطنت غصب ہونے پر اوسکی طرف سے دلی کدورت رکھتے ہیں کتنا مخوف اور مشکل معاملہ ہے۔

باپ کے چلے جانے کے بعد ہماری سلطانہ تاج شاہی سر پر رکھکر تخت پر جلوہ افروز ہوئی۔ اور رسم سلطنت کے بموجب کل وزرا دست بستہ حاضر خدمت ہوئے۔ جمال الدین بدایونی نے اپنی تاریخ خاندان غلاماں میں اوس دن کی عجیب کیفیت لکھی ہے گو زیادہ مطول ہونے سے ہم بعینہ درج نہیں کر سکتے مگر پھر بھی کچھہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ جس تزک و احتشام سے شہنشاہی لباس میں نوجوان رضیہ دربار میں نمودار ہوئی وہ دیکھنے سے علاقہ رکھتا تھا۔ چہرے پر نقاب تھی۔ سوائے بھولے پن اور اوس نا ہٹ کے جو فطرتی طور پر عورتوں کی صورت میں ہوتی ہے اور کوئی ثبوت اوس کی عورت ہونے کا نہ تھا۔ قاعدے کے موافق کل وزرا دست بستہ حاضر خدمت تھے اور تمام فوجی افسر بھی نمبروار اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اپنی نئی سلطانہ کی خدمت میں آداب بجالانیکو حاضر ہوئے تھے۔ بھائیوں میں سے ایک بھی نہ تھا۔ رضیہ گو ابھی لڑکی ہی تھی۔ مگر قدرتی طور پر اوسکا رعب اہل دربار پر اسقدر تھا کہ کوئی اوسکے چہرے کو آنکھ بھر کر نہ دیکھہ سکتا تھا۔ رضیہ نے پہلا سوال جو وزیر اعظم سے کیا وہ فوج اور محکمۂ مال کے بارے میں تھا۔ رضیہ نے کہا کہ والد ماجد ایک خوفناک مہم پر تشریف لیگئے ہیں میں چاہتی ہوں کہ فوج اور رسد کا سامان کیا جائے۔ تاکہ ضرورت کیوقت یہاں سے اور بھی ہر قسم کی مدد بہ آسانی پہنچ سکے۔ وزیر نے نہایت خوش اسلوبی سے جواب دیا اور کہا کہ فوج اسقدر کافی ہے کہ اور نئی فوج بھرتی کرنے کی ضرورت نہیں ہے

ہاں سامان رسد کی فراہمی ایک ضروری امر ہے۔ یہ سُنکر سلطانہ نے فوراً محکمۂ کمسریٹ کے افسر کے نام حکم بھیجدیا۔ کہ تیس ہزار فوج کی باربرداری اور رسد کا سامان ہر وقت تیار رکھے۔ خزانۂ شاہی کی بابت بہت سی باتیں ہیں۔ بعد ازاں ڈاک کے انتظام کے لیے وزیر کی طرف اشارہ ہوا اور ارشاد ہوا کہ میں یہ چاہتی ہوں کہ ہر روز جنگ کی مفصل کیفیت سنتی رہوں۔ یہ باب سب سے زیادہ مشکل بلکہ دشوار تر تھی۔ نہ ابھی باغیوں سے راستے پاک ہوئے تھے۔ نہ سڑکوں کا کافی انتظام ہوا تھا۔ التمش کی فوج بھی لڑتی بھڑتی اور باغیوں کو پسپا کرتی ہوئی بہ مشکل اپنی منزل مقصود پر پہونچی تھی۔ وزیر سلطانہ کا یہ ارشاد سنکر کسی قدر خاموش ہوا خود بھی سلطانہ نے سنجیدگی سے اس اہم اور پیچ در پیچ مسئلے کے سلجھانے میں عقل لڑائی اور چند دیگر امور پر بحث کرکے دربار برخاست کردیا۔ اور حکم دیا کہ کل ہم ایک ایسا جغرافیائی نقشہ چاہتے ہیں جس سے یہ اندازہ ہو اور ہم جانچ کرسکیں کہ کون کون سے پہاڑ۔ دریا۔ نالے اور مزاحم ریاستیں بیچ میں پڑتی ہیں جو ہماری فوجی ڈاک کی مزاحم ہوسکتی ہیں موجودہ زمانے کے لحاظ سے یہ سوال گو چنداں وقعت کے قابل نہ سمجھا جائے مگر اوس پرانے زمانے اور سلطانہ رضیہ کی عمر پر خیال کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ عورتوں کی صنف میں تو بہت کم ایسی مدبرہ اور روشن دماغ گذری ہیں۔

دوسرے دن حسب الارشاد وزرا نقشے بنا بنا کر لائے۔ مگر جو نقشہ رضیہ نے ساری رات میں تیار کیا تھا سب سے مفید اور اعلیٰ درجے کا ثابت ہوا۔ اور اسی کے مطابق ڈاک کا انتظام جس طریقے سے انجام پایا پھر رضیہ نے بذات خود تمام دفتر کی جانچ کی اور اوسکا انتظام اس عمدگی سے کیا کہ جس وقت چاہو دفتر کا حساب کتاب

صاف طور پر مل سکے تقریباً چھہ مہینے تک رضیہ اپنے باپ کی قائم مقامی کرتی رہی - اس عرصے میں جس خوش اسلوبی سے اسنے انتظام سلطنت کو سنبھالے رکھا - وہ نہایت ہی بڑی تعریف کا مستحق ہے - چھہ مہینے کے عرصے میں شاید رضیہ کو دو شب بھی آرام سے سونا نملا - وہ رات دن اسی چکر میں رہتی تھی کہ کسیطرح تمام وزرا اور پبلک یہہ سمجھ لے کہ رضیہ سلطنت کے قابل ہے - وہ اپنے بھائیوں کی کمزور فطرت کو بخوبی جانتی تھی - اور اوسے یہہ بھی علم تھا کہ اونکی حاسدانہ طبائع ضرور ایسی حالت میں کہ اس سلطنت کی باگ میرے ہاتھہ میں آئیگی کچھہ نہ کچھہ رنگ لائیگی - ایسی نازک صورت کے حدوث کے قبل اسنے یہہ قائم مقامی کا زمانہ اپنے لیے رحمت سمجھا اور اس تگ و دو میں ہوئی کہ تالیف قلوب کیجاسنے - اور اسطرح کارروائی کیجاے کہ لوگ مجھہ سے راضی بھی ہوجائیں - اور انتظام سلطنت میں بھی کوئی رخنہ نہ پڑے - ہفتے میں دو دن اس نظر سے عام دربار کیا کرتی تھی اور ہر شخص کو خواہ وہ کسی طبقے اور درجے کا ہو اجازت دیدی گئی تھی کہ اگر وہ کوئی استغاثہ پیش کرنا چاہے تو دست بدست سلطانہ کو دے سکتا ہے - عوام الناس نے اس حکم کو آنکھوں سے لگایا - اور وہ اپنی سلطانہ پر جان نثار کرنے لگے - بعض دفعہ ایسا بھی ہوا ہے کہ وہ کسی اہم مقدمہ کی تحقیقات کے لیے بنفس نفیس موقع واردات پر پہونچی اور فریقین کے اظہار قلمبند کرکے داد انصاف دی - چھہ مہینے کی قائم مقامی کے زمانے میں اوسنے اپنے سول اور ملٹری افسروں کو اپنے پر فریفتہ کرلیا - گو اوسکے بھائی اور اونکی پارٹی اس سے ناراض بھی رہے - علاوہ انکے وہ ارکان سلطنت جو آرام طلب و عیش پسند تھے رضیہ سے خوش نہوئے

رضیہ سے خوش نہوئے۔ گو بظاہر وہ دربار مین وفادار خادمون کی صورت
بناکر سامنے کہڑے ہوتے تھے۔ مگر دل مین اپنی روشن دماغ سلطانہ کی
طرف سے کبیدگی ہی رکہتے تھے۔ ایک نئی بات جو سلطانہ رضیہ نے
کی وہ ساقنون کا سڑک پر سے اوٹہوا دینا تہا۔ اوس نے اعلان جاری
کیا کہ آیندہ سے کوئی ساقن بن سنور کر سڑک پہ نہ بیٹہا کرے۔ کیونکہ انکا
یون عام شاہراہون مین بیٹہنا نہ صرف عصمت پناہ خواتین کی تخریب
عادات جمیلہ کا باعث ہوتا ہے بلکہ نوجوان بچے بہی بگڑتے ہین۔ ان
ساقنون کے لئے محلّون مین جگہہ مقرر کردی کہ وہ وہان بیٹہکر حقہ وغیرہ
پلایا کرین۔ اسیطرح سے ایسی دکانین بہی عام شاہراہون سے
اوٹہادی گئین اور جتنے خلاف شرع امور ہوتے تہے اونکا ابن خوبصورتی
سے انسداد کیا کہ کام کا کام بنگیا اور کسیکو گران بہی نگذرا۔ بڑی بات
جو راجپوتون کی تالیف قلوب کے لئے کی وہ یہ تہی کہ اُنکے مندرا ور
پرستشگاہون کے لئے اوقاف مقرر کردئے اور اس مضبوطی سے
اون کا عملدرآمد ہوا کہ التمش بہی اپنی بیٹی کی تجویز سے منحرف نہو سکا۔ یہ
ترکیب راجپوتون کی عظیم الشان اور خونخوار گروہ کو اپنی مٹہی مین لانیکی
بہت اچہی تہی۔ مگر اس سے راسخ الاعتقاد مُلّا جنکو پولٹیکل مذاق کبہی ہو ہی
نہین ہوسکتا ہے برہم ہوئے اور ایسی حالت مین اوسکے عیش پرست بہائیونکو
اُنکو بہڑکانے اور اون سے ملجانیکا بہت اچہا موقع ملا۔ یہ سب کام سلطانہ
نے تقریبًا چہہ مہینے مین کر لئے اور حتےٰ الامکان اپنے ہر تجدید انتظام کی
اطلاع اپنے باپ سے کرتی رہتی تہی۔ غرض اوسنے یہ ثابت کرکے دکہا دیا
کہ التمش کے بعد ایک وہی ہون جسکے جسم پر قبائے سلطانی ٹہیک آسکتی ہے

موجودہ زمانے کی ترقی کے پہلو سے سلطانہ رضیہ کو نہ دیکھو بلکہ ابتدائے
حالت پر جبکہ انسانی نسل نے اتنی ترقی نہ کی تھی ایک ایسی لڑکی کی فطرت
پر خیال کرو جسنے نہ آکسفورڈ یونیورسٹی مین تعلیم پائی تھی نہ کیمبرج دارالعلوم کا
پاس حاصل کیا تہا نہ اوسکے خاندان مین متعدد حکمرانہ پشتین گذری تھین -
ایسی صورتین ایسی آبادہو ا - ایسے زمانہ مین ایک ایسی روشن دماغ
سلطانہ کا پیدا ہونا اور صرف اپنی قابلیت اور دماغی وسعت سے اپنے بہائیونکا
کو پہلانگ کر سلطانہ یا مالک تاج و تخت بن جانا کس قدر اسلام کی
بزرگی ظاہر کرتا ہے - اس کے علاوہ ایک نامور بات جو اس سے پائے
جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام مین عورتون کا کسقدر احترام اور قدر کیجاتی
ہے اور گذشتہ اسلامی حکمرانون کی کیسے انصاف پسند دماغ تھے کہ التمش
نے اپنے مستحق سلطنت بیٹون کو صرف اس نظر سے خارج کر کے کہ ان کی عیش
پرستی سلطنت کو برباد کردیگی اپنی بیٹی کو سلطانہ بنادیا - التمش کا چونکہ
اول ہی سے یہ ارادہ تہا کہ رضیہ کو اپنے بعد تخت دونگا -

اس نے امتحاناً چہ سات مہینے کے لئے کل اختیارات تفویض کر کے اس
بات کا اندازہ کیا کہ یہ ہونہار شہزادی کس درجہ تک میرے دلی مدعا کے برلانے
کی قابلیت رکھتی ہے جب وہ اپنی مہم مین کامیاب ہوکر دارالخلافۃ
مین واپس آیا اور اوس نے انتظامی معاملات کی جانچ کی تو اوس کی
آنکھین کہلی کی کہلی رہگئین - اور اوسے یقین ہوگیا بلکہ اوس نے اپنے دل
مین یہ سمجھ لیا کہ اگر اسکے ہاتھ مین سلطنت کی باگ دینے مین کوئی شخص
مانع ہوا تو اوسے تلوار سے سمجھاؤن گا -

رضیہ کے بہائیون نے اپنے باپ التمش کے آگے شکایت کی اور متعصب

ملاؤن کا ایک فتوےٰ جو بڑی محنت سے ترتیب دیا گیا تھا اوسکی خدمت مین پیش کیا۔ اور کہا رضیہ اپنی اس کارروائی سے کہ اُس نے راجپوتون کی عبادتگاہ کے لئے گاؤن وقف کر دئے ہین۔ درجہ کفر تک پہنچ گئی۔ ساتھہ ہی اس کے اونھون نے یہ بہی کہا کہ ہمنے حضور کے خوف کے مارے کوئی کارروائی نہین کی۔ مبادا اس مین خلل پڑ جائے۔ اور سخت خونریزی ہو۔ ورنہ ہمین بہ حیثیت مسلمان اور حصہ دار سلطنت ہونے کے اختیار تہا کہ بزور باز و رضیہ کو یہ کام نکرنے دیتے۔ التمش گو دل مین اپنے بیٹون کی تقریر سنکر اور علماء کی کفر آلود باتین گوش گذار کر کے سخت مکدر ہوا مگر بظاہر اوس نے نہایت سنجیدگی سے سُنا۔ اوس پر غور کیا اور یہ اطمینان بخش جواب دیا کہ کل رضیہ کی موجودگی مین مین اس معاملے کا اطمینان بخش فیصلہ کر دونگا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر فتوی دینے والے مولوی معہ اور فاضل علماء کے رضیہ اور اوس کے بہائیون کے ساتھ حاضر ہوئے۔ رضیہ کشمکش و پیچ مین تہی کہ دیکھئے کیا فیصلہ ہونیوالا ہے۔ اُسے اسبات کی مطلق پروا نہ تہی کہ سلطنت کا استحقاق جاتا رہیگا۔ بلکہ اُسے یہ خیال تہا کہ مبادا اس جد و جہد سے اوقاف دے ہوئے واپس ہو جائین۔ التمش نے جن وزرا کو اس مقدمے کے فیصلے مین شریک کیا تہا اونکے سوا اور کسیکو کانون کان خبر نہ تہی کہ آج شب کو محل مین کس بات کا سمجھوتہ یا فیصلہ ہو رہا ہے۔ جمال الدین بدایونی نے علماء کی طول طویل بحثون کو نقل کیا ہے مگر ہم اونہین غیر ضروری سمجھ کر قلم انداز کرتے ہین۔ اور صرف وہ سوال و جواب لکھتے ہین جو مفتیون اور رضیہ مین ہوئے۔ اور جن پر التمش نے فیصلہ کیا۔ پہلا الزامی سوال مفتیون کی طرف سے یہ تہا کہ تمنے کفر مین اعانت

دی رضیہ نے اس الزام کو حقارت سے سُنا اور مُنہ بناکر یہ جواب دیا کہ مینے
کفر کو نہین بلکہ اسلام کو قوت پہنچائی ہے۔ مینے وہ تدبیر کی ہے جس
سے اسلام کے قدم ہندوستان مین مدتون تک جمے رہین۔ مینے اپنا
مذہبی فرض سمجھکر انکی پرستشگاہون کے لئے اوقاف نہین مقرر کئے
ہین بلکہ ایک دنیوی حکمران کی حیثیت سے محض دنیا کا معاملہ سمجھکر یہ تالیف
قلوب کی کارروائی کی ہے۔ یہ سنتے ہی مفتیون کو سانپ سونگھ گیا اور اسکے
بھائی بت کیطرح آنکھین پتھرائے ہوئے رہگئے۔ التمش نے نعرۂ تحسین بلند
کیا۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ جو کچھ رضیہ کہتی ہے بالکل صحیح اور قابل عمل ہے۔ رضیہ
کے بھائی اور اُن کے معاون مفتی اپنا سا مُنہ لیکر واپس چلے آئے اور ایک
تازہ دشمنی رضیہ کی طرف سے اون کے دلون مین جگہ پکڑ گئی۔ گویا ایک بڑی
زبردست مخالفانہ پارٹی کی بنیاد اس تاریخ سے سلطنت کی جگہ مین رضیہ کے
خلاف پڑ گئی۔ جس نے بعد ازان نہ صرف رضیہ بلکہ سلطنت کو ظلم کا جوہر
دکھایا اور اپنی کوتہ اندیشی سے یہانتک کارگزاری کی کہ التمش کا خاندان
ہی صفحہ ہستی سے حرف غلط کیطرح مٹا دیا۔

اب ہم اپنی سلطانہ کی زندگی کا نیا زمانہ شروع کرتے ہین اور اوسے ایک
مستقل حاکمانہ جلال مین تخت پر جلوہ افروز دیکھتے ہین جس مین کسی گروہ آدمیون
کی چالون پر وہ خود مختاری سے حکومت کریگی اور تمام نظم و نسق صرف
اسی کی ولا ذلت پر منحصر ہوگا۔ اسکے باپ التمش کے انتقال کے بعد جو
سفر ملتان مین ہوا شاہی خاندان مین جھگڑے قضیے برپا ہوگئے اور
آخرش التمش کا بیٹا فیروز تخت نشین ہوا۔ مگر چونکہ یہ حد درجے کا عیاش
اور شریر النفس تھا اسلئے امور سلطنت کے انجام دہی مین اس سے غفلت

غفلت ظہور میں آئی۔ تمام کاروبار میں ابتری پھیل گئی۔ اور طوائف الملوکی
کی صورت ہر طرف نظر آنے لگی۔ اس نے اندھا دھند خزانہ عامرہ کا روپیہ
بھانڈوں اور نقالوں کو نذر کرنا شروع کر دیا۔ اس سبب
سے بغاوت نمودار ہو گئی۔ اور سات مہینے کے بعد فیروز اپنے باپ
کے تخت سے اتار دیا گیا۔ اب تمام اراکین سلطنت میں یہہ سوال پیش
ہوا کہ کون تخت شاہی پر جلوہ افروز ہو۔ ہماری سلطانہ کی دانشمندی
کے سب قائل ہو گئے تھے فی الفور سب کی آنکھیں سلطانہ رضیہ
کی طرف متوجہ ہوئیں۔ اور تمامی امرا اور وزرا نے ملکہ ۱۲۳۶ء میں
اوسکو تخت پر بٹھا دیا۔ اس زمانے میں ایک گروہ ایسا بھی تھا
کہ جس نے عورت ذات کی فرمانبرداری قبول کرنے سے انکار کیا
اور سلطانہ کے مقابلے میں علم بغاوت بلند کیا مگر سلطانہ نے حکمت عملی
سے دشمن کے لشکر میں نفاق ڈالدیا جس سبب سے ایک ایک جانی دشمن ہو گیا
جو نہایت سرکش تھے اونھیں سلطانہ نے قتل کروا ڈالا۔ اور باقی شخصوں
کی دلجوئی کر کے منصب عطا کیے اور اسطرح یہہ بغاوت ٹھنڈی ہو گئی۔
دو برس سے زیادہ سلطانہ رضیہ بیگم کے زمانے میں خوب امن و امان رہا۔
اور اوسکے حسن انتظام سے رعایا میں آسودہ حالی کی صورت دکھائی دینے
لگی۔ تجارت کو ترقی ہوئی۔ مالگذاری وقت پر وصول ہونے لگی۔ ناظم اپنا کام
اچھی طرح سے انجام دیتے تھے۔ وہ بے نقاب سریر سلطنت پر جلوہ افروز
ہوتی تھی۔ اور اصالتاً خود فریادیں سنا کرتی تھی۔ وہ اکثر ہاتھی پر سوار ہو کر شہر
کا انتظام دیکھا کرتی تھی۔ اور اوسکے حسن و قبیح پر اپنے اراکین سلطنت کو
مطلع کیا کرتی تھی۔ مسند نشینی سے قبل سلطانہ کو اپنی شادی کا مطلق خیال نہ تھا

یہہ امورات سلطنت میں کچھہ ایسی غلطاں پیچاں رہا کرتی تھی کہ اوسکو اپنی ذاتی خواہشات کے خیالات کی طرف ذرا بھی رجحان نہ تھا۔ اگرچہ چند اشخاص اوسکے ساتھہ عقد کے آرزومند تھے مگر سلطانہ نے کسی کی طرف اس خاص بارے میں ذرا بھی التفات نہ کی۔ بعد جلوس البتہ اوسکی طبیعت ایک ایسے شخص کے دل میں جگہہ پائی کہ دنیوی لحاظ اور مرتبت کی وجہ سے بالکل ناقابل سمجھا جاتا تھا۔ اور تھا بھی۔ جسکی وجہہ سے ایک عظیم بلا میں گرفتار ہوکر جاں بحق ہوئی۔

رابعہ بصری :۔ یہہ عورت تبع تابعین کے عہد میں تھی۔ اور فصاحت و بلاغت کے کمال سے اسنے قرآن مجید پر اس قدر تصرف حاصل کرلیا تھا کہ ہماری نظر میں اسکی ذکاوت اور تیزی اوسکا وہ ملکہ جسکی بدولت وہ قرآن کی ہر آیت کو نہایت مناسب موقع پر استعمال کرتی تھی بہت ہی حیرت انگیز چیز ہے اور شاید اپنے اس کمال کے اعتبار سے اسلام کی تیرہ سو برس کی مدت میں وہ منفرد ثابت ہوگی۔ عبد اللہ بن مبارک جو امام اعظم ابو حنیفہ کوفی علیہ الرحمۃ کے ارشد تلامذہ میں ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ معظمہ گیا۔ اور ارادہ تھا کہ مدینہ طیبہ جاکے تربت حضرت رسالت پناہ صلعم کی زیارت سے بھی مشرف یاب ہونگا۔ میں اپنے اونٹ پر سوار تن تنہا جا رہا تھا۔ اور عرب کے ریگستان اور پہاڑوں کی گھاٹیاں قطع کرتا چلا جاتا تھا کہ راستہ میں ایک جگہہ دور پر کچھہ سیاہی نظر آئی۔ قریب جاکے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ضعیفہ عورت بیٹھی ہوئی ہے نہ کوئی آگے ہے نہ کوئی پیچھے۔ ایک سوتی چادر اور ایک سوتی خمار سر پر پڑی ہوئی ہے۔ میں نے حیرت سے اوسکی طرف دیکھا اور کہا "وعلیکم السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اوسنے جواب دیا "سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ"۔

(یعنی سلام قول ہے پروردگار مہربان کی جانب سے) میں نے کہا خدا تم پر رحمت
کرے یہاں کیا کر رہی ہو۔ جواب دیا۔ ''وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ'' (جسکو
اللہ گمراہ کر دے اوسکو راہ بتلانے والا کوئی نہیں) اس جواب سے میں سمجھا کہ یہ
راستہ بھول گئی ہے دریافت کیا ''اور جاتی کہاں ہو'' بولی ''سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ
اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا'' پاک ہے وہ
جو لیگیا اپنے بندے کو مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی طرف)
میں سمجھ گیا کہ حج سے فراغت کرکے اب بیت المقدس جاتی ہے۔ پوچھا کب سے
تم اس مقام پر پڑی ہو۔ وہ بولی۔ ''ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا'' (تین راتیں پوری)
میں نے کہا تمھارے پاس کچھ کھانیکو تو ہے نہیں آخر کسطرح بسر کیو نکر کی۔ وہ کہنے لگی ''
هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ'' (وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے) میں نے پوچھا اور
تم وضو کس چیز سے کرتی تھیں'' بولی ''فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
(اور نہ پاؤ تم پانی تو تیمم کرو پاک مٹی سے) میں نے کہا میرے پاس کھانا ہے کھاؤ گی
تو۔ وہ ''ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ'' (پھر تمام کرو تم روزے کو رات تک) میں نے
کہا یہ رمضان کا تو مہینا نہیں ہے۔ جواب دیا۔ ''وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ
اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ'' (اور جو بطور نفل نیک کام کرے تو اللہ قبول کرنیوالا اور جاننے
والا ہے) میں نے کہا لیکن سفر میں تو ہمیں روزہ نہ رکھنا مباح ہے۔ جواب دیا
''وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ'' (اور اگر روزہ رکھو تم تو تمھارے
حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو) آخر اوسکی قرآن خوانی سے عاجز آ کے میں نے
کہا جسطرح میں تم سے باتیں کرتا ہوں اسی طرح آزادی سے تم مجھ سے باتیں
کیوں نہیں کرتیں۔ اسکے جواب میں اوس نے کہا ''مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا
لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ'' (نہیں منہ سے نکالتا ہے کوئی بات مگر یہہ کہ اوسپر

ایک جاسوس بیٹھا ہے) میں نے پوچھا - تم کس قبیلے کی عورت ہو اوسنے کہا - "
لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ
عَنْهُ مَسْئُولًا" (اور نہ واقف ہو تو اوس چیز سے جسکا تجھے علم نہیں ہے بتحقیق
کان اور دل سب سے اسکے متعلق باز پرس ہوگی) میں نے کہا مجھ سے خطا
ہوئی معاف کرو - وہ بولی "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ" (نہیں تم پر
سرزنش آج اللہ تمھارے گناہ معاف کرے -) میں نے کہا میں تمھیں اپنی اونٹنی
پر بٹھاکے لے چلوں چلوگی - کہا - "وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ" (اور جو نیکی کا
کام تم کرو اللہ اوسے جانتا ہے) میں نے اونٹنی بٹھائی اور کہا آؤ - کہنے لگی - "قُلْ
لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ" (کہہ تو مومنین سے کہ اپنی آنکھیں بند کرلیں
میں نے آنکھیں اوسکی طرف سے پھیرلیں اور کہا لو سوار ہو - اوس نے جیسے ہی
سوار ہونیکا قصد کیا اونٹنی بھڑکی اور اوسکی چادر پھٹ گئی اپنی چادر کو پھٹتے
دیکھ کر بولی "وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ" (اور تمکو جو مصیبت
پہونچے وہ خود تمھارے ہاتھوں سے ہے) میں نے کہا اچھا تم ذرا ٹھیر جاؤ میں
اونٹنی کو باندھ دوں تب تم سوار ہونا - جواب دیا "فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ"
(پس سمجھایا ہم نے سلیمان کو) میں نے اونٹنی کو باندھ کر کہا - اب سوار ہو - وہ
سوار ہوئی - اور اونٹنی کی پیٹھ پر بیٹھکر کہا - "سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا
هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ" (پاک ہے وہ اللہ جسنے
اسکو ہمارا مطیع کیا اور ہم اوسکی صلاحیت نہ رکھتے تھے اور ہم اپنے پروردگار
کی طرف توجہ کرنے والے ہیں) میں نے اونٹنی کی مہار ہاتھ میں لی اور دوڑتا چلا
چلا - یہ حالت دیکھکر بولی - "وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ"
(اور نرمی کرو اپنی چال میں اور پست کرو اپنی آواز کو) یہ سنکر میں آہستہ آہستہ

چلنے لگا اور چلانے کی جگہہ ضعیف آواز سے بطور ترنم کچھہ اشعار پڑھنے لگا
تو بولی "فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" (اور پڑھو جسقدر توفیق ہو قرآن سے)
میں نے کہا اللہ نے تم میں بہت سی نیکیاں پیدا کی ہیں۔ بولی۔ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا
اُولُوا الْاَلْبَابِ" (اور نہیں سمجھتے ہیں مگر صاحبان عقل) تھوڑی دور چلکر
میں نے دریافت کیا تمھارے شوہر بھی ہیں۔ کہنے لگی "يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاۗءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ" (اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو
نہ سوال کرو اون چیزوں سے کہ اگر ظاہر ہو جائیں تو تمکو بری معلوم ہوں) یہہ
سنکر میں خاموش ہو گیا۔ اب ہم چلتے چلتے قافلے میں پہونچے اور اوس ضعیفہ
سے میں نے دریافت کیا کہ قافلے میں تمھارا کون ہے۔ کہا۔ "اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ
زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" (مال اور دولت جو دنیاوی زندگی کی زینت ہیں)
میں سمجھا کہ اسکے بیٹے قافلے میں ہیں۔ میں نے کہا۔ اور اونکا پتہ کیا ہے۔ وہ
بولی۔ "وَعَلَامٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ" (اور علامتیں ہیں اور تاروں سے
وہ راستہ پاتے ہیں) مجھے معلوم ہوا کہ اوسکے لڑکے قافلے کے رہبر ہیں۔
میں اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے خیموں میں پھرنے لگا۔ اور
رہبروں کے حلقے میں پہونچ کر میں نے کہا تمھارا خیمہ کونسا ہے
پہچانو۔ کہنے لگی "وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۔ يَا يَحْيٰى
خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ" (اور لیا اللہ نے ابراہیم کو دوست اور بات کی اللہ نے موسی
سے بات کرنے کر۔ اے یحیےٰ لے تو کتاب مضبوطی سے) میں سمجھ گیا کہ یہہ
اوسکے بیٹوں کے نام ہیں۔ اور آواز دی۔ اے ابراہیم اے موسی اے
یحیےٰ۔ ناگہاں تین نوعمر لڑکے نکلے جو اسقدر خوبصورت تھے کہ گویا چاند کے ٹکڑے
ہیں۔ لڑکوں نے اپنی ماں کو اوتارا۔ اور ہم سے بیٹھہ کر باتیں کرنے لگے۔

یکایک اوس عورت نے چلا کر کہا " فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ" یہہ سنتے ہی ان میں سے ایک بازار دوڑ گیا اور جو کچھہ ملا لاکے میرے سامنے رکھدیا۔ وہ عورت بولی۔ " كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـــًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ " کھاؤ اور پیو برکت کے ساتھہ بعوض اوس کے جو گذشتہ خالی دنوں میں تم کر چکے ہو میں ضعیفہ کی باتیں سنکر اسقدر حیرت میں تھا کہ میں نے لڑکوں سے کہا سنو۔ میں اپنے اور تمھارے کھانے کو حرام سمجھتا ہوں جب تک یہہ نہ بیان کردو کہ یہہ کون خدا کی بندی ہے اور اوس کی داستان کیا ہے۔ لڑکوں نے کہا ہمیں بیان کردینے میں کوئی عذر نہیں۔ یہہ ہماری والدہ ہیں۔ چالیس برس ہوئے جب سے سوا قرآن کی آیات کے اور کوئی لفظ اون کی زبان سے نہیں نکلا۔ اور اونھوں نے اس خوف سے اور باتیں کرنا چھوڑ دی ہیں کہ مبادا کوئی ایسا لفظ زبان سے نکلجائے جسکی قیامت کے دن جوابدہی کرنا پڑے۔ ابن مبارک کہتے ہیں میں نے یہہ سنکر تعجب کیا اور کہا یہہ خدا کی مہربانی ہے جس کے حال پر ہو جائے

اس قصے سے ثابت ہوتا ہے کہ تعلیم نے اس عورت میں کسقدر لیاقت پیدا کر دی تھی۔ کہ اپنا ہر کام قرآن ہی سے نکال لیا کرتی تھی۔ اور پھر یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم نے اسکے دل پر کسقدر پاک اثر پیدا کیا۔ اور اوسنے کتنا اونچے درجہ اتقا کا دکھایا۔ جو شاید کبھی مردوں میں بھی نہ نظر آیا ہوگا۔

رملہ بنت شیبہ۔ شیبہ بن ربیعہ کی لڑکی تھی۔ اس عورت کا شمار صحابیات سے کیا گیا ہے۔ جسوقت اسکا باپ جنگ بدر میں مارا گیا اوسوقت رملہ نے یہہ شعر کہے جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

اشعار

يحيي الوحش صائبة يسوج	ومكتة او باطراف الحجون
تدين لمعشر قتلوا اباها	اقتل ابيك جائك باليقين

حرف الزاء

زبیدہ خاتون :- خلیفہ عباسی جعفر بن منصور کی لڑکی اور ہارون رشید کی بی بی تھی۔ یہہ خاتون بڑی مخیرہ تھی۔ اسکے محل میں سو عورتیں حافظ قرآن نوکر تھیں۔ اس نے اپنی عالی ہمتی سے مکہ معظمہ میں ایک نہر کھدوائی تھی۔ اسکا شوہر ہارون رشید۔ امور مملکت میں اس سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ یہہ خاتون اکثر علوم سے واقف تھی۔ نظم کی طرف بھی طبیعت مائل تھی۔ اس کے ایک لڑکے کا نام امین تھا۔ طاہر نے جس وقت امین کو قتل کروا ڈالا اوسوقت امین کی ماں زبیدہ خاتون قصر خلافہ میں تشریف فرما تھی۔ کہ ایک خواص نے آکر کہا۔ حضور بیٹھی کیا کرتی ہیں امیر المؤمنین قتل کردیے گئے۔ زبیدہ نے کہا پھر کیا کروں۔ اوسنے ترغیب دی کہ حضرت عائشہ جسطرح حضرت عثمانؓ کے خون کی دعویدار ہوئی تھیں۔ حضور بھی امیر المؤمنین کے خون کا عوض لیں۔ زبیدہ نے کہا: [illegible] ما للنسا وطلب الدماء۔ اسکے بعد مامون کو یہہ منظوم خط لکھا۔

اشعار

لوارث علم الاولين وفهمهم	وللملك المامون ام جعفر
كتبت وعيني مستهل دموعها	اليك ابن عمي من جفوني ومحجر
وقد مسني ذل وضر كآبة	وارق عيني يا ابن عمي تفكر
اتي طاهر لا طهر الله طاهرا	فما طاهر فيما اتى بمطهر

فاخرجني مكشوفة الوجه حاسرًا — وانهب اموالي واخرب ادوري

يعزُّ على هارون ما قد لقيته — وما نالي من ناقص الخلق اعور

فان كان ما ابدي بأمر امرته — صبرت لامر من قدير مقدر

اور اپنے لڑکے امین کے مرثیے میں کچھہ فارسی اشعار لکھے جسکے دو شعر یہہ ہیں۔

اشعار

ای جان جہان ناخوش بی تو — بغداد پریشان و مشوش بی تو

رفتی تو و من بی تو بماندم فریاد — تو در خاکی و من در آتش بی تو

زیب النسا بیگم۔ اسکے باپ کا نام عالمگیر تھا۔ جو اپنے وقت کا نہایت مدبر بادشاہ ہو گذرا ہے۔ شاہ نواز خاں صفوی کی دختر کی لڑکی تھی۔ سنہ ۱۰۴۸ ہجری میں دہم شوال کو پیدا ہوئی تھی۔ کلام مجید کی حافظہ تھی۔ علوم عربی اور فارسی سے بخوبی ماہر تھی۔ خطوط نستعلیق۔ نسخ۔ شکستہ وغیرہ وغیرہ لکھنے پر قادر تھی۔ سینکڑوں علما۔ شعرا۔ اور خوش نویس منشی اسکی قدردانی کے سایے میں خوش حال رہا کرتے تھے۔ نحو۔ صرف اور فقہ میں بھی کامل دستگاہ تھی۔ نظم سے نہایت دلچسپی تھی۔ اس لئے اپنی بددماغی کی وجہ سے شادی نہیں کی۔ اور سنہ ۱۱۱۳ ہجری میں فوت ہوئی۔ اسکے کچھہ اشعار ذیل میں درج ہیں۔ لیکن مخفی جو اسکا تخلص لوگ مشہور کرتے ہیں بالکل غلط ہے۔

ابیات

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا — بت پرستی کی کند گر برہمن بیند مرا

در سخن پنہان شدم مانند بو در برگ گل — ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

ولہا

از تاب و تبم مہر سما را کہ خبر کرد		وز گریۂ من ابر و ہوا را کہ خبر کرد
بیرون ہمہ سر سبز و درونم پُرخون		از حالت من برگ حنا را کہ خبر کرد
	ولہا	
ور نہاں خونم بظاہر گرچہ برگ تازہ ام		حال من در من نگر چوں برگ سرخ اندر حناست
دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام		زیب و زینت بس ہمیں نام من زیب النساست
	ولہا	
خیز کر تتمہ ریز کن نرگس نیم مست را		از تہ جام جرعہ دہ ساقی می پرست را
بہر شہادت جہاں یک نگہ از تو بس بود		گرم غضب چہ میکنی غمزۂ تیز دست را
تاب مدہ بطرہ ات بر دل سوگرہ مزن		بدعت تازہ منہ قاعدۂ شکست را
	ولہا	
ننگر بہ تہی دستی ما کز سر ہمت		بر سفرۂ حاتم ننشینند مگس را
	ولہا	
گر فہم آنکہ از رحمت گناہ عاصیاں بخشد		بہ محشر بس بود داغ خجالت روسیاہاں را
	ولہا	
سپید ہم آب از سرشک بین باغ خویش را		تازہ سپیدارم بہ بوی گل و باغ خویش را
	ولہا	
درس عشقت را بیا سے دیگر ست		ایں مدرس را نہ پاسے دیگر ست
تا بجے سرگرم کار ایں جہاں		ایں جہاں را ہم جہاں سے دیگر ست
از شراب عشق می سوزد جگر		نقل ایں مے از دکانے دیگر ست

حرف السین

سکینہ:- حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا حضرت امام حسینؑ کی صاحبزادی کے

فضائل کا منظر دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ احوص ادب کا امام اور ملک عراق کا فخر جب مدینے میں آیا۔ اور وہاں کے تمام کاملین کا اوسنے جائزہ لیا۔ جو لوگ بڑے بڑے کامل العیار خیال کیے جاتے تھے احوص کی نکتہ چینی سے عہدہ برآ نہو سکے۔ کوئی ایسا نہ تھا جو مدینے کے مرکز قابلیت کی ناموس کو محفوظ رکھ سکتا جب وہ حضرت سکینہ کی خدمت میں آستانہ بوسی کو حاضر ہوا تو آپنے اوسکے تمام مجموعہ لٹریچر میں سے چند جگہہ ایسی مبصرانہ نکتہ چینی کی کہ اوسکو دعوی انا ولا غیری ترک کرنا پڑا۔ ایسے ہی فرزدق اور جریر عراق کے مشہور شعرا جن سے زیادہ اوس زمانے میں کوئی روشن ستارہ آسمان کے افق پر نتھا۔ مدینے میں آئے۔ اور حضرت سکینہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپنے ہر ایک کے کلام میں جو کہ تمام شعرا کی موزوں طبائع کی محک پر جانچ لیا گیا تھا چند مقامات پر تخطیہ کیا اور اون کو تسلیم کرنا پڑا۔ اس سے حضرت سکینہ کے حافظے کی وسعت اور علم کی غایت کا پیمانہ معلوم ہوتا ہے۔

سیدہ بیگم بنت سید ناصر سادات جرجان کی لڑکی تھی۔ وہ طوطا کی ہمعصر تھی۔ یہ چند شعر اوسکی تصنیف سے ہیں۔

اشعار

نمی دارم بہ پہلو بستر از ہجر یار خود … چہ گردم پیش بلے درداں ز درد بستر از خود
بدرد دل چناں گریم کہ خوں گردد دل خارا … چو یاد آرم من سرگشتہ از یار و دیار خود
ازاں پیوستہ در عالم چنیں سرگشتہ میگردم … کہ می بینم چو زلف او پریشاں روزگار خود
گلی از باغ وصلش ہم نچیدم بہر او خود … چو غنچہ گرچہ خوں دیدم دل امیدوار خود
ز استغنا ندارد گوش یکبار آں جفا پیشہ … اگر در پیش او صد بار گویم حال زار خود
بکار خویش حیرانم کہ از عشق بتاں ہرگز … سر و ساماں نمی بینم من سکینہ بکار خود

ازین سوزیکہ من دانم زعشق او پس از مردن	بجز اہم سوخت آخر سیدہ لوح مزار خود

سیدالنسا بیگم۔ اس عورت کی سوانح عمری ہمکو بذریعہ خط و کتابت ملی ہے جو خاص اسی نیک بخت عورت کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

ہمارے خط کے جواب میں جو کچھ اوس نے لکھا ہے ہم بعینہ اوس کو درج کرتے ہیں۔ ناظرین اوسکی علمی استعداد و عصمت نتیجہ علم و عفت خود معلوم کر لیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعالیخدمت فیضدرجت جناب سید افتخار عالم صاحب آزاد دام فیضہٗ

تسلیم۔ آپکا کرمت نامہ بطلب سوانح عمری فیض آمود ورود لایا۔ معزز و مفتخر فرمایا۔ قبل از تحریر سوانح عمری آپ کے اس احسان و کرم کا نہایت ادب کے ساتھ شکریہ ادا کرتی ہوں کہ بذریعہ آپکے ارادے اور علومی ہمتی کے ہم پردہ نشینان کو یہ افتخار حاصل ہوا کہ ہم گناہگاروں کا نام بھی صفحہ قرطاس پر زیب رقم فرمایا جائے۔

رباعی

اگر ہر موی من گردد زبانے	ز تو رانم بہ ہر یک داستانے
نیارم گوہر شکر تو سفتن	سر موئے ز احسان تو گفتن

ہندوستان میں بعہد شاہان ماضیہ عورات کے علم و فضل و ہنر و کمال کی قدر کی جاتی تھی۔ بعد ششم ۱۱۳۱ ہجری کو جب محمد شاہ بادشاہ دہلی تخت نشین ہوا تو روز بروز ہندوستان جنت نشان پر ادبار آیا اور بوجہ پریشان خاطری و بے بضاعتی وقتاً فوقتاً تنزل ہوتا رہا۔ اور رفتہ رفتہ اکثر گھروں سے دولت علم و ہنر معدوم و مفقود ہو گئی۔ خصوصاً

مستورات پردہ نشینوں کے علم و ہنر بوجہ ناقدری مستور ہو گئے تھے بلکہ عورات بہ نظرِ حقارت دیکھی جاتی تھیں۔ اب بعد انقضاے زمانۂ دراز کے جناب فیض مآب منشی محبوب عالم اڈیٹر پیسہ اخبار کے اخبار گوہر بار میں جو ہم گمناموں کے سضامین طلب فرمائے گئے تو معلوم ہوا کہ زمانے نے کروٹ بدلی اور بختِ خفتۂ مستورات بیدار ہو گئے۔ اور بوستانِ خزاں دیدہ میں بہار آئی غنچۂ خاطرِ نسواں جو کہ پژمردہ تھے شگفتہ ہوئے۔ خداوند کریم آپکی اس ہمتِ مردانہ میں برکت دی اور کامیابی حاصل ہو۔ آمین ثم آمین ؎ ع۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

سوانح عمری سیدالنسا خفی

۱۲۸۰ ہجری ۱۳۱۴

سیدالنسا بیگم کا حسب و نسب

میرے باپ قاضی بدرالدین احمد صاحب خلف اکبر قاضی شرف الدین احمد صاحب صدیقی قوم کے شیخ اور اکابرین قصبۂ کوتانہ سے ہیں قاضی محمد امین میرے جد امجد تھے۔ جنکو شاہان سلف سے عہدۂ قضا عطا ہوا تھا۔ اور میرے زمانہ پیدائش تک رجسٹر نکاح خوانی میرے داوا صاحب کے پاس موجود تھا۔ تین سو چوراسی موضع جو نواح کوتانہ سے تھے بجز میرے داوا صاحب یا اون کے نائب کے کوئی شخص نکاح خوانی نہ کر سکتا تھا۔ میری والدہ صاحب معظمہ مکرمہ شیخ امان اللہ صاحب قریشی پانی پتی کی دختر

نیک اختر ہیں۔ یہہ صاحب نہایت درجہ حلیم الطبع اور سلیم المزاج درویش منش تھی۔ اور قاری عبد العزیز صاحب دہلوی سے دست بیع تھی۔ زمانۂ بھاؤ گردی (یہہ ایک لٹیرا شخص مشہور ہے۔ میں شیخ محمد روشن ان کے والد بزرگوار شیخ آباد میں جا کر مقیم ہوئے۔ اور تین ثلث اپنی عمر کے وہیں طے کیے۔ بعد انتقال شیخ محمد روشن۔ شیخ امان اللہ صاحب میرے نانا جس زمانے میں مقام میرٹھ چھاؤنی پڑی۔ تشریف لاکر آباد ہوئے۔ اور مکانات۔ و دکانات اور احاطہ تعمیر کرایا جو اب تک احاطہ شیخ امان اللہ مشہور و معروف ہے۔

سید النساء بیگم کی والدہ کی شادی ہونا

سنہ ۱۲۸۳ ہجری میں بعمر شانزدہ سالہ میری والدہ صاحبہ کی شادی قاضی بدر الدین احمد بن قاضی شرف الدین احمد صاحب سے بمقام میرٹھ ہوئی۔ اور وہ رخصت ہو کر قصبہ کوتانہ اپنی سسرال میں مع جہیز بھیجی گئیں۔ میرے معزز ناظرین با تمکین پر واضح رہے کہ میرے دادا صاحب مرحوم قاضی شرف الدین احمد بساعت مریخ پیدا ہوئے تھے۔ جبر و تعدی و ترش روئی اونکا خلقی امر تھا۔ کوئی اولاد ناخلف بھی اپنے باپ دادا کی اہانت کرنا پسند نہیں کرتی۔ اور نہ کوئی فرد بشر اسبات کو گوارا کر سکتا ہے۔ چونکہ یہہ سوانح عمری ہے اور حق گوئی کلمۂ حق ہے لہذا کوئی امر یا واقعہ پوشیدہ رکھنا عقلا کے نزدیک خلاف عقل ہے۔ ع راستی موجب رضای خدا است۔ ان بزرگ کا ایسا برتاؤ خاص میری والدہ ہی کے ساتھ نہ تھا بلکہ اسکے تمام رشتہ داروں کے ساتھ بھی اسی طرح پیش آتے تھے۔ جو حال بد سلوکی کا اب

بیان کیا جاتا ہے وہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ جسقدر زیورات۔ پارچات وظروفات وغیرہ اسباب جہیز میری والدہ کے ہمراہ آیا تھا میرے دادا نے اپنے قبضے میں کرلیا۔ اور قسم قسم کی تکالیف دینی شروع کیں۔ کہ جسکے بیان سے قلم وزبان کا سینہ چاک ہے چونکہ میرے والد قاضی بدرالدین احمد اپنے والدین کے تابع حکم تھے اسلیے میری والدہ کی کچھ امداد نہ کرسکے کیونکہ بارہا انکے والد نے یہہ فرمایا تھا کہ اگر تم نے اپنی بی بی کی طرفداری کی تو تمکو عاق کردونگا۔ القصہ اسی پریشانی اور خستہ حالی میں تین سال گذرگئے

سیدالنسا بیگم کی پیدایش

میں قصبہ کوتانہ ضلع میرٹھ جو مضافات دہلی سے کنارہ دریای جمن واقع ہے بتاریخ ۱۶ ماہ محرم الحرام ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء روز یکشنبہ بوقت آٹھ بجے شب کے پیدا ہوئی تو میری والدہ صاحبہ کے ساتھ سسرال سے جو سلوک ہوا کہ ناگفتہ بہ ہے۔ گویم مشکل وگرنگویم مشکل۔
کیا کہوں کچھ کہا نہیں جا۔ چپ بھی لیکن رہا نہیں جاتا۔ بوجہہ عدم توجہی قاضی شرف الدین صاحب زچہ خانے میں تیل تک نہ تھا کہ چراغ تک روشن ہوتا۔ بجاے چراغ داغ دل جلتا تھا۔
گھٹی کی عوض والدہ صاحبہ نے مجھے شہد چٹایا۔ جو بضرورت کسی دوا کے رکھا ہوا تھا۔ بجاے اچھوانی میری والدہ نے اپنا خون جگر پیا۔

سیدالنسا بیگم کا اپنے نانا کے گھر مع اپنی والدہ کے میرٹھ جانا

جب ان مصائبات کو سہتے سہتے میری والدہ کا خون خشک ہوگیا تو وہ بیمار شدید بیمارضہ یرقان آلودہ ہوکر صاحب فراش ہوگئیں۔

دوہرہ

تن تو لہنا رہا اور ماشہ رہانہ ماس ۔ رکت رائی نار ہا اور گیہوں بھر نا ساس

جب میرے دادا صاحب نے جانا کہ میری والدہ قریب المرگ ہیں تو حکم دیا کہ فوراً اونکو یہاں سے اون کے باپ کے گھر روانہ کردیا جاوے چنانچہ ایک بہلی میں بہمراہی ایک خادمہ کے سوار کراکر روانہ کردیا۔ اوسوقت میری عمر تین سال کی تھی۔ جب قصبہ برناوہ کے متصل کرشنی ندی پر پہونچے۔ تو کشتی میں سوار ہوکر پار اوترتے وقت گاڑی اولٹی اور میں ندی میں گر گئی۔ اوسوقت میری والدہ کے منہ سے بے ساختہ یا علی مدد نکلا۔

اشعار

غریق لجۂ غم کو نکال لیتا ہے ۔ یہہ نام گرتے ہوئے کو سنبھال لیتا ہے

دیگر

اس کا اثر خفی و جلی کہہ کے دیکھہ لو ۔ مشکل میں یا علی ولی کہہ کے دیکھہ لو

ناظرین اوس وقت کی بیقراری اور مایوسی کی حالت جو میری والدہ پر ہوئی ہوگی خود تصور کرسکتے ہیں۔ کہ ایک پردہ نشین بی بی بجز گریہ و زاری اور دعا بجناب باری کے اور کیا کرسکتی ہے۔ جب کسی ملاح وغیرہ نے میرے پکڑنے کے لیے بوجہ طغیانی ندی کے پانی میں جانا قبول نکیا تو میری والدہ نے دست بدعا ہوکر یہہ شعر پڑھا ؎

دریں دریای بے پایاں دریں طوفان موج افزا ۔ دل افگندیم بسم اللہ مجریها و مرسٰها

پڑھ کر چاہتی تھیں۔ کہ کشتی سے ندی میں اپنے آپ کو گرادیں اور زندگی سے ہاتھ دھوئیں۔ ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر

ناگہاں قریب کشتی پانی میں ایک تلاطم عظیم پیدا ہوا اور معلوم ہوا کہ غیب سے کسی نے میری والدہ کو پانی میں گرنے سے روک لیا اور مجھے کنارہ ندی پر بٹھا دیا۔ ناظرین میں صحیح و سالم بر آمد ہوئی۔ ایک قطرہ آب تک میرے زیر حلق نہیں پہونچا ع۔ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان۔

القصہ اوسی روز بوقت شام مقام چھاونی میرٹھ اپنے نانا صاحب مرحوم و مغفور کے مکان پر پہونچ گئے۔ میرے نانا صاحب اور ماموں صاحبان نے وہ شفقت فرمائی کہ جسکی تحریر میں زبان قلم قاصر ہے۔ تین سال تک میرے نانا صاحب زندہ رہے اور میں مع اپنی والدہ کے اون کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتی رہی۔ اور میری والدہ صاحبہ مجھے قرآن شریف پڑھاتی رہیں۔ جب ساتواں سال مجھے شروع ہوا تو نانا صاحب کا سایہ سر سے اوٹھ گیا۔ اونھوں نے اس دار فنا سے عالم بقا کو رحلت فرمائی۔ اس سانحۂ جانسوز سے جو صدمہ میری والدہ کو پہونچا وہ بیان سے باہر ہے۔

سیدالنسا بیگم کا دہلی میں اپنی خالہ کے گھر جانا

میری حقیقی خالہ صاحبہ منشی کرم احمد صاحب قریشی اور میرے منسوبہ تھیں۔ اپنے والد بزرگوار کے انتقال کی خبر وحشت اثر سنکر راستہ بریلی سے جو لکھنؤ کے قریب ہے بہ تقریب عزا پرسی میرٹھ تشریف لائیں۔ مجھ سے اور میری والدہ سے نہایت درجہ محبت رکھتی تھیں۔ بعد چہلم نانا صاحب مرحوم و مغفور اپنے ہمراہ مجھکو دہلی لے آئیں۔ میری خالو صاحب دہلی کے باشندے تھے۔ اس سبب سے میرا دہلی رہنے کا اتفاق ہوا۔ بعد عرصہ ایک ماہ میری والدہ جو کسی ضرورت سے میرٹھ رہ گئی تھیں

وہ بھی دہلی تشریف لے آئیں۔ چند روز خالہ صاحبہ کے یہاں رہ کر مناسب نہ سمجھا کہ بہن بہنوئی کے دست نگر ہو کر رہیں۔ اسلیے علیحدہ مکان لیکر رہنے لگیں۔ چونکہ میری والدہ پڑھنا۔ لکھنا۔ سینا پرونا۔ کشیدہ۔ بیل پتی۔ کامدانی وغیرہ کا کام بخوبی جانتی ہیں اسی ذریعے سے اپنی گذر اوقات اور میری پرورش کرتی رہیں۔ اور اسی محنت و مشقت پر قناعت کی۔

شعر

قناعت ہی وہ دولت جس سے دل ہتا ہے مستغنی	توکل پیشہ کے نزدیک کیا رتبہ تونگر کا

سیدالنسا بیگم کا نورمل اسکول دہلی میں داخل ہونا

سنہ ۱۲۹۲ ہجری میں مجھے میری والدہ نے داخل اسکول کیا۔ معلمہ اس مدرسے کی فاطمہ سلطان بیگم صاحبہ بنت مرزا فرخ عرف مرزا فخرو ولی عہد ابن ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ دہلی کی تھیں۔ دس سال تک استانی صاحبہ ممدوحہ سے تعلیم پاتی رہی۔ اور بھی بہت سی لڑکیاں میری ہمعصر امیرزادوں اور نوابوں کی اسی مدرسے میں پڑھتی تھیں۔ استانی صاحبہ موصوفہ کو صدہا اشعار فارسی اور اردو نوک زبان تھے۔ ہر بات میں ضرب المثل اشعار پڑھا کرتی تھیں جبکہ میرا میلان خاطر استانی صاحبہ نے بجانب نظم پایا۔ تو معیار الاشعار مصنفہ مولوی مہدی علی خاں ذکی۔ لکھنوی۔ مجھے پڑھائی یہ کتاب علم عروض میں مستند ہے۔ اسی زمانے سے کبھی کبھی بوقت فرصت مدحیہ اشعار نظم کرتی اور استانی صاحبہ سے اصلاح لیتی تھی۔ اور مخفی تخلص اس عاجزہ کا قرار پایا تھا۔

چنانچہ یہ غزل سنہ ۱۳۰۲ ہجری میں میری تصنیفات سے ہے جو درج

کی جاتی ہے۔

غزل

گرچہ ظاہر ہے مدینے میں قیام احمدؐ
عرش اعلےٰ سے بھی اعلیٰ ہے مقام احمدؐ

حمد کرتی تھیں اوسی دیکھ کے ارواح رسول
لوح محفوظ پہ لکھا تھا جو نام احمدؐ

تھا یہہ اعجاز کہ کفار تھے لائے ایماں
سنگدل موم تھے سن سن کے کلام احمدؐ

تھا نبی کے لب و لہجے کا جو مشتاق خدا
شب معراج سنے اوس نے کلام احمدؐ

حضرت روح امیں آپکے اک خادم سے تھے
لے کے جاتے تھے خدا پاس پیام احمدؐ

جائے اسطرح مدینے میں خفی ہے یہہ دعا
دل میں صلوات ہو اور لب پہ ہو نام احمدؐ

سالانہ امتحان پر انعام کتب و پارچات و دیگر اشیائے نوشت و خواند برابر مجھے ملتا رہا۔ اور اپنی ہم مکتب لڑکیوں میں میرا نمبر اول رہا۔ اور وظیفہ پاتی رہی۔ سنہ ۱۳۰۳ ہجری میں بوساطت مس بوئنڈ صاحبہ مہتممۂ مدرسۂ زنانہ میرے ہاتھ کی کاپیاں بہ حضور ملکۂ معظمہ قیصرۂ ہند دام اقبالہٗ بھیجی گئیں جسکی جلدو (عوض) میں بھی انعام پایا۔ یہہ سب فیضان صحبت بابرکت استانی صاحبہ ممدوحہ کا ہے کہ اس ہیچمدان کو تھوڑا سا سلیقہ نوشت و خواند کا ہو گیا ورنہ من آنم کہ من دانم

شعر

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

سیدۃ النسا بیگم کی قصبہ پانی پت میں شادی

۱۸۸۸ء میں بذریعہ استانی فاطمہ سلطان بیگم صاحبہ میری والدۂ معظمہ معلمۂ مدرسۂ زنانہ مقرر ہو کر پانی پت میں تشریف لیگئیں۔

اس مدرسے میں دختران شرفا ونجبا، قوم انصار تعلیم پاتی تھیں۔ قصبۂ مذکور کی مستورات سے والدہ کا ربط وضبط ہوگیا۔ خصوصاً عورات قوم انصار والاتبار سے زیادہ اُنس ہوا بوجہ اسکے کہ شیخ امان اللہ صاحب میرے نانا مرحوم بھی اسی قصبے کے قدیم باشندے تھے انھیں مستورات مذکورۃ الصدر سے ایک بی بی سخیؔ وجواد وخلیق نجیب الطرفین الموسوم بہ کنیزک حسین صاحبہ کو میری والدہ سے نہایت درجہ محبت تھی۔ ایک روز تخلیہ میں مسماۃ موصوفہ نے اپنے چھوٹے بیٹے کے لیے میری خواستگاری کی۔ چونکہ اوس زمانے میں مجھے تعلیم سے فراغت حاصل نہیں ہوئی تھی میری والدہ صاحبہ نے یہی عذر پیش کیا۔ اور وعدہ فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ۔ بشرط خیریت بعد فراغت تعلیم آپ کی خواہش پوری کی جائیگی۔ ابھی میں نے مدرسہ نہ چھوڑا تھا کہ بی بی کنیزک حسین کا انتقال ہوگیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد میں نے تعلیم سے فراغت پائی۔ تب میری والدہ کو یہ فکر لاحق ہوا کہ حسب دستور شرع شریف میری شادی کے بار سے سبکدوش ہوں۔ ناظرین یہ بات بھی لائق گزارش ہے کہ ابتدائی زمانۂ پیدائش سے اسوقت تک میرے والد قاضی بدرالدین احمد نے باوجود تقاضا کر جانے قاضی شرف احمد میرے دادا کے بدستور قدیم میری اور میری والدہ کی دستگیری نہیں کی۔ کیونکہ یہ نقش بے اعتنائی ولاپروائی کا قاضی صاحب کلاں انکے لوح دل پر منقوش کر گئے تھے۔ "جبل گردد و جبلی نہ گردد" یہاں کے مصداق رہے۔ جب مستورہ کو مین بی بی کنیزک حسین کی وفات کے بعد بہ تقریب سوم خواجہ جعفر حسین صاحب جو بعہدۂ طبابت سن جانب سرکار انگلشیہ مامور تھے پانی پت تشریف لائے

تو اون کے گھر کی مستورات نے میری والدہ سے میری نسبت کا تذکرہ کیا اور وصیت مرحومہ و مغفورہ کو یاد دلایا تو اس رشتہ کو بطیب خاطر میری والدہ نے منظور کیا۔ پانی پت سے دہلی تشریف لیجاکر اور میری خالہ صاحبہ سے صلاح لیکر بقدر وسعت و امکان انتظام شادی کیا ہے

بہر کاریکہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

دہم ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۰۲ ہجری روز شنبہ وقت ۹ بجے شب کے بساعت سعید حکیم خواجہ جعفر حسن صاحب موصوف سے میرا عقد نکاح ہوا اور قاضی قاضی احمد حسین صاحب دہلوی نے نکاح خوانی کی۔ اس تقریب میں اکثر شرفاء دہلی اور عزیز اقربا سکنائے میرٹھ شریک تھے۔ میرے حقیقی خالو منشی علی احمد صاحب نے تمام کاروبار شادی کو انجام دیا۔ اور حسب دستور زمانہ جہیز دیکر رخصت کیا۔ میں اپنی سسرال یعنی پانی پت میں بخیریت تمام پہونچ گئی۔ حضرات ناظرین میں نہایت افسوس کے ساتھ اس امر کو ظاہر کرتی ہوں۔ کہ اس موقع پر بھی میرے باپ اور چچا شریک نہوئے۔ باوجود اسکے کہ میری والدہ نیک چلن اور عصمت مآب صابرہ و شاکر اب تک ان کے عقد نکاح میں ہیں بجز اس بات کے کہ وہ نان و نفقے کی طالب ہوئیں اور کوئی باعث ملال خاطر میرے والد کا نہ تھا۔ یہہ بھی ایک مقام عبرت ہے۔ میرے شوہر حکیم خواجہ جعفر حسن صاحب رئیس پانی پت المتخلص بہ جعفر مصنف دیوان "چراغ حق" (مؤلف کو بھی چراغ حق کا ایک نسخہ اس خاتون نے بھیجا ہی) اولاد خواجہ ایوب انصاری سے ہیں سلسلۂ نسب اونکا بذریعۂ اصلاب طاہرہ و ارحام پاکیزہ سے آئمہ علمای عصر حاوی اسرار فقہ و اصول سے تحصیل

فضلائے دہر واقف رموز منقول و معقول خواجہ عبد اللہ پیر ہرات قدس سرّہ تک پہونچتا ہے - جد امجد ان کے خواجہ فضل علی خاں صاحب المتخلص بہ ضابطہ منصب دار بادشاہی تھے - انکے اراضیات معافیات آل تمغہ قصبہ پانی پت میں انکے پاس موجود ہیں - اور اب عرصہ دس سال سے بعہدہ منیجری ریاست رائے پور ضلع انبالہ مقرر ہیں اسی باعث سے میں ریاست رائے پور میں سکونت پذیر ہوں - اگر لفظ اختصار نامہ والا میں مندرج نہوتا توگلہای واقعات سے صفحۂ قرطاس کو رشک بوستان جنت بنا کر پیش کرتی - اکثر واقعات تحریر سے باقی چھوڑ دیے گئے - کہ ناظرین کو طوالت سے ملال خاطر نہو - فقط -

رقیمہ سعید النساء بیگم بقلم خود - ۶ ماہ دسمبر سنہ ۹۶ء

مضمون ذیل بھی اسی خاتون کا ہے جو براہ راست ہمکو پہونچا ہے -

میں اپنی ہمعصر بہنوں کے روبرو ایک مضمون فوائد تعلیم نسواں پیش کرتی ہوں بچشم غور دیکھیں اور بگوش جان سنیں

حیوان مطلق اور حیوان ناطق گوشت پوست و استخوان و خون و رگ و پے میں یکساں ہیں -

سوال - پھر انسان جو اشرف مخلوقات کہلاتا ہے کیا باعث ہے ؟

جواب - بوجہ علم کے "اول ما خلق اللہ علم" اور بعضی احادیث میں یوں آیا ہے "اول ما خلق اللہ العقل" اور بعضی کتب ہائے معتبرہ میں "اول ما خلق اللہ القلم" تحریر ہے - پس معلوم ہوا شرافت انسانی علم اور عقل سے ہے جب علم اور عقل دونوں

مجتمع ہوئے تو قلم سے کار تحریر لیا گیا۔ علم کے معنی جاننے کے ہیں اور جاننا وہ شے ہے کہ جس سے نیک و بد۔ خیر و شر اچھے برے میں انسان تمیز کر سکے۔ اور اپنے خالق کو کہ جسنے مشتِ خاک سے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو بنا کر خلعتِ انسانیت پہنایا اور اشرف مخلوقات بنایا۔ تو اول انسان کا یہہ فرض ہے کہ اپنے خالق کو پہچانے۔ اور شناخت اوسکی بغیر علم کے بلکہ ناممکن ہے ع۔ کہ بے علم نتوان خدا را شناخت۔ دوم یہہ کہ امورات دنیوی میں بھی علم سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اور امداد ملتی ہے۔ مثلاً کھانا پکانا۔ سینا پرونا۔ گھر کی آراستگی۔ مہمان نوازی۔ اولاد کی تربیت۔ شوہر کی اطاعت ان سب باتوں کا مدار علم پر ہے۔ جیساکہ فی زماننا عورات یورپ بوجہ علم انتظام خانگی میں مستورات ہندوستان پر گوی سبقت لیگئی ہیں۔ خصوصاً ہماری ملکہ وکٹوریہ قیصرۂ ہند دام اقبالہا و حشمتہا۔ اہل دنیا کی بیس۲۰ زبانوں میں گفتگو کرتی ہیں۔ اور ہر ایک ملک کے آدمیوں کو انہی کی زبانوں میں نہایت فصاحت و بلاغت سے جواب باصواب دیتی ہیں۔ اور اتنے وسیع ملک یعنی انگلستان و ہندوستان وغیرہ وغیرہ کی عنانِ حکومت اپنے ہاتھہ میں لیکر اپنی رعیت کو انصاف اور عدل سے اسقدر آرام اور چین دیا ہے کہ شاہانِ گذشتہ کے زمانے میں ایسی آزادگی اور امن نصیب نہیں ہوا۔ یہہ سب نتیجۂ علم ہے۔ اور رعایا کی بہبودی کے لیے ہر ملک و ہر شہر و قصبہ جات و دیہات میں مدارس زنانہ قائم کیے ہیں کہ ہمارے ملک کی مستورات دولتِ علم سے فیضیاب ہو کر اپنے

امورات دینی و دنیوی کو بخوبی سر انجام دیں - اور ان جواہرات بے بہا سے مالا مال ہو جائیں - کہ صرف کرنے سے ہمیشہ بڑھتے ہیں - لیکن ہزار افسوس کہ عوام الناس کے خیالات اسکے برعکس ہیں - یعنی مستورات کے پڑھانے لکھانے کو عیب جانتے ہیں - اور اگر کوئی شخص اس بارے میں ترغیب دے برا مانتے ہیں - بعض اشخاص کا خیال ناقص و گمان باطل یہ ہے - کہ عورتیں پڑھنے لکھنے سے آوارہ اور نڈر ہو جاتی ہیں - اور اپنی عالی خاندانی سے جامہ پاک پر دھبہ لگاتی ہیں - یہ بالکل اون کا خیال خام اور ایک قسم کا جنون ہے -

شعر

بھلے کو یہ برا سمجھی برے کو یہ بھلا سمجھے
پڑیں پتھر سمجھ پر انکی یہ سمجھے تو کیا سمجھے

یہ امر ظاہر ہے اور ہر ذی عقل اس بات سے ماہر ہے کہ جو انسان صاحب علم ہوگا نیک و بد میں تمیز کریگا - اور احکامات خدا و رسول سے بھی ڈریگا - اور جو بے علم ہوگا وسواس شیطانی اوسکے دل میں زیادہ راہ کرینگے - پس پڑھنے اور لکھنے سے عفت عصمت پر کوئی داغ نہیں لگتا - بقول سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ ؎

تو پاک باش برادر مدار از کس باک
زنند جامۂ ناپاک گازراں بر سنگ

کتب ہائے تواریخ ماضیہ و قصص و ناول مصنفۂ زمانہ حال سے پایا جاتا ہے کہ بہ نسبت خواندوں کے ناخواندہ لوگ خواہ وہ مذکر ہوں یا مونث مرتکب افعال زشت کے ہوتے ہیں - مخالفان تعلیم نسواں کے روبرو ایک اور دلیل علمی پیش کرتی ہوں - بروے حساب ابجد اعداد ذی علم کے ۸۵۰ ہیں اور اعداد بے علم کے ۱۵۲ پس بہ نسبت بے علم کے ذی علم کا مرتبہ ۶۹۸ درجہ

زائد ہے۔ اور عالم وجاہل کے اعداد جو دیکھے گئے تو جاہل سے عالم کے عدد
۱۰۲ زائد ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بہرحال خواندہ کا درجہ ناخواندہ
سے زیادہ ہے۔ حیف کہ ہماری قوم اس پر بھی اپنی لڑکیوں کو تعلیم سے
محروم رکھتی ہے۔ دیکھو ہندوستان میں بیگم صاحبہ بھوپال کیسی ذی لیاقت
اور صاحب علم ہیں جنکی تصنیفات سے ایک کتاب موسوم بہ تہذیب الانسان
لائق دید ہے۔ جس میں جملہ امورات دینی و دنیوی۔ اخلاقی و معاشرتی
بحوالہ حدیث و نص قرآنی نہایت وسیع و بسیط سند سے ہیں
جنکے پڑھنے اور دیکھنے سے فوائد کثیر حاصل ہوتے ہیں۔ پس یہ بھی نتیجہ نکلا
ہے۔ کہ نامی بیگم صاحبہ موصوفہ کا تمام ہندوستان میں اظہر من الشمس ہے
بچشم انصاف دیکھو کہ اون کے علم سے تمام مستورات کو کسقدر فوائد حاصل
ہوئے۔ اگر خدا نخواستہ بیگم صاحبہ جاہل ہوتیں تو مثل نگین انگشتری
انکا نام اپنی ہی ریاست میں محدود رہتا۔ مہارانی صاحبہ میسور بھی
علم و لیاقت میں مشہور و معروف ہیں۔ جو مہاراجہ صاحب والی میسور
کے انتقال کے بعد ریاست کی کونسل انتظامیہ کی پریسیڈنٹ مقرر ہوئی
ہیں۔ اور ہماری گورنمنٹ نے بوجہ انکی علمی لیاقت کے انکی پریسیڈنٹی منظور
فرمائی ہے۔ یہہ زمانہ حال کی چند مثالیں پیش کی گئیں۔ اب زمانہ گذشتہ کی
مستورات ذی علم کے حالات درج کرتی ہوں۔ جبکہ نورالدین جہانگیر بادشاہ
دہلی نے اپنے چھٹے سال جلوس یعنی ۱۰۲۱ھ میں نورجہاں بیگم سے اپنی
شادی کی تو بیگم صاحبہ مذکورۃ الصدر نے بوجہ اپنی قابلیت اور
لیاقت علمی کے جہانگیر ایسے نازک مزاج بادشاہ کو اپنا فریفتہ اور
مطیع کرلیا۔ اور تمام امورات سلطنت کا اختیار حاصل کرکے اس خوبصورتی

انجام دیا کہ یہہ نشان صفحۂ روزگار پر تا قیامت باقی رہیگی - اور بہت سی
اشیا - از قسم پارچات و زیورات اختراع کیے جو اب تک عورات
ہندوستان کے استعمال میں آتی ہیں - جنکی تفصیل محتاج بیان نہیں -
مطالعہ کتب تواریخ سے مفصل ظاہر ہے - اہل ہنود میں مہارانی لیلاوتی جی
ایک بڑی عالمہ فاضلہ ریاضی کی گذری ہیں - لیلاوتی جو علم ریاضی میں مستند
کتاب ہے ان ہی کی تصنیف اور تالیف سے ہے - رانی صاحبہ ممدوحہ نے
اپنے ہی نام پر اس کتاب کو موسوم کیا تھا - ظاہر ہے کہ مہارانی صاحبہ کے
راج پاٹ مکانات کا اسوقت صفحۂ روزگار پر نشان تک باقی نہیں رہا لیکن
نام گرامی اونکا زمانہ حال تک بوجہ علمی لیاقت کے باقی ہے اور آیندہ رہے گا -
مہارانی گندھاری جو مہاراجہ دہرت راشٹ کی مہارانی تھیں وہ بھی اچھی
عالمہ اور فاضلہ تھیں - کہ بیاس جی جیسے عالم اور رشی سے جنھوں نے
اٹھارہ پران اور بہت سی کتب تصنیف کی ہیں مباحثہ کرتی تھیں -
اور مہاراجہ جیسے عالم متبحر اون کے دلائل کو قبول فرماتے تھے یہی نتیجہ علم ہے
ان تاریخی مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل ہنود میں بھی تعلیم نسوان کا قاعدہ
قدیم سے مروج ہے اور عورات کے پڑھانے لکھانے کو کوئی عیب نہیں
مانا گیا - عورات جو ناقص العقل کہلاتی ہیں یہہ سب خرابی بوجہ بے علمی کی
ہے - جو کہ لڑکیوں کو بے علم رکھا جاتا ہے اور مدت العمر
اونکی کاروخدمت میں مثل لونڈیوں زرخرید کے گذرتی ہے جبکہ وہ
علم سے بے بہرہ رہیں تو عقل کہاں سے لائیں - کیونکہ چراغ عقل علم ہے وہ
اونکے دل میں روشن نہیں کیا گیا پس اس صورت میں ناقص العقل کیا
بلکہ بےعقل کہنا اونکے لیے درست ہو سکتا ہے - اب یہہ بات غور طلب ہے

(سوال) کیا خالق نے عورت کو بے عقل پیدا کیا ہے؟

(جواب) ہرگز نہیں۔ لڑکا لڑکی خلقت میں یکساں ہیں۔ زمانۂ رضاعت میں دونوں کے کھانے۔ پینے۔ سونے۔ جاگنے۔ ہنسنے۔ رونے میں ایک سی حالت ہوتی ہے۔ جب ہوش سنبھالا تو لڑکے کو علم کی اچھی تعلیم دی گئی اور لڑکی کے ناک کان چھدائے گئے۔ اور وہ کام محنت و مشقت کے کیائے گئے کہ جمیں عمر عزیز اوسکی رائگاں ہوئی۔ اور وہ ہونہار لڑکی پستی کی حالت میں رہی۔ جب اوسکی شادی ہوئی اور وہ اپنی سسرال گئی تو وہاں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ اگر شوہر تعلیم یافتہ ملا تو بیچاری بیعلم سے جاہل اور صاحب علم کی موافقت ہونا مشکل بلکہ غیر ممکن ہے۔ بالفرض اگر شوہر نے صبر و شکر کرکے کچھہ اسکی جہالت پر خیال نکیا اور اپنی قوم اور برادری کی شرم سے یا خوف خدا سے اپنا محکوم سمجھکر پھر اکھلتا تب بھی اوسکی وقعت و منزلت اوسکی نگاہ میں ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اگر عورت خواندہ اور شوہر اوسکا ناخواندہ ہے تو وہ عورت اپنی علمی لیاقت اور قابلیت سے شوہر کو اپنا مطیع بنا لیگی۔ اور افعال مذموم کا مرتکب نہونے دیگی۔ اب مخالفین تعلیم نسواں بچشم انصاف دیکھیں اور عدالت کریں کہ لڑکیوں کے پڑھانے میں کسقدر فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اے میری پیاری بہنو اسے صاحبزادیو تمکو لازم اور مناسب بلکہ انسب ہے کہ علم کو حاصل کرنیکی کوشش کرو کیونکہ یہ ذریعہ بہبودی دارین کا ہے فقط

حرف الشین

شجرۃ الدر۔ یہ خاتون خاندان ایوبیہ کے ساتویں تاجدار الملک الصالح کی سریہ تھی۔ اسکی ابتدائی حالت کی نسبت کسی مورخ نے کچھہ بھی نہیں لکھا ہے جس سے اسکی طفلی۔ خاندان۔ تعلیم وغیرہ کی حالت کا پتہ لگ سکے

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو تعلیم و تربیت کافی طور سے دی گئی تھی۔ جسکی وجہ سے ملک صالح کے پاس اسکی قدر و منزلت تھی۔ اور معاملات ملکی میں بھی اسکی رائے لیجاتی تھی۔ حرم میں داخل ہونے کے چند سال بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا نام خلیل رکھا گیا (اسی وجہ سے اسکی کنیت بھی ام خلیل ہے) اور اب اسکا رتبہ اور زائد ہوگیا۔ افسوس ہے کہ یہ لڑکا طفلی ہی میں ماں کی گود سے جدا کر دیا گیا۔ اور وہ تمام امیدیں جو اس پیارے لڑکے سے اس کی ماں کے دل میں تھیں حرف غلط کی طرح مٹ گئیں۔ مگر اس لڑکے کے مرنے سے اوس وقعت میں جو شجرۃ الدر کی ملک صالح کی نگاہ میں تھی ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ جسکا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ وہ اوسکو نہ صرف معمولی اوقات ہی میں بلکہ اکثر اوقات لڑائی کے وقت بھی اپنے ساتھ رکھا کرتا تھا۔ اگر اس موقع پر کسی قدر ملک صالح کا حال لکھا جاوے تو بیجا نہوگا۔

مورخین نے اسکی نیکی۔ دانشمندی۔ بیدار مغزی کی تعریف کی ہے جسوقت یہ تخت نشین ہوا تھا اوسوقت ملک کی عجیب حالت ہو رہی تھی۔ خزانہ میں روپیہ کا نام نہ تھا۔ بغاوتیں دن بدن بڑھ رہی تھیں۔ شاہی عہدہ داروں نے الگ شور مچا رکھا تھا۔ ایسی حالت میں جس عمدگی سے اسنے سلطنت کی اوسکا نتیجہ بہت ہی جلد ظاہر ہوگیا۔ نہ وہ بغاوتیں رہیں نہ وہ سرکشیاں۔ ملک کی آبادی اور بہبودی میں کوشش کی۔ روضے کا قلعہ بنایا گیا۔ مکہ معظمہ جو مصر کی حکومت سے خارج ہو گیا تھا پھر شامل کر لیا گیا۔ ایک بہت بڑا کالج منصورہ میں قائم کیا گیا جسکی پروفیسری کے لیے نامور علما کا انتخاب کیا گیا اوسنے ایک نئی فوج بحریہ کے نام سے قائم کی جسکو تیار کرنیکی وجہ یہ تھی کہ

الملک الناصر نے کسی زمانے میں الملک الصالح کو قید کر دیا تھا۔ اور ایسے وقت میں جبکہ اسکی خاص فوج نے بھی اسکی تائید نکی۔ اسکے مملوکوں نے کوشش کر کے اسکو قید سے آزادی دلائی تھی۔ اور اوس روز سے الملک الصالح کے دل میں اونکی وقعت بڑھ گئی۔ اور آخر جب یہ تخت نشین ہو گیا تو اوس نے اور نئے ہزار غلام خریدے۔ اور پھر اونھیں آزاد کیا گیا۔ اور اونکی ایک نئی فوج بنائی گئی جسکا نام بحریہ رکھا گیا۔ اور رفتہ رفتہ اون مملوکوں نے اسقدر وقعت الملک الصالح کے دل میں پیدا کی کہ اپنے سارے کام اونہی کو تفویض کر دیے آیندہ واقعات کے لیے بحریہ کا خیال رکھنا ضرور ہے۔

اندرونی انتظامات سے کسیقدر فرصت ملی تھی کہ عیسائیوں نے اپنی عادت خام خیالی شروع کر دی۔ چنانچہ لوئی شاہ فرانس نے سنہ ۶۴۷ ہجری میں پچاس ہزار فوج کے ساتھ دمیاط کا رخ کر دیا۔ جو پہلے بھی ایک دفعہ اون کے زیر تصرف رہ چکا تھا۔ غریب مسلمانوں نے جب دیکھا کہ اس فوج کے ساتھ مقابلہ ممکن نہیں۔ اور وہ تمام ظلم بھی اون کے پیش نظر تھے جو عیسائی کسی شہر کے فتح کرنے کے بعد وہاں کے باشندوں سے برتتے تھے۔ تو اونھوں نے بھی مناسب سمجھا کہ بھاگ نکلیں۔ مسلمانوں کا نکلنا تھا کہ عیسائیوں نے اوسپر قبضہ کر لیا۔

الملک الصالح اوسوقت دمشق میں تھا۔ جونہی اوسکو خبر معلوم ہوئی اوس نے فوراً مقابلے کی تیاری کر لی۔ اور ضروری بندوبست کے بعد فوراً چل کھڑا ہوا۔ دمیاط کے قریب منصورہ نامی مقام تک پہونچ چکا تھا۔ بلکہ اپنا کیمپ بھی وہاں قائم کر چکا تھا۔ اور محاصرے کی تدابیر بھی شروع کر دی تھیں کہ قضا نے مہلت نہ دی اور اوسی جگہہ ۱۴ شعبان سنہ ۶۴۷ ہجری میں ۴۴ سال کی

عمر اور ۱۰ سال کی حکومت کے بعد مر گیا۔

خیال کیجیے کہ اوسوقت کیسی خطرناک حالت ہو رہی تھی۔ فوج کو اگر ذرا بھی معلوم ہو جاتا کہ اوسکا بادشاہ مر گیا تو ابھی اوسکے دل بودے اور اوسکی ہمتیں پست ہو جائیں۔ اور پھر کوئی ایسا مدبر جنرل بھی نہیں جو فوج کا ایسی سراسیمگی کی حالت میں بندوبست کر سکے۔ سامنے مسیحیوں کی پچاس ہزار فوج پڑی ہوئی تھی جو ایسی پریشانی کی دل سے خواہشمند تھی۔ ایسے خوفناک وقت میں جس عمدگی کے ساتھ شجرۃ الدر نے کام کیا ہے۔ بے شبہ اوسکی اعلیٰ لیاقت اور مدبری کی ایک زبردست اور روشن دلیل ہے۔ اور جس سے شجرۃ الدر کو بھی اون نامور مدبروں میں تسلیم کرنا پڑتا ہے جنھوں نے ایسے نازک وقتوں میں اپنی فوج کو نہ صرف تباہی او شکست ہی سے بچا لیا بلکہ کامل طور سے فتح دلوا دی ہے۔

الملک الصالح کے تین بیٹے تھے۔ مگر اوسوقت ایک ہی لڑکا توزان شاہ ایسا تھا جو موت کے ہاتھوں سے بچا ہوا تھا اور جو اوسوقت کیفا میں تھا۔ شجرۃ الدر نے اپنی دور اندیشی سے اس امر کو نامناسب خیال کیا کہ فوج کو بادشاہ کی موت سے اطلاع دیجاسے۔ جس سے نہ صرف اون ہی کی بربادی اور تباہی ہوگی بلکہ عیسائیوں کے قدم پورے طور سے جم جائیں گے۔ اور اون کے ساتھ مقابلہ کرنا مشکل ہو گا۔ جو عمدہ تدبیر اوسنے سوچی اور جسکی عمدگی میں کسیکو کلام نہیں ہو سکتا یہ تھی کہ توزان شاہ کو اسکی اطلاع دیدی جائے۔ اور یہاں لشکر پر یہ ظاہر کر دیا جائے کہ بادشاہ مریض ہے اور باہر آ نہیں سکتا۔ یہہ تدبیر اوسنے سوچ کر ایک قاصد کو کیفا میں بھیجدیا۔ اور یہاں لشکر پر یہہ ظاہر کر دیا کہ بادشاہ باہر آ نہیں سکتا۔ اور اوسکی مرضی ہے کہ تم لوگ اوسکے بیٹے توزان شاہ کے ہاتھ پر

بیعت کرو۔

سب لوگوں نے توران شاہ کے مطیع رہنے کے لیے قسم کھائی۔ اور اس امر کو بدل وجان منظور کیا۔ سب کام بعینہ اوسی طور سے کیے جاتے تھے جس طور سے ملک صالح کی زندگی میں ہوتے تھے۔ ایک مورخ (مقریزی) کے الفاظ یہہ ہیں۔ وہ سب امور علی حالہ جاری تھے۔ خدمتگار تک اپنے اپنے کام میں مشغول تھے۔ دسترخوان تک بچھایا جاتا تھا۔ سب کام شجرۃ الدر کی طرف سے ہوتے تھے۔ اور لوگوں کو یہہ گمان تھا کہ وہ بادشاہ کی جانب سے ہیں۔

عیسائی بھی غافل و خاموش نہ تھے۔ اس موقع کو اونھوں نے غنیمت سمجھا۔ اور خود ہی پیش قدمی کر کے منصورہ میں آپڑے۔ ادہر سے بھی اون کے حملوں کا جواب دیا جاتا تھا۔ یہاں یہی حالت تھی کہ توران شاہ کیفہ سے دمشق پہونچکر تخت نشین ہو گیا۔ اور فوجی لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اونکا بادشاہ انتقال کر چکا۔ اور گیارہ رمضان المبارک کو منصورہ پہنچ گیا اور عنان حکومت اپنے قبضے میں لے لی۔

چند روز تک یوں ہی مقابلہ ہوتا رہا۔ آخر ایک روز عیسائیوں نے دفعۃ مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان جو اس حملے سے بیخبر تھے بہت ہی جلد منتشر ہو گئے۔ امیر فخر الدین جو ایک نامی جنرل تھا مارڈالا گیا۔ اور شاہ لوئی شاہی خیمے تک پہونچ چکا تھا۔ اور قریب تھا کہ مسلمانوں کے قدم اوکھڑ جائیں۔ مگر جب اوس قادر مطلق اور لایزال کی مرضی نہ تھی کہ مسلمان شکست کھائیں۔ بلکہ اون مغروروں کا جو اپنی تعداد پر پہولے نہ سماتے تھے غرور توڑنا تو پھر کیسے مسلمان بھاگ سکتے تھے۔ غرضکہ اوسوقت بحریہ نے جسکے ناظرین بخوبی واقف ہیں ایسا سخت مقابلہ کیا کہ عیسائیوں کے قدم اوکھڑ

ایک گھنٹہ رو افر مارے گئے اور مدتوں کی کامیابی ایک گھنٹے کے عرصے میں سخت ناکامیابی سے بدل گئی - بری فوج کا تو یہ حال تھا - بحری فوج کا حال اوس سے بھی زیادہ خراب ہوگیا - اول تو خدا کی قدرت ایسا سخت طوفان چلا کہ جہاز شکستہ ہوگئے - اور جو باقی رہے اونمیں سے ۳۲ جہاز گرفتار کرلیے گئے اس سخت حملے سے عیسائیوں کی طاقت بالکل ضعیف ہوگئی - اور اس درخواست کے مستدعی ہوئے کہ اگر بیت المقدس اور چند سواحل شام اونھیں دیدیے جائیں تو وہ دمیاط چھوڑ دینگے - لیکن یہ درخواست منظور نہ کی گئی - چونکہ عیسائیوں کی رسد ملنے کا راستہ روک دیا تھا - اسلیے چند ہی روز میں اونھیں مجبوراً دمیاط واپس جانا پڑا - عیسائیوں کا دمیاط کی طرف رخ کرنا تھا - کہ مسلمانوں نے بھی اونکا پیچھا کیا اور عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد کو موت کے سپرد کردیا - اب عیسائیوں کی جماعت بہت ہی تھوڑی رکھی اخر بہت سی دقتوں کے بعد لوئی گرفتار ہوا - اور بڑی ذلت کی ساتھ منصورہ کو واپس لایا گیا - اب فوج نے قیام بے فائدہ سمجھا اور القاہرہ واپس ہوئی جو کچھ حال لوئی کا ہوا وہ آیندہ مذکور ہوگا -

اس لڑائی سے مملوکوں کی قوت اور زیادہ ترقی کرگئی - توزان شاہ جسنے اب الملک اعظم اپنا لقب اختیار کیا تھا کم عمر اور ناتجربہ کار تھا تخت پر بیٹھتے ہی شجرۃ الدر سے جسکی بدولت اوسکو شاہی نصیب ہوئی تھی - الملک الصالح کے مال وخزانہ کا مطالبہ اور ساتھ اوسکے سخت سخت دھمکیاں دینی شروع کردیں - گو شجرۃ الدر نے اوس سے انکار کیا لیکن اوسکے انکار پر توزان شاہ نے ذرا لحاظ نہ کیا - جب اوسکی سختی حد سے گذر گئی تو مجبور ہوکر شجرۃ الدر نے مملوکوں سے اسکی شکایت کی - مملوکوں کو یہ بات ناگوار گذری - توزان شاہ نے

ایک اور بے اعتدالی یہ کی کہ اقطائی ایک نامی مملوک سے جو بہت بڑا امیر تھا اور
اور جسکی وقعت مملوکوں میں بہت تھی اور جسکو شجرۃ الدر نے قاصد بنا کر کیفا کو
بھیجا تھا امیر الامرا بنانے کا وعدہ کیا تھا لیکن توران نے اپنا وعدہ پورا نکیا
جس سے اقطائی اوسکے مخالف ہو گیا۔ توران شاہ نے انہی باتوں پر اکتفا
نکیا بلکہ مملوکوں کے رتبے گھٹا دیے۔ اور اونکی طرف سے بے رخی کر لی۔ انتو
مملوکوں کو بھی غصہ آیا اور دو ہی مہینے کی سلطنت کے بعد اونھوں نے اسکا
کام تمام کر دیا جب توران شاہ مارڈالا گیا۔ اور ملک الصالح کا کوئی اور
بیٹا بھی نرہا جو تخت پر بٹھایا جائے تو مملوکوں نے شجرۃ الدر کو اپنا بادشاہ
بنانا پسند کیا جسکی حسن تدبیر اور کاردانی سے وہ واقف ہو چکے تھے۔ گو ایک
قلیل ہی مدت میں اسکے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ چنانچہ سب نے ملکہ شجرۃ الدر
سے اس امر کے قبول کرنے کی درخواست کی اور ساتھ ہی یہہ بھی عرض
کیا گیا۔ کہ امیر عز الدین ترکمانی مقدم العسکر مقرر کیا جائے
(عز الدین کو الملک الصالح نے خریدا تھا اور بچپن ہی سے اپنے زیر حفاظت
اسکو تعلیم دلوائی تھی۔ اسوقت وہ چاشنی گیر کے عہدے پر مامور تھا جو صرف
اسی شخص کو عطا ہوا تھا جسپر بادشاہ کو بھی اعتبار ہوتا تھا) اور خود عز الدین
اس معاملے کی اطلاع دہی کے لیے شجرۃ الدر کی خدمت میں حاضر ہوا
جو اسوقت قلعۃ الجبل میں تھی۔ ایسے وقت میں جبکہ حکومت قبول
نکرنے سے خانہ جنگی پیدا ہوتی تھی شجرۃ الدر نے انکار کرنا پسند نکیا۔ بلکہ
کہا جا سکتا ہے کہ بخوشی قبول کیا۔ ۱۰ صفر سنہ ۶۴۸ھ ہجری میں مملوکوں نے
بیعت کی اور مطیع رہنے کی قسم کھائی۔ ۱۳ تاریخ کو خاص القاہرہ میں دربار
ہوا۔ جسمیں حسب مراتب انعامات تقسیم کیے گئے۔ اور امرا کو خلعت

عنایت ہوئے سکے پر یہ عبارت کندہ کی گئی - المستعصمیة الصالحیة ملکة المسلمین والدة المنصور الخلیل خلیفة امیر المؤمنین فرامین پر والدہ خلیل کے دستخط کیے جاتے تھے - منبر پر خطیب خلیفہ عباسی کی دعا کے بعد یوں کہتا - احفظ اللھم ھذہ الجھة الصالحیة ملکة المسلمین عصمة الدنیا والدین ام خلیل المستعصمیة صاحبة السلطان الملک الصالح - عز الدین ایبک بھی مقدم العسکر بنا دیا گیا -

اسنے قلیل زمانہ حکومت میں جس لیاقت و عمدگی سے اوسنے حکومت کی اسکے ثبوت میں ہمکو کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے - اسکے زمانہ کا امن اور باہمی خانہ جنگیوں کا واقع نہونا ہی ہماری دعوی کی ایک زبردست دلیل ہے -

سب سے بڑا واقعہ جو اوسکے قلیل زمانہ حکومت میں واقع ہوا وہ دمیاط کا واپس لینا ہے - ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ لوئی گرفتار ہو کر القاہرہ لایا گیا - ابھی اسکی نسبت کسی قسم کا فیصلہ نہیں کیا گیا تہا کہ توران شاہ مار ڈالا گیا - شجرة الدر کو سب سے پہلے اسی اہم معاملے کا تصفیہ کرنا تہا - شجرة الدر نے اپنی دانائی سے ذیل کی شرائط کرکے صلح کر لی -

(۱) دمیاط واپس دیا جائیگا -

(۲) وہ مسلمان جو دمیاط میں گرفتار کر لیے گئے تھے رہا کر دیے جائیں گے -

(۳) آٹھ لاکھ دینار مسلمانوں کو اوس غارت کے معاوضے میں جو دمیاط میں کی گئی تھی دیے جائیں گے -

(۴) اور اوسکے عوض میں لوئی اور دوسرے مقیدین کو رہا کرنا ہوگا

چنانچہ لوئی مع دیگر قیدین کے آزاد کر دیا گیا۔ اور عیسائیوں نے رقم معہودہ ادا کر دی۔ اور دمیاط چھوڑ دیا۔ لوئی جب فرانس گیا تو اوس نے پھر لڑائی کی تیاری کی۔ مسلمانوں کو اسپر سخت افسوس ہوا۔ ابن مطروح نے جو ایک نامور شاعر تھا ایک قصیدہ لکھا۔ اور وہ ایک قاصد کے ذریعے سے لوئی کے پاس بھیجدیا گیا۔ قاصد نے جب لوئی کے روبرو کھڑے ہو کر قصیدہ کو سنانا شروع کیا۔ تو لوئی بھی مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا۔ اور لڑائی کا قصد ترک کر دیا قصیدہ مذکور کے چند شعر یہ ہیں۔

اشعار

قل للفرنسیس أذا جیئتہ   مقال صدق عن قؤول نصیح

ای قاصد تو جب فرانسیس لوئی کے پاس جاوے تو ایک سچی بات ایک ناصح قائل کیطرف سے اوسکو کہدینا۔

وکل أصحابک أودعتہم   بحسن تدبیرک بطن الضریح

تونے اپنے تمام ساتھیوں کو اپنی خوش تدبیری سے قبر کے بطن میں اوتار دیا۔

خمسون الفا لا یری منہم   غیر قتیل أو أسیر جریح

جنکی تعداد پچاس ہزار تھی۔ جن میں سے اب بجز مجروح قیدی یا مقتول کے اور کوئی نہیں دیکھا جاتا۔

وقل لہم أن أضمروا عودۃ   لاخذ ثار أو لفعل قبیح
دار أبن لقمان علی حالہا   والقید باق والطواشی صبیح

اگر اون کے دل میں بدلہ لینے یا اور کسی برے کام کیوجہ سے دوبارہ آنیکا قصد ہو تو ای قاصد اونسے کہدیو کہ ابن لقمان (یہ شخص لوئی کا قید کے زمانہ میں محافظ تھا) کا گھر علی حالہٖ ہے۔ اور قید صبیح طواشی (یہ اوس محل کا نام ہے جسمیں لوئی قید رکھا گیا تھا) بھی باقی ہے۔

جس خوبی سے شجرۃ الدر نے اسکا فیصلہ کیا۔ اوس سے اوسکی دانائی ظاہر ہوتی ہے۔ اوسنے نہ صرف دمیاط اور مقید مسلمانوں ہی کو واپس کرلیا بلکہ اون بیش قیمت جانوں کو بھی بے فائدہ ضائع ہونے سے بچالیا۔ جو اوسکے فتح کرنے میں آتیں۔ اور یہی نہیں بلکہ اوس نقصان کا جو دمیاط کے لوٹے جانے اور لڑائی کی وجہ سے ہوا تھا ایک حد تک معاوضہ بھی ملگیا۔

اگر عیسائی محسن شناس ہیں۔ اور اون میں ذرا بھی انصاف کا مادہ موجود ہے تو وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نیک مزاج عورت نے اوس ظلم کو دیکھتے ہوئے جو عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا کسقدر رحم کیا۔

چند روز کے بعد شجرۃ الدر نے عزالدین ایبک سے نکاح کرلیا۔ اور ہم اس بات پر اوسکی نسبت کوئی الزام نہیں لگا سکتے۔ چونکہ عورت کا حاکم ہونا ایک نئی بات تھی اور آنکھ کھول کر لوگوں نے کسی عورت کو فرمانروا نہیں دیکھا تھا اسلیے عموماً شجرۃ الدر کی نسبت وہ دلوں میں نہ آسکے۔ کل اہل شام اسکے برخلاف تھے۔ اور اونھوں نے ایوبیہ خاندان کے ایک شہزادے الملک الناصر سے جو حلب کا والی تھا۔ خلیفہ ہونے کی درخواست کی۔ اسی خبر سے القاہرہ میں پریشانی پھیل چکی تھی۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ مستعصم باللہ (آخر خلیفہ عباسیہ) نے بحری مملوکوں کو لکھ بھیجا۔ کہ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک عورت خلیفہ بنائی گئی ہے۔ کیا تمھارے پاس کوئی مرد اس قابل نہیں ہے کہ والی ہو سکے اگر ہے تو پھر کیوں نہیں وہ والی بنایا جاتا۔ اگر نہیں ہے تو یہاں سے بھیجا جا سکتا ہے،، خلیفہ کا خط پہونچا ہی تھا کہ اسنے میں خبر آئی کہ الملک الناصر نے دمشق پر قبضہ کرلیا۔ ایسے وقت میں شجرۃ الدر نے حکمران رہنا بالکل مصلحت وقت کے خلاف سمجھا

جس سے باہمی مخالفت کو ترقی ہو - اور ہزاروں جانیں ناحق ضائع ہوں -
بالآخر اوس نے یہ سوچکر اپنے آپ کو حکومت سے معزول کر دیا - اور معزالدین
ایبک دا اپنے شوہر کی جسکو اب سبھوں نے اپنا والی مقرر کرنا چاہا تھا -
اطاعت پسند کی - اور یوں تین مہینے کے قریب سلطنت بعد اس نامور
عورت کی سلطنت کے جس سے امید ہوتی تھی کہ نئی نئی اصلاحیں ہوں گی - اور
ملک ان خرابیوں سے جنمیں وہ مبتلا تھا پاک ہو جائیگا - ختم ہو گئی - اور اسکے بعد
سنہ سے اوس نامور خاندان کی حکومت اوٹھ گئی جس نے قریب ستر برس کی
حکومت کی تھی - اور جنکی شوکت کا ڈنکا ایشیا اور یورپ میں بجا کرتا تھا -
اب معزالدین بالاستقلال حاکم بن گیا - ہمکو اسکے حالات سے بحث
کرنی مقصود نہیں ہے - صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اسکے بعد سات
برس تک معزالدین خلیفہ رہا - اور شجرۃ الدر اوسکی ویسی ہی مشیر رہی جیسی
الملک الصالح کی تھی -

اب ہمیں اوس دردناک اور غمخیز واقعے کی تشریح کر دینا چاہیے جس سے
معز اور شجرۃ الدر ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے جدا ہو گئے - اور جس سے شجرۃ الدر
کی لائف پر سخت دھبہ لگتا ہے - (گو اوسمیں کسیقدر مجبوری ہی کیوں نہو) سات
برس گذر گئے اور ان دونوں میں کوئی نااتفاقی پیدا نہولی -

سنہ ہجری میں معز نے کسی وجہ سے والی موصل کی بیٹی سے شادی
کرنی چاہی - شجرۃ الدر کو (شاید اسوجہ سے کہ معز نے اسکی عین حیات میں
دوسری بی بی سے شادی نکرنیکا اقرار کیا تھا یا اوس رشک وحسد سے جو
ایسی حالتوں میں ہوتا ہے بہرحال کسی وجہ سے) یہ امر ناگوار گذرا - اور جب
اوسکو کسی طور سے اس امر کی امید نہ ہوسکی کہ معز اس ارادہ سے باز رہ سکیگا تو اوس نے

آخر الدوار الکی پڑتال کرکے خود معز کو ہی دنیا سے رخصت کردینا چاہا جس سے
پھر والی مصر کی بیٹی کے جھگڑے کا بھی بالکل تصفیہ ہوجائے۔ اور اس غرض
سے اوس نے محسن جوہری نامی طواشی سے سازش کی۔ اور اوس نے چند
آدمیوں کو ساتھ لیکر معز کو حمام میں مارڈالا۔ اس موحش خبر کا پھیلنا تھا کہ معز
کے مملوکوں نے چاہا کہ بانی قتل کو بھی وہی مزہ چکھادیں جو اوسنے معز کو چکھایا
تھا۔ مگر مملوکوں سے قبل معز کی ایک اور بیبی تھی جس سے معز کا ایک
لڑکا بھی پیدا ہوا تھا۔ اوس نے اسکام کو پورا کرنا چاہا۔ اور اس ارادہ سے
وہ اپنی لونڈیوں کے ساتھ شجرۃ الدر کے پاس گئی۔ اور دم کے دم میں اوسکی
بھی وہی حالت کردی۔ جو ابھی ابھی تھوڑی دیر ہوئی چند غلاموں نے معز کی
کی تھی۔ اور یوں ایک دم میں دو ایسے شخصوں کی جان لی گئی۔ جن میں سے
ایک انتہا درجے کا بہادر تھا۔ اور دوسری وہ عورت تھی جس نے سلطنت
مصر کو نازک وقت میں آفتوں سے بچایا تھا۔ اور اپنی اعلےٰ درجے کی
بیدار مغزی سے سلطنت مصر کی بہبودی اور فلاح میں ایک بہت بڑا پارٹ
لیا تھا۔ اور جسکی لائف اون لوگوں کے خیالات کی جو نوع اناث کو حیوان مطلق
سے بھی کسیقدر کم سمجھتے ہیں۔ اور نیز عیسائی مورخین کے اس دعوی کی کہ
اسلام نے عورتوں کو محبوس کرکے اون کے قواے دماغی اور جسمانی کا
استیصال کردیا ہے۔ ایک زبردست تردید کرنیوالی ہے اور جسکی آنکھیں
بند ہوتے ہی اس نامور سلطنت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ جو ایوبیہ کے نام سے
دنیا میں مشہور ہے۔ اور اسی پر اس مختصر لائف کا بھی خاتمہ ہے۔

شاہجہان بیگم:۔ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ دامت شوکتہا کے
والد بزرگوار کا اسم گرامی نواب جہانگیر خاں بہادر شمشیر جنگ تھا

والدۂ مرحومہ کا نام سکندر بیگم تھا۔ بیگم صاحبہ کا مولد بھوپال ہے ۱۲۵۴ ہجری میں پیدا ہوئی تھیں۔ ۱۵ محرم ۱۲۶۱ ہجری میں جبکہ ۹ برس کی عمر تھی۔ گورنمنٹ عالیہ کے حکم سے اپنے باپ کی جگہ تخت سلطنت پر رونق افروز ہوئیں۔ اپنی مادر مہربان کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی اور تمام علوم و فنون فارسی کو نہایت خوش اسلوبی سے حاصل کیا۔ یہاں تک کہ لکھنا پڑھنا۔ خط و کتابت۔ سلیقہ۔ سیاست مدن اور ملک کے نظم و نسق کے طریقے تمام و کمال اکتساب کیے۔ نہم شوال ۱۲۷۶ ہجری میں جبکہ بائیس ۲۲ سال کی عمر تھی تمام ریاست کے کاروبار کو اپنی والدہ معظمہ کے سپرد کر دیا لیکن غرہ شعبان ۱۲۸۵ ہجری میں تمام امورِ ریاست کی طرف سے زیب اورنگ ہوئیں۔ لارڈ میو گورنر جنرل کے زمانے میں گورنمنٹ عالیہ کی استرضا اور اطلاع سے ۱۲۸۸ ہجری میں نواب صدیق حسن خان صاحب کے ساتھ نکاح ثانی ہوا۔ ایک عدد کے تعمیہ سے اس نکاح کی تاریخ اس جملے سے ظاہر ہوتی ہے۔ ”وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا“ ۱۲۸۹ ہجری میں رمضان المبارک کے مہینے میں بزمانہ لارڈ نارتھ بروک گورنر جنرل ہندوستان گرینڈ کمانڈر اسٹار آف انڈیا کا خطاب بھی گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے عنایت ہوا جس پر ملکہ معظمہ وکٹوریا کی مہر اور وزیر اعظم انگلستان کے دستخط تھے۔ ۱۲۹۲ ہجری میں جبکہ شاہزادہ پرنس آف ویلز کلکتے میں تشریف لائے تھے اس وقت بیگم صاحبہ موصوفہ بھی مع نواب صدیق حسن خان صاحب بہادر کے کلکتہ تشریف لے گئی تھیں۔ شاہزادہ پرنس آف ویلز نے ایک تمغہ جدید اور بہت سے ولایتی تحفے عنایت کیے۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس وقت

شاہجہان بیگم صاحبہ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہیں اور نہایت خوبی سے رعایا کی پرورش میں مصروف ہیں۔ اسوقت غالباً ہر شخص بھوپال کے مالی اور ملکی انتظام کو خوب جانتا ہے کہ کس خوبی اور عمدہ تدابیر سے نواب شاہجہان بیگم صاحبہ دامت شوکتہا سرانجام دے رہی ہیں۔ دین اسلام کی ترقی میں جو جو کام ملکہ شاہجہان نے کیے حقیقت میں وہ لائق تعریف ہیں۔ سینکڑوں تصنیفیں اونکی شان اور توصیف میں اہل فارس اہل عرب اہل ہند نے لکھی ہیں۔ ملکہ شاہجہان چونکہ تعلیم یافتہ اور صاحب فراست ہیں اسوجہ سے اہل ہنر کی قدر افزائی کرتی ہیں اور اپنے جود و کرم سے بہت مہربانی کرتی ہیں۔ جنابہ موصوفہ کی طبع وقاد اور ذہن خداداد سے جو کچھ ہمکو ملا ہے وہ یہ ہے

رباعیات

در یافت عطای کبریائی ما را
در حضرت اوست جبہ سائی ما را
چون عاجزی از پادشاہان مقبول است
نازم کہ شد بہا پادشائی ما را

دیگر

ای شاہجہان دراز شد عمر گناہ
شد نامۂ اعمال تو چون قیر سیاہ
نومید مشو کہ داور ہست رحیم
کوہ گفتہ شود بوزن پر کاہ

دیگر

این عمر دراز صرف عصیان بودہ
یکبار ترا نہ چشم گریان بودہ
با این ہمہ امید بخشش خواہی
گر نیست عمل بیا پشیمان بودہ

دیگر

گو بہر گناہ وقف فرصت باشم
در طاعت حق کمینہ ہمت باشم
نومید نیم کہ ناامیدی کفر است
ہر لحظہ امیدوار رحمت باشم

رباعی

افتاد بگورم گل آن سرو و افزا | من مرده خوشتم زیست مبارک گر از ا
ای چرخ چه کردی سلیمان و سکندر | گر تو همه عیش بود شاه جهان ز ا

غزل

هر دم ز حسن یار من ریزد تجلای دگر | چشمم بود در هر نظر محو تماشای دگر
هر ذره خاک درش خورشید تابان در برش | از پرتو مهر رخش دارد تجلای دگر
خوبان دنیا گو همه خوشید از سر تا بپا | نام خدا آن دلربا دارد سراپای دگر
از بوریای خواهان بوی ریا آید بجان | بهر نماز عاشقان باشد مصلای دگر
با دلکشی قول جادو ساغری چشمش بگو | ای محتسب بیجا مشو دارم ز صهبای دگر
من سیه دوم همو مرهم دل بیکشد سوی غم | من سیه دوم جای و گرد دل سیر و جای دگر
جانم به تنگ آمد از و یارب چسان سازم بدو | من بیخبر هم جای دگر او بیخبر از جای دگر
ای عشق بی‌پروا بیا تا وا رهم از ماسوا | هر ذره تو بود مرا و دل تمنای دگر
از شرم رنگ آن گل او دیگر بود احوال او | گل بر سر آن لاله رو دارد تماشای دگر
ای مونس غمخوار من خلق چه آزار من | بس مهر این دنیا من دارم نه پروای دگر
شاه جهانم بیگمان هم تاجدار هندیان | هر پایه دارد او ز جهان دارم به سودای دگر

حرف الضاد

ضعیفہ — خزیمہ بن ثابت انصاری ذوالشہادتین کی لڑکی تھی۔ اور ام عطیہ الانصاریہ کی خواہر تھی۔ فن شاعری میں پورا ملکہ حاصل تھا۔ اپنے باپ مرحوم کے مرثیے میں جو اشعار اسنے لکھے ہیں وہ ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

اشعار

عین جودی علی خزیمة بالدمع	قتیل الاحزاب یوم الفرات
قتلوا ذا الشهادتین عتوا	ادرک الله منهم بالترات
قتلوه فی فتیة غیر عزل	یسرجون الرکوب للدعوات
نصروا احمد الموفق ذا العدل	ودانوا بذاک حتی الممات
لعن الله معشرا قتلوه	ورماهم بالخزی والآفات

حرف الطاء

طاہرہ بیگم الملقب بہ فخر النساء:— یہ تعلیم یافتہ عورت لکھنؤ کی شریف زادیوں میں سے زندہ موجود ہے۔ اسکی سوانح عمری ایک عجیب عبرت انگیز واقعہ ہے۔ زمانۂ طفولیت میں جبکہ یہ دو تین برس کی تھی ایسے سخت مصائب میں مبتلا رہی کہ اوس زمانے کے واقعات دیکھ کر بے اختیار دل بھر آتا ہے اور آنسو نکل پڑتے ہیں۔ منشی نولکشور نے اسکی زندگی کے واقعات کو جسکو طاہرہ نے خود اپنے قلم سے ضبط کیا ہے طبع کی ہے۔ فی الحقیقت اوسکی سوانح جسکا نام افسانۂ نادر جہاں ہے متاثر الفاظ میں لکھی گئی ہے۔ ہم اپنے ایک شفیق دوست کی ارشاد کے بموجب اوسکی سوانح عمری سے چند سطریں اوس جگہ سے نقل کرتے ہیں جس جگہ سے کہ اوسنے اپنی ہمجولیوں کو مخاطب کیا ہے وہ لکھتی ہے۔

وہ اسے میری پیاری ہموطن ہمجولیو (عزیزۂ طاہرہ) نیک زنوں کا عجیب قصہ جو تمہارے سامنے ہدیے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اس سے میرا مطلب نہیں ہے کہ میں ایسی اور ویسی تالیف کے قابل اور تعریف کے لائق ہوں یا تمہاری نصیحت اور اپنی فضیلت منظور ہے۔ یا پیر مغاں بنکر سمجھانا انکو پہنچی ہوں

بلکہ میری خاص غرض یہ ہی کہ میری خداوند و مالک نے جیسا مجھے سرفراز اور کنیز نوازی فرمائی ہی وہ تشہیر پر
ظاہر ہوتا کہ یہ بھی ایک قسم کا شکر یہ میری نامۂ اعمال میں لکھا جائی - اور خداوند عالم اسکے بدلے میں میرا
مرتبہ اور بڑھائی - یہ میری ساری عمر کی اپنی بپتی کہانی ہی جو انکسار و محبت کے ساتھ ہاتھ پھیلائے سر جھکائی
تمہیں نذر دی رہی ہوں - مانو تو دیوتا نہیں تو پتھر - چاہو اُسکا چربہ دلپر اوتارو - چاہو میری منہ پر پھینک مارو
اگر کچھ سمجھ کر عمل کیا تو مجھے مول لے لیا تمھاری دل شاد کرنیکو میں نے یہ غم پالا ہی - تمہیں جلا وطنی نکالنو کو اپنے
تئیں مصیبت میں ڈالا ہی - تمہاری گلو خلاصی کیلئے اپنا گلا پھنساتی ہوں - تمہیں ٹھنڈا رکھنے کیلئے اپنا دل
جلاتی ہوں جب کالیپا دو ہتا - اب کالیپا دیکھو آ - گو میں ٹوٹی پہوٹی لکھی پڑھی تھی لیکن نہ تصنیف
کے قابل اور نہ تعریف کی لائق سچ کہوں یہ بوجھ مجھ سے نہ اوٹھ سکتا - خدا بھلا کری میری اوستاد مرزا محمد
عباس حسین صاحب ہوش کا جنہوں نے تمہاری دردسے میرے دل کو دکھایا اور یہ نسخہ لکھوایا - اونہیں کے تصدق
سے مجھے غیرت آئی اونہیں کی بدولت تم نے یہ دولت پائی - انصاف اور قدر سے دیکھو اور پرکھو گی تو ان دُر
رسالونکو وہ خزانے پاؤگی - جنکے گرے پڑے جواہر (بھولی بسری باتیں) دلیں وہ جنسیں مالا مال ہو
جاؤگی - تمہاری محبت کی دُھن میں لشتم پشتم میں نے یہ دونوں حصے تو لکھ ڈالے لیکن دیباچے پر پہونچکر اٹک
گئی - منزل کے قریب تھک گئی - جو لکھا تمہارا ترتیب دیا - جوڑ گانٹھ کر مرتب کیا - جو لٹا کا مضمون
جوڑ لیکے سول چیز (دیباچے) کو جو دیکھتی ہوں بالکل کچھ نہیں اولٹ پلٹ کر کئی دفعہ لکھا مگر پسند نہ آیا
اونچا نہ کر سکی ہزار زور لگایا آخر کو چپ رہی اوستاد نے یہ دلکی بات کہی - کہ لیجئے کتاب تو تنگئی مگر
سر نہیں - سر اسکا غریب ہے ہنر نہیں - درست کر دیجئے تصویر میں رنگ بھر دیجئے - اونہوں نے طلب فرماکر
قلم اوٹھا کر کچھ کاٹا کچھ بنایا کچھ گھٹایا کچھ بڑھایا - مبتدا کو خبر کیا - ادہر سے اودہر کیا - آخر کی بھرتی نکالا
مختصر و شیریں جان ڈالی - طولوں کو ترش گیا - فقروں کو قلم کیا - کانٹے پھینک دیئے - پھول چن لئے - جو کاٹا او
جو ڈالے ہاتھ نکیطرح کٹنے ہی کے قابل تھا جو بنایا وہ نور و ضیا میں تصویر کامل تھا - رنگ بھر کر رونق کہا
طبیعت سے باغ لگایا - ابتدا کی جگہ جواب ہے اور چراغ کی مقام پر آفتاب - وہ زبانی بات
جیت تھی - یہ مردانی بول چال ہے - وہ جادو تھا - یہ سحر حلال ہے - پہلے اولجھی ہوئی عبارت

تھی - اب سلجھی ہوئی فصاحت - میری بگاڑا - اونہوں نے بنایا - ساری گتھی کو سلجھایا - نہ وہ اسطرح
دیباچے میں محنت فرماتے میرا بگڑا کام بناتی - نہ میری محنت ٹھکانے لگتی نہ دل کی کلی کھلتی - نہ وہ اپنا
عزیز وقت میرے کہنے سے دیتے نہ چار غیروں میں مجھے عزت ملتی - نہ تم سے ہاتھ ملانیکی نوبت آتی نہ دینے کے
قابل یہ چیز ہوتی نہ دیجاتی - سارے منصوبے زیرے کیطرح غنچہ دل میں رہجاتے کسی کام نہ آتے - ایک
دن ایسا ہوتا کہ میرے ساتھہ اونکا بھی خاتمہ ہوجاتا - مجھے اپنے اور جملہ جہان کے خدا سے امید ہے کہ
وہ اپنے فضل و کرم سے اسکو مقبولیت اور تاثیر کے دوہرے دوہرے خلعت عطا فرمائیگا اور حق
ڈھونڈھنے والونکو نفع پہونچائیگا - اگر کوئی بات اچھی معلوم ہو دعائے خیر یاد کرلینا - کتنا بہت
بڑی ہے بھولی چوکی ہوں تو معاف کردینا - میری تم صاحبوں کی دل لگتی اور جی نہ گھبرانیکے خیال سے
اس کتاب کے دو حصے کردیے پہلے کا نام تو تم سن چکی ہو دوسرے کا لقب صحیفۂ نادرہ ہے - پہلے حصے
میں میری ابتدائی عمر اور کنوارپنے کی باتیں ہیں - جو اول سے آخر تک طرح طرح کی خوبیوں اور
نیکیوں سے بھری ہوئی ہیں کسی حصے میں میں نے تمہیں مخاطب بنایا ہے اور نہ خطاب کرکے سمجھایا ہے - کہ بہن
خبردار تم وہ کام نکرنا اور میری بہن میں قربان یہ بات ضرور کرنا - ہاں راہیں - نیکی - بدی -
ثواب - عذاب - خیر - شر - اونچ نیچ - کی بخوبی دکھلائی ہیں - نہ تو میں اسقدر نصیحت کرنیکے
قابل تھا اور نہ کوئی النصیحت کے نام سے سنتا - جیسے کتاب کا نام دیکھکر پیار آتا وہ نصیحت سے بگڑجاتا
سیدھے دل کی ایک آن وہ خدا کی نیک بندی ایسی بھی ہوتی ہیں جو نصیحت کے مزے کو کڑوا کسیلا بتاتیں ساری
کتاب پڑھ جاتیں - میرا مقصد اصلی جو تھا کہ سب پڑھیں یا دیکھیں سنیں وہ فوت ہوجاتا - اسلیے پہلے اس
باغ میں کڑوے پھل کا درخت نہیں لگایا - مزہ دار شے کو تھوکنے کے قابل نہیں بنایا - دوسرے جس عمر کا حال ہے
وہ خود اس قابل نہ تھی جو کوئی النصیحت کا نام لے اور کمزوری کو زبانی اپنے سر اتنا بھاری کام
دوسرے حصے میں بیاہ جانے اور تجربہ حاصل کرچکنے کے بعد البتہ میں نصیحت کرسکتی تھی لیکن ہاں
یہی مصلحتاً میں نے وہ رویہ اختیار نہیں کیا فقط نام بدلدیا پہلا عریضہ ہے جس سے انتہا کا چھٹا پا
پایا جاتا ہے - اور دوسرا صحیفہ ہے جو اپنا بڑا پا دکھاتا ہے - اس حصے میں پہول کہلنے کے

روز سے پہلی پانچ کے دن اور پھر اولاد کی پروان چڑھانے تک کا رتی رتی ریزہ ریزہ حال لکھا ہے اسکی بھی ویسی ہی حالت ہے۔ اور قصے کی پردے میں نصیحت سسرال جانیکا زمانہ۔ اوسمیں مشکلوں کا پیش آنا۔ طرح طرح کی غموں کا سامنا۔ ایک ایک کا روکنا تھامنا کسیکی برائی نہ لینا۔ دل پر آنچ نہ آنے دینا۔ جی نہ جلانا۔ غصہ دکھانا۔ عقل سے کام نکالنا۔ مصیبت کے پہاڑ ٹالنا۔ ایک خوبی کے ساتھ لکھا ہے جو سچ ہونیکے علاوہ مختصر اور با مزہ ہے۔ خدا اسیری اس تالیف کو تصنیف کا مرتبہ دے۔ اور تم سب کو دستور العمل کرے۔ آ میری منہ بولی بہنو لو یہ نیا جوڑا پہنو۔ تمہارے کپڑے پرانے اور میلے ہی نہیں ہوگئے بلکہ داغ دھبے پڑنے سے کچھ نجس بھی معلوم ہوتے ہیں۔ انہیں گھس لپیٹ کے اوتار دو۔ اور یہ پاک صاف اجلی پوشاک بدلو۔ اب میں تمہیں خدا کو سونپتی ہوں اور یہ دعا دیتی ہوں کہ انجام بخیر ہو۔ نہ کسی سے دشمنی ہو نہ بیر۔ زندگی اچھی سی گذارو۔ دولت پر لات مارو۔ بیکھٹکے بیٹھو۔ راحت سے سفر کرو۔ پہلو پہلو عیش اوٹھاؤ۔ عقبے میں جنت پاؤ۔ سر پر سخت گھڑی نہ آئے۔ اختیار دشمن نہ دکھائے۔ وہم سے میل جول نہو۔ زبان پر برا بول نہو۔ شان میں بٹے نہ پڑیں۔ زبان سے پھول نہ جھڑیں۔ آبرو کے ساتھ بات رہے۔ پالا تمہارے ہاتھ رہے۔ شوہر کی اطاعت سے کام ہو۔ مرتے دم زبان پر خدا کا نام ہو۔ ایمان کی دولت ساتھ لیجاؤ۔ اپنی جگہہ نیکی کو دیجاؤ۔ اللہ بس باقی ہوس۔ لو رخصت کی آخری بندگی لو اور سر سے میری کہانی

رباعی

لو کہتی ہے طاہرہ کہانی اپنی
دکھلاتی ہے آشفتہ بیانی اپنی
وہ ہو کہ نہو تمہ ملے یا نہ ملے
چھوڑے جاتی ہے یہ نشانی اپنی

اسکے بعد اوسنے اپنی پوری سوانح عمری لکھی ہے۔ اگر ہم مختصر کر کے ناظرین کے سامنے پیش کریں تو بھی چار چھ جزو سے کم میں نہیں آسکتی۔ اسواسطے صرف یہاں پر اوسکی ایک نظم مناجات جو نہایت پر اثر ہے ہدیۂ ناظرین کر کے اسکا حال ختم کرتے ہیں۔ شائقین مطبع سے طلب کر کے پوری سوانح عمری دیکھ لیں۔

مناجات

ہمیں نیک توفیق دے اے کریم
کہ ہے تو سمیع و بصیر و رحیم

بنا ہم غریبوں کا انجام کار
کہ ہے سب طرح کا تجھے اختیار

تری دی ہوئی عقل سے کام لیں
نہ سر پر حماقت سے الزام لیں

کریں یوں مصیبت میں ہنس ہنس بسر
کہ اپنوں کو شادی ہو دیکھیں اگر

تری دی ہوئی آبرو کھو نہ دیں
گنوا کر یہ موتی سی شے رو نہ دیں

شب غم کے ہنس ہنس کے کاٹا کریں
عبث تلخکامی کا چاٹا کریں

بری سمجھیں حرص و ہوا و ہوس
جو مل جائے اوس پر قناعت ہو بس

نہ دل میں بدی ہو نہ کینہ نہ بیر
یہ گھر صاف ہو ہو کے دکھلائے سیر

تصور برے دل میں آنے نہ پائیں
خیال اپنی وسعت دکھانے نہ پائیں

نہ ہو وہم و وسواس سے ہم کو کام
پھرے سر نہ لیں مول سودائے خام

طبیعت کا نقشہ بدلنے نہ دیں
ذرا نفس کا زور چلنے نہ دیں

نہ شیطاں کو ہم دل پہ دیں دسترس
نہ الجھن سے گھر کو بنائیں قفس

صفا یوں رکھیں شیشۂ دل کو ہم
کہ ساغر یہ ہو غیرت جام جم

کدورت سے آ لے نہ اس پر غبار
کہ بجھ جائے یہ جام اعجوبہ کار

کریں کبر و نخوت نہ ہم بھول کر
نہ بیٹھیں کسی بزم میں پھول کر

نہ چوری چھپے لینے کی ہو بری خو
نہ جھوٹے بڑے بولے ہوں ہم دوبدو

کوئی حرف شکوہ زباں پر نہ آئے
کوئی لفظ بیجا زباں پر نہ آئے

سدا بد کہیں بد زبانی کو ہم
سمجھیں برا لعن طعن کو ہم

زباں کے لڑانے کی عادت نہ ہو
کبھی حد سے بڑھنے کی جرأت نہ ہو

جہاں کی بلاؤں پہ صابر رہیں
فلک کی جفاؤں پہ شاکر رہیں

بلا سمجھیں اہل ولا کے لیے
بری بات کرنے سے نفرت رہے
نہ غصے میں ہو تلخ گوئی شعار
تری یاد سے ہم نہ غافل رہیں
کبھی روئیں ہم تو ترے ڈر سے روئیں
جلائے اگر آتشِ رنج و غم
کسیطرح کا ہو جو سلایا اگر
جو ہو مرگِ اولاد سے دل کو داغ
نہ بھولیں تجھے بال بچوں میں ہم
نہ چھوڑیں کبھی تیرا روزہ نماز
نہ ہیں فکرِ اولاد میں غم کو طول
نہ پیسے کے ہو نیکی پہ پٹ بچائیں
سوال و طلب اپنا شیوہ نہو
سمجھلیں تجھی ضامنِ رزق جب
نہ ترسے لقمے تو ہمکو ذلت سے دی
کریں ترک باطل رہے حق سے کام
حیا آنکھ میں سر سے کی جا رہے
وہ روزِ جزا کا ہو کھٹکا لگا
کسی سے برائی کی عادت نہو
گنہ کوئی چھوٹا بھی سرزد نہو
نہ طوفاں جوڑیں نہ غیبت کریں

جفا جانیں اہل وفا کے لیے
زباں میں ہمیشہ حلاوت سے ہے
رہے نرمی و آشتی پر مدار
عبادت پہ ہر وقت مائل رہیں
ہنسیں گر تو آپے سے باہر نہوئیں
کریں یاد نارِ جہنم کو ہم
تو ہوسکے نہ سے عقل دل پر اثر
تو سمجھیں جلا تیرے گھر میں چراغ
ہوں مشہور کنبے کے سچوں میں ہم
رکھیں گرمیِ حشر سے دل گداز
نجائیں تجھے اونکی ماتم میں بھول
نہ بیکار کی فکر میں تن گھلائیں
غذا است نجا ہوئے سیوہ نہو
تو کیوں ہم کسی سے کریں کچھ طلب
جسے دے مگر ساتھ عزت کے دی
عطا کر تمیزِ حلال و حرام
نظر میں گنہ کا نتیجہ رہے
کریں آئے دن جس سے ہم رستگا
ہر اک نیک خو ہو بری لت نہو
بلا ہم نہوں گو بلا رو نہو
نہ ہم مشتری ہوں نہ تہمت کریں

ہر اک طرح کے پیچھے آگے رہیں
بدی رونے سے دور بھاگے رہیں

ملیں جس سے کنبے میں دل سے ملیں
چھٹیں غیر باتوں میں وہ گل کھلیں

بہو بیٹیوں میں وہ روشن ہو نام
کہ شرمائے گردوں پہ ماہ تمام

کچھ اسطرح حق بات کہہ جائیں ہم
کہ مرکر بھی دنیا میں رہ جائیں ہم

ہمارے کہے کے اثر کم نہوں
یہہ باتیں جہاں میں رہیں ہم نہوں

نہوں ہم ہمارے طریقے رہیں
سب اس طرز کا ہمکو سوجا کہیں

اطاعت کے انداز سکھلا جائیں
ہم اسطرح گھر کرکے دکھلا کے جائیں

کہیں اُف نہ ماں باپ کے جبر پر
صلہ نیک لیں تجھ سے اس صبر پر

دل وجان سے حق اونکا جانا کریں
ترے بعد بس اونکو مانا کریں

نہ شک لائیں احکام قرآن میں
نہ فرق آئے ہم سے کبھی ایماں میں

بڑا ہوکے جب دوسرے گھر میں جائیں
سلیقے سے نئے گھر دلوں میں بنائیں

کریں شوہر اونکا نہ ہم حق تلف
اطاعت سے ہو اونکی اپنا شرف

نہ بے پوچھے اونکے قدم اک اٹھائیں
نہ بے حکم ماں باپ کے گھر میں جائیں

بچائے رہیں اونکی عزت کو ہم
لٹائیں نہ اونکی دولت کو ہم

نہ دیں ہاتھ سے اپنی عزت کبھی
ڈھٹائی سی بدلیں نہ ہمت کبھی

نہ نامحرموں پر کریں اک نگاہ
نہ ہوویں دو دنیا میں مونہ روسیاہ

سدا نقد عصمت بچائے رہیں
کلیجے سے یہہ شے لگائے رہیں

چلیں اونکی مرضی پہ لیل ونہار
نہ نکلے زباں سے "نہیں" زینہار

کریں اونکو یوں اپنا سمجھا رہیں ہم
کہ مالک وہ ہوں اور غمخوار ہم

ہوں ویسے ہماری وہ باتیں پسند
کہ منہ دیکھتی ہی رہیں ساس نند

بگڑ کر زباں کو بگڑنے نہ دیں
الجھ کر گرہ دل میں پڑنے نہ دیں

نہ تردامنی سے ہو چشم اپنی نم
نہ سوکھے لہو خوف سے دمبدم

جو اولاد ہو صالح و نیک ہو
نہ دو چار دس پانچ ہوں ایک ہو

نہ ہوں چھپ کے بھی جرم پر ہم دلیر
رہیں فقر و فاقے میں نیت کی سیر

بجا لائیں آنکھوں سے ہم اونکے کام
نظر اونکے رخ پر رہے صبح و شام

مروت نگہ کی نگہبان ہو
حجاب اپنی آنکھوں کا دربان ہو

کریں اونسے جب بات ہنسکر کریں
بگڑ بیٹھے خوش ہوں نگہ سے ڈریں

وفادار ہونکی دکھائیں چلن
کریں شکریہ اونکا بسر و علن

نہ بگڑیں نہ روٹھیں نہ غصہ کھائیں
کبھی آنکھ پھیریں نہ تیوری چڑھائیں

رہیں سوکھے ٹکڑونپہ بھی تر زباں
گزی گاڑھی کا وصف ہو بر زباں

ادب سے جھکائے رہیں اپنے سر
بڑی اونکی حرمت ہو پیش نظر

خوشی سے کریں گھر کے سب کام کاج
نہ جھنجکیں نہ مٹکیں نہ ہوں بدمزاج

اگر دل کچھ اپنی نزاکت دکھائیں
تو ہم صبر کی سل کا پتھر لگائیں

ہر اک داں کی ایذا ہو راحت ہمیں
نظر آئے عسرت بھی عشرت ہمیں

ملے اونکی محنت سے خوش ہو کے کھائیں
غذا اسطرح ہاتھ دھو دھو کے کھائیں

ہر اک راز شوہر پہ دیں اپنی جاں
نہ ہم اونکی غیبت ہوں بدگماں

عزیز اونسے کپڑا نہ گہنا کریں
نہ شوہر کا صدمہ گوارا کریں

جواب اوسکو دیں اونکے حسب الطلب
رہے آنکھ نیچی کریں بات جب

نہ فرمائشوں کی ہو عادت ہمیں
رہے ضد سے اور ہٹ سے نفرت ہمیں

نہ سیرت نہ صورت پہ ہو ہمکو ناز
بہت دیکھیں بھالیں نشیب و فراز

وہ ہو اپنا رکھ رکھاؤ پہ دھیان
نہ بگڑے کبھی خواب میں بھی زبان

کسی رنج میں سامنا ہو اگر
تو شوہر کے آگے نہ ہوں ہم نڈر

حرف العین

عائشہ آپ کی والدہ کا نام ام رومان تہا اور آپکے پدر بزرگوار حضرت ابی بکر خلیفہ اول جناب رسول خدا تہے آپکا نکاح حضرت محمد رسول خدا صلعم کے ساتہہ تہا اسیوجہ سے آپ کو ام المومنین کہتے ہیں۔ محمد الرسول اللہ کی سب سے زیادہ پیاری اور دوسری بیوی تہین۔ حضرت عائشہ رض سے بہت سی حدیثین منقول ہیں۔ اس لئے محدثات مین آپکا شمار کیا گیا ہے حضرت عائشہ نے رسول خدا کی تعریف مین جو اشعار لکہے ہیں اون مین سے دو شعر یہان نقل کئے جاتے ہین۔

فلو سمعوا فی مصر اوصاف خدہ	لما بذلوا فی سوم یوسف من نقد
لواحی زلیخا لو رأین جبینہ	لآثرن بالقطع القلوب علی الایدی

نمونہ کے طور پر حضرت عائشہ کے کچہہ حالات مختصراً اور لکہے جاتے ہین۔ نہ سالہ عمر میں اونکو علاوہ نثر وغیرہ کے سولہ ہزار شعر محفوظ تہے اکثر صحابہ جو علم کی حیثیت سے مرجع کل تہے آپ کی جدید معلومات سے مستفید ہوا کرتے تہے جتنا حصہ حدیث و قرآن کا آپ کی روایت سے مروی ہے یا جن احادیث کی آپنے توجیہ کی ہے اومین ایسی روشن ضمیری اور سنجیدگی ہے کہ اوسکو دیکہکر حکمت مآب طبیعتین حیران ہین۔ اون کے علمی درجہ کی شہادت اس سے بہی ملتی ہے کہ اکثر خاندانی بیبیان اون سے استفادہ کرکے علمی دنیا مین قدم رکہا کرتی تہین آنحضرت نے فرمایا ہے خذوا العلم من ھذا الحمیرا۔ اس حمیرا رنگ خاتون سے علم حاصل کرو اس حدیث مین نبوت کی زبان سے اونکو انسانی طبقہ کا علمی رہنما بتایا ہے۔ اون کے اوصاف اور اقوال کے متعلق

بسوط تقریر ہے۔ لیکن مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے تقابل مین چند حدیثین بیان کرتا ہون جس سے دونون کی وسعت نظر اور غور و فکر مین موازنہ ہوسکتا ہے۔

عبد اللہ بن عمر نے فتوے دیا کہ عورتین غسل مین اپنے بال کھولا کرین حضرت عایشہ نے سنکر فرمایا عبد اللہ ابن عمر سے تعجب ہے وہ عورتون کے سئے بال کھولنے کا حکم دیتے ہین اون کے سر منڈوانے کا حکم کیون نہین دیتے مین نے رسول خدا کے ساتھ بارہا ایک ظرف سے غسل کیا ہے مین صرف تین بار سر پر پانی بہا لیا کرتی تھی۔

بعض امور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عمل مین لائے تو بعض صحابہؓ کو اشتباہ ہوتا تھا کہ یہ امر عبادۃً آپ نے کیا ہے۔ مثلاً حج سے فارغ ہوکر مقام ابطح مین آپ نے قیام فرمایا تھا حضرت ابوہریرہ اور عبد اللہ بن عمر کا خیال تھا کہ یہ قیام بطریق عبادت تھا اسلئے وہ قیام کو حضرت ابوہریرہ اور عبد اللہ بن عمر کا خیال تھا کہ یہ قیام بطریق عبادت تھا اس لئے وہ قیام کو حج مین سنت قرار دیتے ہین لیکن حضرت عائشہ کی رائے جو طبیعت کی اسکو تسلیم نہین کیا اونہون نے فرمایا کہ یہ قیام محض اتفاقی تھا سنت نہین ہے

عائشہ بنت طلحہ:۔ ان کے شوہر کا نام مصعب بن زبیر تھا اپنے زمانہ کے لوگون سے علم مین فائق تھین۔ انکے علمی فتوحات کا دائرہ اس زمانے کے ہر علمی فاتح سے زیادہ وسیع تھا۔ ان کی قابلیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ہشام بن عبد الملک خلیفہ نے دمشق سے حج کا قصد کیا اوسکے ہمراہ کاملین کی ایک جماعت تھی جنہون نے علمی مرحلون مین تگاپو کرتے کرتے اپنے آپ کو فلاسفہ کے پایہ کی بلندی کے قریب کر لیا تھا۔ خلیفہ نے عائشہ

کی قابلیت سنکر حضوری مین بلایا اور ہر شخص کی معلومات سے ہر شعبہ مین اُن کی معلومات کا موازنہ کیا۔ فنا یا سازھا لا انجمنه جو اُن کے مقابلے مین آتا گیا اوسکو وہ خاموش کرتی گئین۔

عصمتی:۔ یہ خاتون ایک مشہور و معروف خاندان کی لڑکی تہی۔ اس کے ہمعصر اسکے کمال اس کی بلاغت اس کی عصمت اور عفت پر ناز کرتے تھے۔ یہ خاتون تعلیم یافتہ تہی اور موزون طبع بہی۔ اس کا یہہ شعر مشہور ہے ؎

از پا شکستگان طلب کعبہ مشکل است	آن کعبہ کہ دست دہد کعبہ دل است

حرف الفاء

فاطمہ خانم:۔ یہ خاتون جودت پاشا ممبر مجلس الوکلا دولۃ علیہ عثمانیہ ایدہا اللہ بالاقبال کی صاحبزادی ہین اعلی درجہ کی تعلیم یافتہ۔ صاحب عصمت و عفت ہین۔ حال مین اس خاتون نے بطور ناول کے ایک کتاب جس کا نام زنان اسلام ہے لکھی ہے۔ عربی زبان مین بہی اسکا ترجمہ ہو گیا ہے جو بیروت مین چھپا یا گیا ہے اس ناول مین وہ بحث درج ہے جو یورپ کے ایک شریف عورت نے جسکا نام سیاحہ ف ہے فاطمہ خانم سے کی تہی۔ یورپ کی لیڈی نے زنان اسلام اور اسلام پر جو الزامات لگائے ہین اونکو اس مسلم لیڈی نے نہایت لیاقت سے جواب دیکر اوسکے پوچ اور لچر الزامات کو رد کیا ہے ہم اس مقام پر اوس کی کتاب کی ابتدائی تحریر کو ہدیہ ناظرین کرتے ہین اگر ہم پورے سوال و جواب لکھین تو دس بارہ جزو ہمکو اور زیادہ کرنے ہونگے اسلئے ہم اپنے اس اختصار پر اکتفا کرتے ہین وہ لکھتی ہے کہ " انسان کا خاصہ ہے کہ وہ ملکر ایک جگہہ رہنا پسند کرتا ہے اون مین ایک کو دوسرے کی مدد اور

اعانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے گروہ گروہ بنکر ایک جگہ رہنا شروع ہوا جس سے مدنیت یا شہریت کی بنیاد قایم ہوگئی۔ ہر شخص اور ہر گروہ کی مختلف امیدون اور متباین خواہشون کی تکمیل نے مختلف طریقے اختیار کرنے پر مجبور کیا جس سے لین دین بول چال این فرق پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ زبانون قومون اور مذہبون مین تفریق پیدا ہوگئی۔ قدیم مذہب والون نے اپنے زمانے مین تنہائی گوشہ نشینی مین زندگی بسر کرنا پسند کیا تاکہ اون کے سوا اور کوئی اونکے حال سے واقف نہ ہو۔ ایک ملک والون کو دوسرے ملک والون سے ربط پیدا کرنیکے ذرایع مثل قافلون اور کشتیون کی آمد و رفت کی جو ایک قوم کو دوسری قوم سے ملا دیتے ہین اوسوقت مین بہی رایج ہے لیکن بری اور بحری سفر کی تکلیفات کے سبب آمد و رفت کم ہونے سے دور و دراز ملک کے رہنے والے اپنے ہم جنسون کے حالات سے پورے طور سے واقف نہین ہو سکتے تہے۔ اگر یورپ مین کوئی واقعہ ہوتا تو اوسکی خبر ایشیا والون کو ایک سال بہر مین بہی نہین معلوم ہو سکتی تہی۔ اسیطرح یورپ والون کو بہی دنیا کے واقعات کا علم مدت دراز کے بعد ہوتا تہا۔ جب وقت سے تجارتی جہاز جاری ہوئے۔ آمد و رفت کی کثرت ہوگئی اور نقل و حرکت مین سرعت اور آسانی حاصل ہوگئی۔ ریل کے سبب سے سیر و سیاحت مین اور بہی زیادہ ترقی ہوگئی پہر تار برقی ایجاد ہوئی جس سے خبر پہونچنے مین سفر سے بہی زیادہ آسانی ہوگئی یہانتک کہ جن حادثات کا علم دور و دراز کے رہنے والون کو سالہا سال کے بعد ہوا کرتا تہا اب ایک لمحہ مین اوسکی خبر پہونچ سکتی ہے حاصل یہ ہے کہ اسوقت عالم مین ایک نیا طرز بدلا ہے جو پہلے طریقے سے بالکل جدا ہے۔ یورپ والون نے جو تمام اشیاء کی تحقیق اور تفتیش مین سرگرم ہین اگرچہ ہمارے حالات اور

عادات معلوم کرنے مین کوشش کی ہے لیکن مجکو معتبر سیاح عورتون سے
جو قسطنطنیہ کی سیر کو آئین تہین ملنے کا اتفاق ہوا۔ اونکی گفتگو سے معلوم ہوتا
تہا کہ ہماری طرف سے یورپ والون کے خیالات ایسے غلط اوہام پر مبنی
ہین جنکو سنکر مجہے بہی اوسیقدر تعجب ہوتا تہا جسقدر کہ اونکو یہ خیال گزرتا
تہا کہ یہ کسی دوسرے ملک اور دوسرے مذہب والون کا ذکر کرتے ہین جو
حالات مینے ان سیاح عورتون سے سُنے وہ یورپ کی تحریرات مین (جو سفرنامہ
کی شکل پر لکہے جاتے ہین) درج ہین۔ لیکن سفرنامے کوئی علمی کتابین نہین
ہین جنمین ہر چیز کی تحقیق اور تفتیش کی جاتی ہو بلکہ اونکی تحریر عموماً خیالی
افسانون کی سی ہوتی ہے جو (رومانس) کے قصے کے طرز پر لکہے جاتے
ہین سوال یہ ہے کہ یہ اوہام کسطرح پیدا ہوئے کیا یورپ والون نے اپنی کسی
خاص غرض سے پیدا کرلئے ہرگز نہین کیونکہ یورپ کے معتبر سیاح اپنی پوری
کوشش اور سرمایہ عالم مین پہیلے ہوئے اشیاء کے حقایق دریافت کرنے
مین صرف کرتے ہین اور اونکی اطلاع اور معلومات سے اونکے اہل وطن بہی
فائدہ اوٹہاتے ہین۔ پس لازم ہے کہ اس قصور کو ہم اپنے ذمہ لین مقتضاء
کمال یہی ہے کہ آدمی اپنی ذات کے نقصانات اور عیوب کا خود اندازہ
کرے جو شخص اپنے عیوب پر غور کرتا ہے اور دوسرون سے اوس کا مقابلہ
کرتا ہے وہ بیشک حق اور صواب پر ہوتا ہے اور اعلیٰ درجے اور بلند مرتبے
پر پہنچتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی جگہ کے لوگون کے خیالات اور عادات کی واقفیت
شہر اور بازار مین پہرنے اور مشہور موقعون کے دیکہنے سے حاصل نہین ہوتی کسی
مذہب کے حقیقی حالات دریافت کرنے کے لئے اوس مذہب کے مردون
اور عورتون سے ملنا اور مختلف قسم کی بات چیت کرنا اور ایک عرصہ تک

انکی صحبت مین رہنا ضرور ہے۔ چونکہ ہماری عورتین پردہ نشین ہین اسلئے
سیاحون کو ان سے ملنے اور انکے ساتھ ہمکلام ہونے کا موقع ملنا محال
ہے۔ لیکن ان سیاحون مین بعض عورتین بھی ہوتی ہین جنکی معلومات کسی
طرح مردون سے کم نہین ہوتی۔ اونکے ذریعہ سے بہ آسانی عام سیاح سامان
عورتون کے اصلی حالات سے واقف ہوسکتے ہین۔ لیکن ان عالمہ اور سیاح
عورتون کو ان مستورات سے ملکر جنکی زبان سے یہ واقف نہون کچھہ معلوم
نہین ہوسکتا۔ وہ اسوقت گونگون کی طرح اشارون ہی سے کام نکالنے
پر اکتفا کرتے ہین اسوقت بعض ترکی بیگمات فرانسیسی زبان بھی جانتی ہین
مگر اونمین اکثر ایسی ہین جنہون نے فرانسیسی دایہ کے ذریعہ سے فرانسیسی
طرز پر پرورش پائی ہے صرف علوم ہی حاصل کرنے کے لئے نہین بلکہ محض
فرنچ لیڈی بننے کے لئے۔ چونکہ وہ احکام شرعی سے ناواقف ہوتی ہین اور
مذہبی احکام کو پس پشت ڈالدیتی ہین اور فرانسیسی طرز پر زندگی بسر کرتی ہین
ان سے ملنا اور باتین کرنا ایسا ہے جیسا ایک ادغلی مین کسی فرانسیسی خاندان
سے (قسطنطنیہ کا ایک محلہ ہے جہان فرانسیسی رہتے ہین) ملنا اونکے ملنے سے
کچھہ فائدہ ہوتا ہے۔ نہ کوئی بات ٹھیک طور پر معلوم ہوسکتی ہے۔ اور ان سے
کوئی شخص اسلامی طرز معیشت کا حال (جسکو کہ اونہون نے فضول سمجھکر چھوڑدیا
ہے) دریافت کرے تو وہ اسلام کی خوبی اور پاکی بیان کرنے سے اپنے لاعلمی
کے سبب خاموش ہوجاتے ہین۔ اور نہایت غصہ اور طیش مین آکر پردہ کا ذکر
شروع کردیتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ جسقدر ناگوار امور ہین وہ احکام شریعت
سے لئے گئے ہین اور وہ ان چیزون سے بحث کرتے ہین جنکا اونکو مطلق علم نہین
اس سے غیر لوگون کو اس پاک مذہب پر جسکی شمع ہدایت سے ہمکو نور ہدایت اور

جس کی پاک آیات سے ہمکو شرف ایمان نصیب ہوتا ہے۔ افترا پردازی اور نکتہ چینی کا موقع ملتا ہے۔ اکثر یورپ کی سیاح عورتین جو ہمارے شہر قسطنطنیہ مین سیاحت کے لئے آتی ہین وہ اِن رموز کے دریافت کرنے کے لئے اون مسلمان خاندانون سے ملنے کی نہایت شائق ہوتی ہین۔ جو پرانے طریقے اور قدیمی اصول پر زندگی بسر کرتی ہین بعض مسلمان خاندان عورتون کی تعلیم کو گناہ سمجھتے ہین صرف فرانسیسی ہی تعلیم کو نہین بلکہ ضرورت سے زیادہ ترکی زبان کی تعلیم کو بھی بُرا جانتے ہین۔ اونکو معلوم نہین کہ ازواج مطہرات اور اُنکی مقدس صاحبزادیان کسقدر عالمہ تہین۔ اور شروع اسلام مین کسقدر مستورات علم ادب کی ماہر گذری ہین۔ اور علم وفضل مین اونکا کیا درجہ تہا۔ باوجودیکہ چہرے کا کہولنا شرعًا حرام نہین۔ بلکہ بالون کا ڈہانکنا واجب ہے لیکن مین دیکہتی ہون کہ وہ اوسکے خلاف مُنہ کو چہپاتی ہین۔ اور بالون کو ظاہر کرتی ہین حاصل یہ ہے کہ اعتدال ہم سے مفقود ہے ہم اپنی خواہشات سے اسقدر مغلوب ہوجاتے ہین کہ وہ ہمکو جسطرف چاہتی ہین لیجاتی ہین۔ ہم نہین جانتے کہ کسطرف چل رہی ہین۔ حالانکہ کمی اور زیادتی دونون مضر اور بُری ہین۔ اور اعتدال یعنی اوسط درجہ سب سے بہتر ہے۔ حدیث شریف مین آیا ہے خیر الامور اوسطہا سیاحون کا ان مین اعتدال اچہا ہے جو سیاح واقعی حالات دریافت کرنا چاہین اونکو ایسے خاندانون سے ملنا چاہیئے جو فرانسیسی زبان جانتی ہون۔ اور اسلامی طرز زندگی بسر کرتی ہون۔ اور مذہب کی پابند ہون۔ مگر مسافرون کو اسکا دریافت کرنا مشکل ہے اکثر سیاح بیوغلی کے (عیسائیون کا محلہ ہے) ہوٹلون مین قیام کرتی ہین۔ اور وہان کے باشندون سے (جنکا علم اوس محلہ تک محدود ہے) حالات دریافت کرتی ہین اور اونہین مین سے مترجم اپنے ساتھ لیتے ہین جو جلدی

جواب دینے کی غرض سے بے معنی بکنا شروع کر دیتی ہین۔ اور اس چیز مین
زبان درازی کرتی ہین جیکا انکو مطلق علم نہین۔ اس لیئے ہمارے حالات
خیالی قصون کے موضوع بنجاتے ہین۔ یہ سب جانتے ہین کہ اہل یورپ ہمارے
احکام مذہبی پر جو حکمت اور عقل کے موافق ہین اعتراض نہین کرتے بلکہ وہ
مسلمان عورتون کو نہایت مظلوم اور ستم رسیدہ سمجھکر اونکی ہمدردی کے خیال
سے ان پر زور دیتے ہین مجھے یورپ کی چند عورتون سے ملنے کا اتفاق ہوا
جو قسطنطنیہ کی سیر کو آئی تھین۔ اون سے یورپ والون کے عجیب خیالات اور
بے اصل توہمات جو ان کے دلون مین ہماری طرف سے بیٹھے ہوئے ہین معلوم
ہوئے یہ حالات ایسے عجیب تھے کہ مجھسے ضبط نہو سکا کہ انکو اپنے ہی تک محدود
رکھون۔ بلکہ میرے دل نے مجکو مجبور کیا کہ جسطرح یہ گفتگو ہوئی اوسیطرح
اوسکو اپنے ہمعصرون کے سامنے پیش کرون۔ اسکے بعد اوس عیسائی اور
مسلم لیڈی سے جو مباحثہ ہوا ہے وہ قابل دید ہے۔

فاطمہؓ:۔ رسول خداؐ کی صاحبزادی تھین۔ آپ کی کنیت ام محمد تھی کبھی کبھی
مبارکہ۔ طاہرہ۔ زاکیہ۔ راضیہ۔ مرضیہ۔ اور بتول کے لقب سے بھی پکاری
جاتی تھین۔ آپ کے سنہ ولادت واقعہ فیل کے ۳۵ برس قبل بیان کیے
جاتے ہین۔ آپکے شوہر حضرت علیؓ خلیفہ چہارم تھے اور آپ کی والدہ حضرت
خدیجہؓ جو رسول خداؐ کی پہلی بی بی ہین تھین۔ حضرت فاطمہ فصاحت و بلاغت
اور علم عروض مین اعلے درجہ کی تعلیم یافتہ ہوی تھین۔ یہان انکے دو شعر
ہدیۂ ناظرین کیئے جاتے ہین جو باعتبار اصول فصاحت و بلاغت آپ اپنی نظیر ہین

شعر

صبت علیا مصائب لو انہا	صبت علی الایام صرن لیالیا
ماذا علی من شم تربۃ احمدا	ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

حرف القاف

قرۃ العین ۔ اس نوجوان لڑکی کا اصلی نام زرین تاج تھا۔ یہ ایران کے نامور علماء کے گھرانے مین پیدا ہوئی۔ اسکا باپ حاجی محمد صالح ایک مشہور فقیہ اور اسکا چچا ملا محمد تقی قزوین کا ایک نہایت معزز عالم مجتہد تھا۔ اور اسکا چچیرا بھائی ملا محمد تقی کا بیٹا ملا محمد ایک عالم آدمی تھا جس سے قرۃ العین کی بعد مین شادی ہوئی۔ چونکہ ایک تو اس لڑکی کو بچپن ہی سے غور و خوض کی عادت تھی اور پھر علم سے ایک طبعی مناسبت اور شوق بھی تھا۔ کچھ تو یہ اتفاقات ایسے واقع ہوئے اور کچھ اوس کی محنت اور شوق۔ غرض اوسنے اپنی تعلیم مین ایک نہایت حیرت انگیز ترقی کی۔ جو دنیا مین عورتون کو (خواہ وہ کسی ملک کی ہون) بہت کم نصیب ہوتی ہے۔ عورتین تو عورتین ہمارے ملک مین مردون مین بھی ہزارون مین ایک آدھ ایسا نکلے گا جو علمی واقفیت اور بلند خیالی مین اس نوجوان عورت کا ہم پلہ ہونے کا دعوے کرے۔

اس گھر مین صبح و شام علمی چرچون کے سوا اور کوئی شغل نہ تھا۔ ان باتون کو وہ ہمیشہ بڑے غور سے سنتی اور خود بھی راے دیتی۔ اکثر جب گھر کے لوگ اور دوسرے عزیز ایک جگہ جمع ہوتے تو علمی مباحثے چھڑ جاتے۔ اس مین قرۃ العین بھی نہایت جوش کے ساتھ حصہ لیتی۔ اوسکی فصاحت۔ اوسکے دلائل ایسے نہ تھے جو دلون پر اثر نہ کرین۔ اور پھر اوسپر حسن۔ حیا۔ اور عصمت۔ غرض وہ اپنے مان باپ اور چچا کی آنکھون کا تارا اور اپنے سارے خاندان کی سرتاج تھی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف اوسکے خاندان کو بلکہ سارے شہر قزوین کو اس قابل۔ باحیا۔ اور حسین لڑکی پر فخر و ناز تھا۔

لیکن بدقسمتی سے جیسا ایران کے بعض نامی مؤرخ لکھتے ہیں (اگر فی الحقیقت
یہ کوئی بدقسمتی ہے) اُس نے باب سے خط وکتابت شروع کی اور وہ اوسکی تعلیم پر
ایسی فریفتہ ہوئی کہ اُس نے نہ صرف اقرار باللسان وتصدیق بالقلب
پر اکتفا کیا بلکہ اُس کی ترویج اور اشاعت کے لئے گھر سے باہر قدم نکالا۔ وہ
چند مدت کربلا میں رہی اور پردہ کے پیچھے سے لکچر دیتی۔ فقہ وحدیث وآیات قرآنی
کی تفسیر اس خوبی اور فصاحت کے ساتھ کرتی تھی کہ ایک انبوہ کثیر اوسکے سننے کے
لئے جمع ہوجاتا تھا۔ علما نے گورنر سے شکایت کی کہ یہ نوجوان عورت یہاں کفر
والحاد پھیلانے کی کوشش کررہی ہے اور اُس نے شہر کے بہت سے نوجوانوں کو
اپنی فصاحت اور حسن کے جادو سے ورغلا کر بابی بنا لیا ہے۔ گورنر نے اُسے
گرفتار کرنا چاہا لیکن قرۃ العین کو کسی طرح اس کی پہلے سے خبر لگ گئی وہ فوراً
کربلا کو چھوڑ چھاڑ بغیر پروانہ راہداری کے سیدھی بغداد جا پہونچی۔ بغداد میں سب سے
پہلے وہ مفتی صاحب کے ہاں گئی اور آنکے سامنے اپنے مذہب اور خیالات کو
نہایت فصاحت اور قابلیت کے ساتھ ظاہر کیا۔ لیکن اب بحث یہ پیش ہوئی کہ
آیا وہ ان خیالات کی اشاعت اس ملک میں کرسکتی ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ بغداد
کے پادشاہ کے سامنے پیش ہوا جس نے گورنمنٹ سے اوسکی نسبت استفسار
کیا۔ آخر کار اسکا فیصلہ قرۃ العین کے خلاف ہوا اور اُسے مجبوراً سلطنت عثمانیہ کو
چھوڑنا پڑا۔ لیکن باوجود اس تکلیف اور مصیبت کے وہ مایوس نہیں ہوئی۔ بلکہ
بغداد سے واپس ہوتے ہوئے اُس نے کرمان شاہ اور ہمدان تک سفر کیا اور اپنے
لکچر نہایت جوش وخروش کے ساتھ جاری رکھے اور بہت سے لوگوں کو بابی
بنا لیا جس میں سے شیخ صالح۔ شیخ طاہر۔ ملا ابراہیم محلاتی۔ اور شیخ سلطان عرب
مشہور شخص ہیں۔ اس جگہ ایسے امر کا ظاہر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ لکچر

یا وہ تعلیم جسکی اشاعت قرۃ العین اسوقت ملک ایران مین کر رہی تہی کس قسم
کی تہی اور اس کا کیا مقصد تہا۔

اس بات کا ضرور خیال رکہنا چاہیئے کہ یہ زمانہ باب کی تعلیم کا ابتدائی زمانہ
تہا۔ اور باب کی وفات کے بعد جو انقلابات بابی مذہب مین پیدا ہوئے اوسکا
نشان گمان بہی نہ تہا۔ کیونکہ باب کی وفات کے بعد ایک شخص مرزا حسین علی
نے پیغمبری کا دعوے کیا اور اپنا لقب بہاء اللہ اختیار کیا اور کہا کہ مین وہی
شخص ہون جس کی بشارت باب نے اپنی کتاب مین دی ہے چنانچہ اکثر بابی
اسکے پیرو ہوگئے۔ اور اب بابیون مین دو فرقے ہین ایک بہائی جو بہت بڑا
فرقہ ہے اور بہاء اللہ کا پیرو ہے۔ اور دوسرا ازلی جو مرزا یحیی صبح ازل کے
پیرو ہین اور باب کی تعلیم کے معتقد ہین۔ لیکن میرا مقصد یہان مختصراً ان خیالات
کے بیان کرنے کا ہے جس کی اشاعت مین قرۃ العین سرگرم تہی۔ مختصراً یہ ہین
چونکہ مخلوق کے لئے خدا کی ذات کا پہچاننا ناممکن ہے اس لئے مشیت اولی
نے انسان کی ہدایت اور تعلیم کے لئے وقتاً فوقتاً انسان کی صورت مین حلول
کیا۔ یہ اوتار پیغمبر کہلاتے ہین زمانہ گذشتہ مین اونکی بیشمار تعداد ہو چکی ہے
اور ایسی ہی آیندہ ہوتی رہی گی۔ جیسے وہ پچہلے زمانہ مین اور پیغمبرون کے
ذریعہ سے بولتی تہی اب وہ باب کے ذریعہ سے بولتی ہے۔ اس کے بعد وہ
من یظہرہ اللہ کے ذریعہ سے بولیگی۔ اور پہر اور لوگون کے ذریعہ سے
کیونکہ ان ظہورون کی کوئی انتہا نہین مشیت اولے آفتاب کے مانند ہے
جو ہر روز نکلتا ہے اور غروب ہو جاتا ہے لیکن حقیقت مین سورج وہی ہے گو
عام بول چال مین ہم اسے "آجکا سورج" اور "کل کا سورج" کہتے ہین۔ اسی طرح اگرچہ
ہم عام بول چال مین حضرت آدم۔ حضرت نوح۔ حضرت موسی۔ حضرت داود۔

حضرت عیسیٰ ؑ اور حضرت محمد صلعم کی نسبت الگ الگ ذکر کرتے ہین۔ مگر فی الحقیقة جو چیز کہ ان مین بولتی تھی وہ ایک ہی تھی۔ یہی ہین حضرت محمدؐ کے ان الفاظ کے معنے "ما البینا فانا" مشیت اولیٰ کے سب سے اخیر ظہور کو واقع ہوئے ۱۲۷۰ برس گذرے ہین۔ اب اسنے مرزا علی محمد (نقطہ) مین حلول کیا ہے اور اسکے ذریعہ سے بولتی ہے۔

ہر ایک ظہور کی لوگون کو خبر دی گئی۔ مثلاً یہودیون سے کہا گیا کہ مسیح آنیوالا ہے لیکن جب وہ عیسیٰ کی صورت مین آیا تو اونہون نے انکار کر دیا۔ کیونکہ انکا خیال تھا کہ وہ اس طرح نہین آئیگا بلکہ بڑے جلال اور شان و شوکت کے ساتھ آئیگا۔ مگر انکا خیال ناممکن اور خلاف فطرت تھا۔ اسی طرح عیسیٰ کے پیرون کو یہ بشارت دی گئی کہ مسیح پھر واپس آئیگا۔ مگر جب وہ محمدؐ کی صورت مین آیا تو اونہون نے انکار کر دیا اور اب تک اسکے آنے کی توقع رکھتے ہین۔ اگرچہ اس ظہور کو واقع ہوئے ہزار سال سے زیادہ ہو چکے ہین۔ اسی طرح مسلمانون کو یہ بشارت دی گئی کہ امام مہدی آنے والا ہے اور اس دن کیلئے دعا مانگتے رہو جب وہ ظاہر ہوگا۔ اور جب کبھی تم اوسکا نام لو تو اسکے ساتھ یہ الفاظ زیادہ کرو عجل اللہ فرجہ اب وہ آیا ہے آیات و بینات کے ساتھ۔ مگر اسکے ماننے سے انکار کرتے ہین۔ اس لئے کہ اسکے آنے کا طریقہ انکے فضول خیالات اور توہمات کے مطابق نہین۔

"اے مسلمانو! تم یہودیون کو الزام دیتے ہو کیونکہ انہون نے حضرت عیسیٰ کو مسیح موجود تسلیم نہین کیا عیسائیون کو برا بھلا کہتے ہو کیونکہ انہون نے حضرت مسیح محمدؐ کو فارقلیط قبول نہین کیا۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ نے صاف صاف کہدیا ہے کہ میرے بعد ایک آنیوالا ہے۔ تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ انکا یہ

خیال کس قدر لغو اور بے معنی تھا کہ پیغمبر موعود کے بعثت کے وقت ظاہر طور
پر نہایت حیرت انگیز غیر معمولی عجیب اور خلاف فطرت واقعات دیکھنے مین
آئینگے۔ لیکن تم جانتے ہو کہ اسکا مطلب روحانی نشانات سے تھا نہ کہ جسمانی
سے۔ اور یہانتک تم ٹھیک ہو۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ تم یہودیون اور عیسائیون
کو کھلم کھلا نہایت بیباکی کے ساتھ الزام دیتے ہو۔ یہ اتنا نہین سمجھتے کہ بعینہ وہی
کام تم خود کر رہے ہو اور اُس ظہور کے نہ ماننے پر تمہین یہ اصرار ہے کہ ابھی تک امام
کے آنے کی نشانیان ظاہر نہین ہوئین۔ یا تو تم یہ تسلیم کرو کہ عیسائی اور یہودی
بھی اپنے اپنے خیال مین ٹھیک ہین۔ یا ان فضول اور لغو اعتراضات سے
بالکل دست بردار ہو جاؤ۔

کیا تم نے اسلام سوچ سمجھکر اختیار کیا ہے یا بے سوچے سمجھے اپنے آبا واجداد
کی تقلید سے اگر محض تقلید ہے تو سچے ایماندار نہین ہو اور حقیقت مین اون
کافرون اور مشرکون کے مانند ہو جنہون نے پیغمبرون کی دعوت اسلام کے
جواب مین یہ کہا تھا۔ "ہمنے اپنے باپ دادون کو اس مذہب مین پایا اور ہم آن کی
تقلید کرتے ہین"۔ اگر تم نے سوچ سمجھکر اور غور کرکے اس مذہب کو اختیار کیا ہے
تو تمہارے پاس کون سے ثبوت ہین۔ تم نے پیغمبر کو اپنی آنکھون سے نہین دیکھا
اور نہ تم نے انکے معجزے دیکھے تو بس تمہارے پاس پیغمبر کے لکھے ہوئے الفاظ
کے سوا اور کوئی ثبوت نہین ہے۔ اور بھی ایک ثبوت تھا جسکا پیغمبر نے ہمیشہ دعوی
کیا۔ اور جب مخالفین نے کوئی نشانی مانگی تو اوسنے بڑے زور کے ساتھ کہا
"اگر تم سچے ہو تو اسکے مانند ایک سورہ لکھو"۔ مخالفین مین سے کوئی دم نہ مار سکا اور
کچھ اوپر بارہ صدیون تک یہ دعوے لاجواب رہا۔ مگر ان دنون مین ہاشمی
قوم کا ایک نوجوان مرزا علی محمد شیرازی پیدا ہوا ہے اور اوسنے الہی شان

یعنی رسالت کا دعوے کیا ہے جیسکے ثبوت مین اُسنے قرآن کے مانند ایک کتاب لکھی ہے۔ اگر قرآن محمدؐ کے رسالت کی دلیل ہے تو بیان بھی اُسکے مصنف کے دعوے کی صداقت کے لئے کافی ثبوت ہے۔ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ بیان کی آیتین غیر صحیح ہی نہین بلکہ اسمین قواعد کی غلطیان بھی بکثرت پائی جاتی ہین یہ اعتراض اُس دلیل کے نہ سمجھنے کا باعث ہے جسپر ہے حضرت محمدؐ کے دعوے کی بنیاد تھی۔ اگر فصاحت کے اصطلاحی معنے لئے جائین تو قرآن ایسا فصیح نہین جیسے عربی کی بعض پرانی نظمین جو زمانہ جاہلیت مین لکھی گئی ہین بلکہ فصاحت جسکا دعوے کیا گیا ہے اور جو خدا کا الہام ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ لوگون کے دلون پر ایسا حیرت انگیز اثر پیدا کرے کہ وہ اپنے ایمان کے لئے اپنی جان تک قربان کر دین یہ لکھا ہے کہ "جب خدا کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے" پیغمبر کے الفاظ مین بھی یہی زور ہوتا ہے کیونکہ وہ مشیت اولی کا ظہور ہے حضرت محمدؐ نے کہا "مکہ مین حج کرو" اور ہر سال ہزارہا آدمی وہان جمع ہوتے ہین۔ اونہون نے کہا "رمضان مین روزہ رکھو" اور لاکھون آدمی ہر سال اس حکم کی اطاعت کرتے ہین باوجودیکہ اس مین سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اب پھر ایک نیا حکم آیا ہے۔ اب پھر الست بربکم کے الہی آواز کے جواب مین ہزارہا "بلا بلا" کہین گے۔

یہ ایک اجمالی نظر ہے بابی تعلیم پر جسکی اشاعت اس وقت قرۃ العین بڑے زور شور سے کر رہی تھی۔ اور اس سے بابیون کی مذہبی تعلیم کا کسی قدر اندازہ ہوسکتا ہے شروع شروع مین بابی قرۃ العین کی طرف سے بہت بدگمان تھے اور اسکی تمام کوشش اور سعی کو بری نگاہ سے دیکھتے تھے یہان تک کہ ان مین سے چند نے باب سے یہ لکھکر دریافت کیا کہ آیا ایک عورت کے لئے یہ

مناسب ہے کہ وہ کہلم کہلا سب کے سامنے تقریرین کیے۔ باب نے اسکے
جواب مین نہ صرف اسکے تمام کوششون کو پسند کیا اور نہایت جوش کے ساتھ
تعریف کی بلکہ اُسے جناب طاہرہ کا لقب عطا فرمایا جس نام سے وہ ابتک
بابیون مین یاد کیجاتی ہے اُس وقت سے وہ فرقہ بابی مین نہایت معزز
اور ممتاز سمجھی جانے لگی۔ اور اوسکی وہی عزت ہوتی ہے جیسی مسلمانون
مین حضرت فاطمہؓ کی۔

ہمدان سے آنے کے بعد اوسنے ایک ایسا ٹہا قصد کیا جسے سنکر حیرت ہوتی
ہے اور اُس دلاور عورت کی ہمت اور جرات کا کسی قدر اندازہ ہوسکتا ہے
اُس نے اُس بات کا عزم بالجزم کر لیا کہ مین محمد شاہ شاہ ایران کو بابی بناؤنگی
اور اسی ارادہ سے اوسنے طہران کا سفر اختیار کیا۔ لیکن اتفاق سے اوسکے
باپ حاجی محمد صالح کو کسی طرح اسکی خبر لگ گئی وہ بہت گہبرایا کہ نہ معلوم کہ یہ
لڑکی ہمارے سر پر کیا بلا لائیگی۔ اور فوراً اپنے چند نوکر اُسکے پیچھے روانہ کئے
جو بڑی مشکل سے اُسے قزوین واپس لائے۔

قرۃ العین کی شادی غالباً اسوقت ملا محمد تقی کے بیٹے ملا محمد سے ہو چکی تھی
مگر افسوس کہ یہ شادی سرسبز نہوئی اور ہوتی کیونکر جبکہ ملا محمد کو بابیون
اور شیخیون کی نفرت اپنے باپ کے ترکہ مین ملی تہی اور آخر کار قرۃ العین
نے اُسکے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا۔

خدا کی شان ہے کہ جو فرقہ یا خاندان کسی خاص خیال کا سخت مخالف ہوتا ہے
تو اُسی فرقہ یا خاندان مین سے کوئی نہ کوئی ایسا شخص نکل آتا ہے جو اپنے
لوگون کے مخالف اُس خیال کا پورا پورا موید بن جاتا ہے۔ وہ کون تہا جس
نے اہل عرب اور قوم قریش کے کفر و الحاد کو مٹا دیا اور اونکے تین سو ساٹھ

بتون کے سر اُڑا دیے اور دنیا کو تاریکی سے نکال کر توحید کا کلمہ سکھایا وہ اُسی قوم اور ملک کا پیغمبر عربی۔ قریشی تہا۔ سینٹ پال کون تہا۔ ایک پکا یہودی اور مسیحون کا جانی دشمن لیکن اُسی نے یہودیون کا مخالف بنکر عیسائیت کو اونکے پنجے سے چہڑایا اور ایک علیحدہ چرچ قایم کردیا۔

دیانند سرستی کون تہا۔ ایک برہمن۔ لیکن اُسنے ہندوستان کے برہمنون کی مخالفت مین ایک پرزور قوت قایم کردی۔ اسی طرح محمد تقی کے خاندان مین جو باب کے خیالات کا سخت مخالف تہا یہ لڑکی پیدا ہوئی۔ حاجی ملا محمد تقی قزوینی کا مجتہد شروع ہی سے شیخ احمد احسائی اور اُسکے متقلدین سے سخت نفرت کرتا اور انہین کافر کہتا تہا چنانچہ اُسنے قزوین مین اُسی مشہور شیخ سے کئی بار مباحثے کئے اور لوگون کو اوسکی طرف سے اسقدر بدگمان کردیا کہ آخر اوس بیچارے کو شہر چہوڑنا پڑا۔ لیکن جب باب کی تعلیم ایران مین پہیلنی شروع ہوئی جسکے دعوے اسقدر بڑے اور حیرت انگیز تہے تو اُس شخص کی نفرت اور حقارت اور بہی بڑھ گئی۔ مگر بڑا غضب تو یہ ہوا کہ خود اُسکی بہو اور بہتیجی نے باب کی تعلیم کو سچے دل سے قبول ہی نہین کیا بلکہ اس مذہب کی اشاعت کے لئے کہلم کہلا چہرہ سے نقاب اتار کر بڑے دہڑلے سے وعظ کہنے شروع کی اور اُس مذہب کی رکن اعظم سمجہی جانے لگی۔ یہ دیکہکر ملا محمد تقی آپ سے باہر ہوگیا اور اوسکے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور چلکر باب کی تعلیم کی مخالفت مین وعظ کہنے شروع کئے اور عام طور پر شیخ احمد احسائی و باب پر لعنت بہیجنے لگا۔ آخر اس بدزبانی کا یہ نتیجہ ملا کہ قزوین ہی کی ایک مسجد مین مرزا صالح اور دو تین اور بابیون نے خنجر سے اوسکا کام تمام کردیا یہ واقعہ ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۷ء مین واقع ہوا۔ اس جرم مین کئی بابی گرفتار کئے گئے اور اونہین

سخت سخت تکلیفین دی گیئن اُن مین سے مرزا صالح شیرازی نے اپنے جرم کا اقبال کیا کہ صرف مین نے بغیر کسی کی مدد کے مجتہد قزوین کو قتل کیا ہے اور تمام حالات قتل کے تفصیل کے ساتھ بیان کئے اور اُس خون بھرے خنجر کا نشان بتایا جس سے یہ خوفناک جرم وقوع مین آیا تھا۔ چنانچہ مرزا صالح اور چند دوسرے بابی طہران بھیجے گئے۔ مگر صالح باوجودیکہ وہ بیڑیون مین جکڑا ہوا تھا۔ مازندران بھاگ گیا اور باقی بابی شیخ صالح عرب اور ابراہیم محلاتی بُری طرح قتل کئے گئے اور یہ پہلے بابی تھے جو ایران مین قتل ہوئے۔ قرۃ العین کے خاوند ملا محمد نے اپنے باپ کے قتل کا الزام قرۃ العین پر لگایا اور اُسے گورنر قزوین کے سامنے پیش کیا لیکن بعد تحقیقات کے یہ الزام بالکل غلط اور بے اصل ثابت ہوا اور وہ رہا کردی گئی۔ اب تک بعض متعصب ایرانی مورخ قرۃ العین پر ملا محمد تقی کے قتل کا الزام لگاتے ہین۔ اگرچہ اسکے پاس کوئی ثبوت اسکا نہین ہے۔

اگرچہ قرۃ العین اپنے چچا کے قتل کے الزام سے بالکل بری ہوگئی لیکن اب اسکا قزوین رہنا بالکل ناممکن ہوگیا اور اس لئے وہ اپنے وطن مالوفہ کو خیرباد کہکر طہران سے ہوتی ہوئی خراسان گئی اور وہان سے بدشت پہونچی جہان وہ بابیون کی ایک مشہور مجلس مین موجود تھی اور اپنی خوش تقریری اور فصاحت سے تمام اہل مجلس کو محظوظ کیا۔ بدشت سے وہ مازندران بھاگ گئی جہان کچھ دنون کے بعد بابی مذہب کے پرجوش لیڈر ملا حسین اور محمد علی بالفروشی بھی اُس سے آملے یہان اکثر لوگ انکے پاس آتے اور اونکے مذہب کی نسبت گفتگو کرتے۔ قرۃ العین نے عام طور پر ایک نہایت عمدہ تقریر کی اور مارے جوش کے اسکا نقاب زمین پر گر پڑا۔ لوگون پر اسکے خداداد حسن۔ فصاحت اور حیرت انگیز ہمت کا بڑا اثر پڑا۔ بہت سے لوگون کی آنکھون سے آنسو جاری تھے اور اکثر اُسی کا کلمہ پڑھتے تھے۔

مگر یہان بہی وہ چین سے نہ رہ سکی اور اُسے مجبوراً بہاگنا پڑا۔ رستہ مین وہ بابیون کے ایک گروہ سے ملی جو شخص طبرسی کو جارہے تھے اونکے ساتھہ وہ ویران جنگلون اور گانون مین چھپتی پہری اور اس سے چند روز پہلے کہ وہان بابیون اور شاہی فوج مین لڑائی شروع ہوئی وہ اُن سے جدا ہوکر نور پہونچی جہان وہ جنگ مازندران کے ختم ہونے تک اطمینان سے رہی۔

لیکن کچھہ عرصہ کے بعد نور کے باشندون نے اُسے گورنمنٹ کے حکام کے حوالہ کردیا اور وہان سے وہ طہران بہیجدی گئی۔ تہوڑی مدت پہلے قرۃ العین نے طہران کا قصد کیا تہا لیکن وہ ایک عظیم الشان قصد تہا یعنے محمد شاہ کو بابی بنانیکا اور اب وہ یہان کشان کشان آئی اسوقت اپنی مرضی سے اور آزادانہ طور پر آنا چاہتی تہی اور اب وہ آئی اسی شاہ مغفور کے بیٹے شاہ ناصر الدین قاچار کے سامنے لگ پا بزنجیر جسوقت وہ سامنے حاضر کی گئی تو شاہ نے اوسکی طرف دیکھکر کہا۔ "از ہیئتش خوشم می آید بگذارید کہ باشد" مجھے اس کی صورت بہلی معلوم ہوتی ہے۔ اسے چھوڑ دو" مگر احتیاطاً محمد خان کلانتر کوتوال شہر کی حفاظت مین رکھی گئی کیونکہ بابیون اور شاہی فوج سے ابہی ابہی لڑائیان ہو چکی تہین اس لئے اندیشہ تہا کہ یہ کوئی نیا فساد پیدا نہ کرے غرض قرۃ العین ایک عرصہ تک محمد خان کلانتر کے ہان رہی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بڑے تیوہار کے روز شہر کی اکثر عورتین محمد خان کے گہر مدعو تہین اور خوشی خوشی اپنے جشن مین مشغول تہین کہ اتنے مین قرۃ العین نے ایک نہایت پرزور اور فصیح تقریر شروع کی۔ سب کی سب عورتین جشن وشن تو بہول گئین اور ہمہ تن گوش ہوکر اوسکی طرف متوجہ ہوگئین۔ قرۃ العین آخری دم تک یعنے اگست ۱۸۵۲ء تک اسی گہر مین رہی یہ قید اسکی بہت سخت نہ تہی اور کبہی کبہی بابی اُس سے

مختلف جیلون اور پھانسون سے ملتے رہتے تھے۔ اسکی زندگی یہان معرکہ خطر مین نہ تھی۔ مگر اس عرصہ مین ایک نہایت افسوس ناک حادثہ واقع ہوا جسکا اثر نہ صرف قرۃ العین پر پڑا۔ بلکہ تمام فرقہ بابی پر ایک مصیبت اور بلا نازل ہوئی اور تمام ملک ایران مین ایک ہل چل پڑ گئی۔

اتوار کے روز ۱۵۔ اگست ۱۸۵۲ء کو صبح کے وقت شاہ ناصر الدین اپنے محل واقع نیاوران جو کوہ البرز کے دامن مین ایک خوبصورت گانون ہے سوار ہو کر نکلے اتنے مین تین شخص شاہ کے پاس پہنچے۔ شاہ سمجھے کہ یہ عرضی دینا چاہتے ہین اسلئے پاس آنے کی اجازت دی جب قریب پہنچ گئے تو ایک نے پستول نکالکر بادشاہ کی طرف چلایا مگر نشانہ خطا ہوا اور دوسرے شخص فتح اللہ نے شاہ کو گھوڑے پر سے گھسیٹ کر زمین پر دے مارا اور چاہتا تھا کہ گلا کاٹ ڈالے کہ ایک فراش نے پہنچکر قاتل کا سر اڑا دیا۔ اوسی وقت مستوفی آیا اور اوسنے بادشاہ کو بچانے کے لئے اپنے آپکو شاہ پر ڈالدیا۔ شاہ سمجھے کہ کوئی قاتل ہے اور گھبرا کر کہا کہ تم مجھے کیون قتل کرتے ہو مین نے تمہارا کیا لیا ہے مگر جب اسنے کہا کہ مین ہون ڈرو مت تو شاہ سنبھل گئے۔ ناسخ التواریخ مین اس واقعہ کو کسیقدر اختلاف سے لکھا ہے کہ شاہ کے اوسان بالکل بجا اور درست رہے اور اپنے آپکو نہایت استقلال اور جوانمردی سے بچایا۔ اس خوشی مین قاآنی نے دو قصیدے لکھے ہین پہلے قصیدے مین وہ لکھتا ہے۔

آخر شوال خسرو شد سوار از بہر صید ✦ آسمانش در عنان و آفتابش در رکاب

سگ کمین ناگاہ جستند و افگندند زود ✦ تیرہائے آتشین زی خسرو مالک رقاب

دوسرے قصیدے مین وہ واقعہ کا ذکر اس طرح کرتا ہے۔

آخر شوال را ہر سال زین پس عید کن ✦ چاکران شاہ را دعوت بناز ہر کران

ہے بگوش شاہد پیانہ بدہ خازن بخشش ÷ ہے بگو ساقی بدہ چنگی بزن مطرب بخوان
عید قربان شہنشہ کن نام ہیچو گوسفند ÷ دشمنان را سر ببر در راہ شاہ کامران

الغرض اس واقعہ نے بابیون کی حالت کو بالکل مبتذل کر دیا۔ اور اس وقت سے بابی ہونا ایک جرم سمجھا جانے لگا۔ اور جن لوگون پر بابی ہونے کا شبہ تھا سب گرفتار کئے گئے اس مین مرد عورت بچے سب شامل تھے۔ انتہی عنایت یار حمدلی اینقدر ضرور کی گئی کہ جو کوئی ان مین سے باب پر لعنت بھیجے گا یا اوسکے مذہب سے انکار کردیگا وہ بالکل آزاد کر دیا جائیگا حقیقت مین بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ بیسیون تو قتل ہوئے۔ سیکڑون گرفتار ہوئے طرح طرح کی تکلیفین دی گئین۔ قید کیا شکنجہ مین دیا۔ لوہے گرم کرکر انکے جسمون پر لگائے مگر آفرین ہے اونکی ہمت پر اور نہ معلوم کہان کا جوش ان کی رگ و پے مین سرایت کر گیا تھا کہ ایک بچے کے منہ سے بھی لعنت تو درکنار انکار کا لفظ تک بھی نہ نکلا۔ بلکہ اپنی جان دینے کو وہ موجب فخر و عزت سمجھتے تھے اور خوشی خوشی آگے قدم بڑھاتے تھے ان قیدیون مین آقا محمد علی تبریزی۔ آقا سید حسین یزدی۔ آقا سید حسن یزدی۔ آقا سید احمد تبریزی خود باب اور اوسکے دوسرے ہمراہی بابیون کے بڑے نامور لیڈر اور علماء موجود تھے جو تھوڑی دیر کے اور مہمان ہیں یا اور کوئی وقت جاتا ہے کہ دنیا سے اور دنیا والون سے رخصت ہونے کو ہے۔ لیکن اس نامراد گروہ مین ایک حسین عورت بھی ہے جو ان سب مین الگ دکھائی دے رہی ہے۔ اور مجھے یہ کہنے کی کچھہ ضرورت نہین کہ وہ قرۃ العین ہے

ایک روز صبح کو محمود خان خوش خوش اپنے گھر آیا۔ اور قرۃ العین سے کہنے لگا کہ مین تمہارے لئے ایک خوشخبری لایا ہون۔ اوسنے پوچھا "وہ کیا" کہا کہ تم شاہ بلائی جاؤ گی۔ اور وہان تم سے صرف ایک سوال پوچھا جائیگا اور

وہ یہ کہ "قرۃ العین کیا تم بابی ہو" بس اس سے زیادہ تم سے اور کچھ نہین پوچھا جائیگا اور یہ سوال بھی ایک معمولی اور رسمی ہوگا۔ تم اسکے جواب مین صرف ایک "نہین" کا لفظ کہدینا اور پھر تم ہمیشہ کیلئے آزاد ہو جاؤگی اور اتنا کہنے مین تمہارا حرج کیا ہے یہ تو سب جانتے ہین کہ تم بابی ہو پر اسمین سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے" قرۃ العین نے اس کا جواب دیا "تمہین اب اصل خبر معلوم نہین کل جو ہونے والا ہے وہ میرے لئے اس سے زیادہ خوش اور بہتر ہے جو تم سکتے ہو۔ کل دوپہر کو تم جو میرے جلانے پر مقرر کئے جاؤگے۔ اور سب مجھے خدا تعالیٰ اور اعلیٰ حضرت باب کی عام طور پر شہادت دینے کی عزت حاصل ہوگی اور اب محمد خان تم دیکھو اور غور کرو جو مین کہتی ہون۔ کل میری موت تمہین میری صداقت کا ثبوت دیگی۔ وہ آقا جسکی تم دل وجان سے خدمتگزاری کررہے ہو تمہارے اس جوش کی کچھ داد نہ دیگا۔ کچھ زیادہ مدت نہ گذریگی کہ تم اسی کے حکم سے نہایت بیرحمی کے ساتھ قتل کئے جاؤگے اس سے پہلے کہ وہ بُری گھڑی تمپر آئے جو اٹل ہے مین تم سے التجا کرتی ہون کہ تم اپنے دلکو ٹٹولو اور اُس صداقت کے حاصل کرنے کی کوشش کرو جو ہمیشہ قایم رہنے والی ہے"

صبح ہوئی اور کل کا دن آیا۔ اور اسکے ساتھ وہ گھڑی بھی آئی جو آتی ہے تو پھر ٹلتی نہین قرۃ العین مع اپنے دوسرے ہمراہیون کے سلطنت کے وزراء عقلاء، عہدہ داران۔ علماء کی مجلس مین پیش کی گئی۔ اس مین بادشاہ اور اوسکے مشیر بھی تشریف رکھتے تھے۔ قرۃ العین سے وہی سوال نہایت متانت کے ساتھ کیا گیا جسکا اُسنے وہی جواب دیا جو اُس سے توقع کیجاتی تھی اور اپنے بابی ہونے کو نہایت عزت و فخر کے ساتھ بیان کیا۔ اس جواب سے سب ساکت

ہوگئیے اور نہایت افسوس سے کے ساتھہ اسکے قتل کا فتویٰ دیا گیا۔اس مین کسی قدر اختلاف ہے کہ وہ کیونکر قتل کی گئی۔بعض کہتے ہین کہ اُسے جلا دیا گیا۔ لیکن اکثر کا اتفاق اسپر کہ اسکا گلا گھونٹ کر نگارستان یا باغ ایلخانی کے اندہے کنوئے مین ڈالدیا اور اوپر سے پتھر بھر دئے۔اسکی موت نہایت ہولناک تھی۔مگر اُس نے نہایت جوانمردی اور استقلال سے اُسے برداشت کیا۔مرنا ایک روز سبکو ہے اور اگر قرۃ العین طبعی موت سے نہین مری بلکہ وقت سے پہلے ظالمون نے اُسے قتل کر ڈالا تو کوئی تعجب کی بات نہین دنیا مین ایسے ہزارون اور لاکھون خون ہوئے ہین لیکن یہ یاد رہے کہ اُس جوانمرد عورت کا نام ہمیشہ عزت کے ساتھہ لیا جائیگا۔اور لوگ اوسکی ہمت واستقلال اور قابلیت کی داد دینگے مگر اوسکے قاتل ہمیشہ ذلیل رہین گے اور دنیا مین نفرت اور حقارت کے ساتھہ یاد کئے جائین گے۔

افسوس ہے کہ قرۃ العین کا کلام بالکل تلف ہوگیا ہے اور چند نظمون اور خطوط کے سوا کسی اور چیز کا پتہ نہین لگتا۔لیکن زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ چند نظمین اور خط بھی آسانی سے دستیاب نہین ہوسکتے اور خصوصًا اس ملک مین مخالفون نے اوسکے کلام کے تلف کرنے اور بدلنے مین بہت کچھہ کوشش کی ہے مثلاً اسکے اشعار کو بعض اوقات دوسرے شاعرون کی طرف کر دیا ہے اور اوسکا تخلص نکالکر کسی دوسرے کا تخلص رکھدیا ہے یا جہان کہین باب کی طرف کچھہ اشارہ تھا اُن اشعار کو بالکل نکال دیا ہے اور اپنی طرف سے کچھہ اشعار زیادہ کر دئے ہین تاکہ یہ معلوم ہی نہو۔کہ یہ نظم کس کی ہے۔اسلئے بڑی دقت اس مین یہ پیدا ہوگئی ہے کہ اگر کوئی نظم اس قسم کی مل بھی جائے تو یہ تحقیق کرنا کہ فی الحقیقت یہ قرۃ العین کی نظم ہے نہایت مشکل ہے مجھے بہت

تحقیق اوسکی یہان ہین کے بعد اوسکی دو نظمین ملی ہین مین نے اوسکی نسبت چند بابی علماء سے بھی خط وکتابت کی چنانچہ وہ بھی اُسے تسلیم کرتے ہین۔ مین اُن دو غزلون کو یہان لکھتا ہون۔ گو یہ غزلین شاعرانہ لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی نہون لیکن اُنکے پڑھتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ان کی مصنف ایک عورت ہے اور عورت بھی کون ایک ستم رسیدہ فرقہ کی صرف یہی ایک خیال اُسکے لطف اور اثر کو دو بالا کردیگا۔

من کلام طاہرۃ

جذبات شوقک الجمت بسلاسل الغم والبلا
ہمہ عاشقان شکستہ دل کہ دہند جان بره ولا
اگر آن صنم ز رہ ستم پے کشتن من بے گنہ
لقد استقام بسیفہ فلقد رضیت بما رضا
سحر آن نگار ستمگرم قدمے نہادہ بہ بسترم
واذا رأیت جمالہ طلع الصباح کانما
نہ چو زلف غالیہ بار او نہ چشم فتنہ شعار او
شدہ نافہ ہمہ ختن شدہ کافرے ہمہ خطا
تو کہ غافل از مے وشاہدے پئے مرد عابد وزاہدے
چہ کنم کہ کافر جاہدے ز خلوص نیت اصفیا
ہمہ زلف معلقے پے اسپ و زین معدقے
ہمہ عمر منکر مطلقے ز فقیر فارغ بے نوا
تو و ملک و جاہ سکندری من و رسم و راہ قلندری

اگر آن خوش است تو درخوری وگر این بدست مرا سزا
بگذر ز منزل ما و من بگزین بملک فنا وطن
فاذا فعلت بمثل ذا فلقد بلغت بما تشا

دیگر

لمعات وجهک اشرقت وشعاع طلعتک اعتلا
زچه رو الست بربکم نزنی بزن که بلی بلی
بجواب طبل الست تو ز ولا چه کوس بلی زنند
همه خیمه زد بدر دلم سپه غم وحشم بلا
من و عشق آن مه خوب رو که چو زد صلای بلا برو
بنشاط و قهقهه شد فرو که انا الشهید بکربلا
چو شنید نالهٔ مرگ من پی ساز من شد و مرگ من
فمشی الی مهرولا وبکی علی مهللا
چه شود که آتش حیرتی زنیم بقلهٔ طور دل
فسلکته و دککته متدکدکا متزلزلا
پی خوان دعوت عشق او همه شب ز خیل کروبیان
رسد این صفیر مهیمنی که گروه غمزده الصلا
تو چه فلس ماهی حیرتی چه زنی ز بحر وجود دم
بنشین چو طاهره دم بدم بشنو خروش نهنگ لا

علاوہ اسکے قرۃ العین کی تصنیف سے ایک مثنوی بھی ہے۔ جو مثنوی
مولوی جلال الدین رومی کے وزن پہ ہے۔ اور جسکے کئی سو شعر ہیں۔

اسکے شروع کے دو شعر یہ ہین ۔ اشعار

در تغنی آسے ای طبع عما	در شعر انداز اوراق ثنا
آدمی را سوئے جنت باز آر	در مقام مہر وحدت باز آر

اس سوانح عمری کو ہمنے معلم نسوان سے نقل کیا ہے جسکو مولوی محب حسین صاحب مالک رسالہ مذکور نے مولوی محمد عبدالحق صاحب تے آسے کی کتاب تاریخ بابیان مین سے نقل کیا ہے اگرچہ اس لایق خاتون کے حالات میرے ہاتھہ بھی لگے تھے مگر وہ ایسے مختصر اور مجمل تھے کہ مولوی صاحب موصوف کے کامل مضمون کو دیکھکر بس یہ جی چاہا کہ اپنے مضمون کو کاٹ ڈالون اور اوسکی جگہہ اس واضح اور صاف صاف مضمون کو اپنی کتاب مین درج کردون آخرکار یہی ہوا اور نذر ناظرین کیا گیا ۔

حرف الکاف

کوکب :۔ اس خاتون کا اصلی نام ستارہ بانو تھا اور کوکب تخلص شیخ الشعرا مصلح الدین سعدی شیرازی کی دختر نیک اختر تھی ۔ اسکا یہ مطلع مشہور ہے ۔

عشقبازان رو بسوے قبلہ آن کو کنید	ہر کجا محراب ابروئیش نماید رو کنید

کاملہ :۔ عہد اکبر شاہ مین یہ خاتون موجود تھی ۔ فیضی کے مرثیے مین جو اسنے رباعی لکھی ہے وہ یہ ہے ۔

فیضی بخور این غم کہ دلت تنگی کرد	با پائے امید عمر تو لنگی کرد
می خواست کہ مرغ روح بندد پیوست	زین دام ستہ از قفس شب آہنگی کرد

کنیز فاطمہ :۔ شاہ سلیمان کابلی کی والدہ کا نام ہے یہ مطلع اس کا مشہور ہے ۔

۵

سزد کہ فخر برد آسمان بدوران ہم — کنیز فاطمہ و مادر سلیما ہم

حرف المیم

مہری :- یہ خاتون حکیم عبدالعزیز ہراتی کی بی بی تھی۔ شاہرخ میرزا جو گوہر شاد بیگم کا صاحب تھا اوسکے زمانہ مین یہ دونون موجود تھے۔ مہری کی موزون طبیعت اور شیرینی کلام نے اسکو بہت مشہور کردیا تھا۔ اوسکی ایک غزل اور چند شعر یہان لکھے جاتے ہین ملاحظہ ہون ـ

بیخ ہر خارے کہ آن از خاک من حاصل شود — زاہد از مسواک سازد مست ولایعقل شود

کردم بر اوج برج مہ خویشتن طلوع — ہان اے حکیم طالع مسعود من نگر

یارب چہ سرشتم ز چہ آب و چہ گل است — میلم ہمہ سوے دلبران چگل است

گر میل مرا بسوے پیران بودے — از پیر ضعیف ناتوانم چہ گل ست

غزل

حل ہر نکتہ کہ از پیر خرد مشکل بود — از مددیم بیک جرعۂ مے حاصل بود

گفتم از مدرسہ پرسم سبب حرمت مے — در ہر کس کہ زدم بیخرد ولایعقل بود

خواستم سوز دل خویش بگویم با شمع — داشت خود او بزبان آنچہ مرا در دل بود

در چمن صبحدم از گریہ و زاری دلم — لالہ سوختہ خون در دل و پا در گل بود

آنچہ از بابل و ہاروت روایت کردند — سحر چشم تو بدیدیم ہمہ زایشان بود

دوستی بود تماشائے رخت مہری را — حیف صد حیف کہ این دولت مستعجل بود

مہستی :- یہ خاتون سلطان سنجر سلجوقی کے یہان نہایت عزت و حرمت سے اپنی زندگی بسر کرتی تھی موزونی طبیعت اور رعنائی قامت اسکی مشہور ہے

اسکے چند اشعار درج ذیل ہین۔ **اشعار**

قصاب چنانکہ عادت اوست مرا — افگند و بکشت و گفت این جنس مرا
سرباز بقدرسے نہد بر پایم — دم مید ہدم تا بکشد پوست مرا
افسوس کہ از طرف کلت خار گرفت — زاغ آمد و لالہ را بہ منقار گرفت
سیماب زنخدان تو آورد سپاد — شنجرف لب لعل تو زنگار گرفت
شبہا کہ بناز با تو خفتم ہمہ رفت — درہا کہ بنوک غمزہ سفتم ہمہ رفت
من عہد تو سخت سست می دانستم — بشکستن آن درست می دانستم
ہر دشمنی اے دوست کہ با من کردی — آخر کردی نخست مے دانستم
جام را برکف دست تو انگشت گرفت — ید بیضا دگر و دست تو دست دگر است

اس کی ایک نقل مشہور ہے۔ سلطان سنجر کے ساتھ ایک جلسے مین شب کے وقت بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ مہستی نے ہوا خوری کے لئے سنجر سے اجازت چاہی۔ مہستی اجازت لیکر باہر جاکر کیا دیکھتی ہے کہ برف پڑرہی ہے۔ وہان سے واپس جاکے شاہ کے جلسے مین شامل ہوگئے شاہ نے مہستی سے دریافت کیا کہ ہوا کیسی ہے۔ اس کے جواب مین اُسنے یہ رباعی پڑہی۔ **رباعی**

شاہا فلکت اسپ سعادت زین کرد — وز جملۂ خسروان ترا تحسین کرد
بر گل ننہد پاے زمین سیمین کرد — تا در حرکت سمند زرّین نعلت

محمدی جان:۔ اس نیکبخت خاتون کا اصلی نام عباسی بیگم ہے اس نے اپنی درد آمیز سوانح عمری اپنے خاص قلم سے لکھکر ہمارے پاس بہیجی ہے اس کی صاحبزادی کا نام سید النساء بیگم ہے۔ یہ وہی خاتون ہے جنکی خاطر سے ہمنے یہ کتاب لکھی ہے۔ ابتدا مین اس کی ایک نظم بہی ہے جو نہایت خوش اسلوبی سے لکھی گئی ہے۔ ناظرین اس کی درد آمیز سوانح عمری

ذیل کی نظم سے شروع ہے ملاحظہ فرماوین۔

نظم محمدی جان صاحبہ

ابتدا ہے بنام ایزد پاک   کی عطا جس نے فہم اور ادراک
سب جہان مین عیان ہے اوسکی شان   جانتے ہین سب اوس کو جان جہان
بعد ابلاغ تحفہ ہاے سلام   کہ یہی ہے طریقۂ اسلام
عاجز و کمترین و بے توقیر   کرتی ہے اسطرح سے اب تحریر
اُس کی تالیف کیون نہ اکرم ہو   جو کہ خود افتخار عالم ہو
شاخ طوبےٰ کا ہو قلم پر نور   اور مرکب ہو نور سے معمور
حوض کوثر کا اوس مین ڈالون آب   جس کی خوشبو سے آب ہووے گلاب
حق تعالیٰ رکھے ہمیشہ شاد   اور یوم الحساب سے آزاد
سچ یہ آپکی نہین ہے فضول   آپ سید ہین آل پاک رسول
تھے مقفل زنون کے بخت پلید   آپ نے بھیجدی ہے آنکی کلید
خفتہ بختون کو ہوشیار کیا   اُن پر احسان بے شمار کیا
ان کی فریاد کون سنتا تہا   تھین گرفتار پیچ دام بلا
کیون خبر ہوتی آنکی حالت کی   جنکی اب تک خراب ہے مٹی
جب یہ تدبیر آپ نے سوچی   لکھی جاے سوانح عمری
برسون سے ہوگیا ہے یہ دستور   کہ یہ نسوان ہین جہل مین مشہور
نہین کرسکتین کوئی ایسا کام   کہ زمانے مین جس سے ہو کچھ نام
علم و دانش ہنر ہین سب مستور   قید مین جسطرح کوئی مجبور
لکھنے پڑھنے کو جانتے ہین برا   انکی حالت سے مرد بے پروا

گھر میں رہتی ہیں یوں ذلیل و خوار — جیسے ادنےٰ ہو کوئی خدمتگار
مرد ہیں یا کہ ہیں رجال الغیب — پڑھنا عورت کا جانتے ہیں عیب
اور نکالا ہے ہم میں عیب بڑا — مدرسہ میں ہے تم نے پاس کیا
دیکھتے ہیں ہمیں حقارت سے — نام لیتے ہیں تو کراہت سے
لکھنے پڑھنے کے طعنہ کا نوشے — سنتے ہیں اُنکے ہم زبانوں سے
اپنی عادت سے کب گذرتے ہیں — سینکڑوں نام ہمکو دھرتے ہیں
شکر کرتی ہوں میں ہزار ہزار — بخت عورات کا ہوا بیدار
جب چھپے گی سوانح عمری — پھر تو کھل جائیگی یہ سب قلعی
جب یہ خورشید ہو گا تابندہ — مرد جہال ہوں گے شرمندہ
اب نہ دے طول نظم کو مستور — لکھہ سوانح میں حال رنج و سرور

ما بے دلان بباغ جہات ہم چو برگ گل
پہلوئے یکدگر ہمہ درخون نشستہ ایم

بندی خاکسار مصیبت آثار ادبار نشان عباسی بیگم عرف محمدی جان ناظرین باتمکین کی خدمت بابرکت میں مودب دست بستہ عرض کرتی ہے کہ یہ کندۂ ناتراش آلودہ فکر معاش اچھا لکھنا پڑھنا نہیں جانتی صرف کار روائی کر لیتی ہے لہذا عرض ہے کہ میری داستان دردآمیز مصیبت خیز جس صاحب وقار کی نظر اشرف سے گذرے میری بے استعدادی اور کم لیاقتی کی عیب پوشی فرمائیں۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

میری زبان مادری حسب محاورہ زمانۂ سابق ہے لائق تقریر اور قابل تحریر نہیں سوانح عمری کا لکھنا ایک امر اہم ہے چونکہ فرمائش [illegible]

۱۰ دسمبر ۱۹۶ء بطلب سوانح عمری اس عاجزہ کے آیا اور میری پیاری دختر
لخت جگر نور نظر سید النساء بیگم نے مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ سوانح عمری
اپنی لکھوں۔ چار ناچار قلم ہاتھ مین لیا اور لکھنا شروع کیا۔ اب ذرا متوجہ ہو کر
میرے رنج وراحت کا حال بگوش دل سنین۔

عباسی بیگم عرف محمدیجان کا حسب نسب

میرے دادا شیخ محمد روشن صاحب پانی پتی قوم قریش مخدوم شاہ
بہاؤ الدین بہاء الحق قدس سرہ کی اولاد سے ہین۔ اونکے جد امجد شیخ احمد صاحب
بعہد عالمگیر شاہ دہلی ملتان سے جہت حصول علم دہلی مین تشریف لائے بعد
حصول علم دین وغیرہ دستار فضیلت معہ فرمان معافی اراضی واقع قصبہ
پانی پت حضور بادشاہ سے لیکر قصبہ مذکور مین قیام پذیر ہوئے۔ جنکا مزار
مبارک محلہ قریشیان مین ابتک موجود ہے اور ہر سال ماہ ربیع الثانی مین
عرس ہوتا ہے اور مشائخین کا اجتماع ہوتا ہے۔ میرے دادا صاحب
محمد روشن کی شادی مسماۃ مقبول النساء جو خاندان پیر کالے صاحب سے تہین
دہلی مین ہوئی تہی۔ زمانہ بہاؤ گردی مین معہ اپنی بی بی کے فرخ آباد مین جاکر
سکونت پذیر ہوئے۔ اور اسی شہر مین انکے تین بیٹے اور تین بیٹیان پیدا
ہوئین۔ دو بیٹون اور تینون بیٹیون کی شادی وہین کر دی۔ مگر میرے
باپ خورد سال تہے یعنی ۲ سال کی عمر تہی انکے والد محمد روشن نے انتقال
کیا بعد چہہ سال اپنی والدہ کے پاس رہے میرے والد کے بہنوئی شیخ
محمد ہاشم تجارت پیشہ تہے اونکو اپنے ہمراہ کلکتہ مین لیگئے ۱۲ سال تک انکے
ہمراہ رہکر کاروبار تجارت اور نوشت خواند مین ملکہ حاصل کیا جب فرخ آباد

بہن واپس آئے تو اپنی والدہ کو زندہ نہ پایا یعنی انکا بھی انتقال ہوگیا تھا میرے باپ فرخ آباد مین اپنی بہن کے پاس رہنے لگے۔

عباسی بیگم عرف محمدی جان کے نانا کا حال مع واقعات

میرے نانا کا نام محمد نور علی تھا فاروقی فرقہ کے شیخ باشندہ گردونواح شاہجہانپور کے تھے انکے باپ شیخ سخاوت علی کسی انگریزی فوج کے صوبہ دار بہادر تھے جس کے پلٹن کا نام و نمبر مجھے یاد نہین۔ جب بھرتپور سنہ ۱۸۰۵ع مین نانک ٹیکہ پر لڑائی ہوئی صوبہ دار بہادر کے گولی لگی اور جان بحق ہوئے میرے نانا کی عمر ۲۲ سال کی تھی اور یہ اپنے باپ کے اکلوتے بیٹے تھے کل اثاث البیت مع بیس ہزار روپیہ نقد اور پانچسو اشرفی اور چند انگشتری طلائی جس مین جواہرات بیش بہا نصب تھے مع چند کس لونڈی و غلام واسپ وغیرہ ترکہ پدری سے انکو ملا۔ انکی والدہ کا انتقال انکے باپ کے سامنے ہوچکا تھا اور کوئی رشتہ دار نہ تھا اثاث البیت اسپ سواری فروخت کردیا لونڈیون اور غلامون کو کچھ کچھ زر نقد دے کر آزاد کیا۔ لیکن دو غلام مسمیان شادی خان و وزیر خان نے جو انکے ہم سن اور رفیق تھے انکی مفارقت گوارا نکی اسلئے انکو اپنے پاس رکھا اور بھرتپور سے جانب کلکتہ روانہ ہوئے دریاے ہوگلی مین کشتی پر سوار تھے کہ طوفان آیا اور کشتی نے چکر کھایا ملاحون نے ہرچند کوشش کی لیکن کشتی غرق ہوگئی۔

ناظرین میرے نانا کو علم شناوری مین دستگاہ کامل تھی بمجرد غرق ہونے کشتی کے اونہون نے ہر دو غلامون کو تہ آب سے بازو پکڑ کر نکالا۔ اور سطح آب پر چار زانو بیٹھ کر زانوے راست پر ایک غلام اور زانوے چپ پر دوسرے غلام

لوٹا کر ستنادری کرنا شروع کی تھوڑی دور پہنچے تھے کہ ناگہان سامنے سے ایک
صاحب ڈنڈ میر نامی جو کسی فوج کے کرنل تھے ایک بجرے پر شکار کھیلتے ہوئے
آرہے تھے۔ میرے نانا کو چار زانو سطح آب پر بیٹھے ہوئے دیکھکر حیران ہوئے
اور انکے نکلوانے کی کوشش کی اور بجری کو قریب لاکر انکو بجرے پر سوار
کر لیا اور استفسار حال کیا۔ ہر دو غلامان نے کیفیت گذشتہ مع حالات غرقی
بیان کی صاحب ممدوح نے انکی خستہ حالی اور تباہی پر رحم کھاکر ملاحون
کو حکم دیا کہ غوطہ زنی کریں جو مال مغروقہ برآمد ہو سکے نکالیں۔ یہ حکم سنتے ہی
فوراً غواصون نے غوطہ لگا کر تہ آب تلاش کیا تو کل اسباب مغروقہ سے ایک
خریطہ چرمی جس میں پانچسو اشرفی مذکورہ بالا مع انگشتری ہائے و مہر صوبہ دار
صاحب بہادر دستیاب ہوا۔ وہ خریطہ پُر از زر و جواہر صاحب بہادر کے پیشکش
کیا صاحب موصوف نے دو انگشتری طلائی جس میں ہیرا و زمرد نصب تھے
پسند کر کے قبول فرمائین اور باقی انگشتری مع پانصد اشرفی میرے نانا صاحب
کو واپس دین اور ۵۰ روپیہ ماہوار مقرر کر کے اپنی مصاحبت میں رکھا۔ اور
چندروز کلکتہ میں مقیم رہے اور یہیں ایک شریف خاندان کی بی بی مسماۃ
ضیاء النساء سے اپنی شادی کی۔ اس بی بی بنگالن سے انکی اولاد نہ ہوئی تب
انکو وطن جانے کی بی بی ضیاء النساء نے ترغیب دی اور کہا ہماری عمر
انحطاط کو پہنچی مگر نخل مراد باور نہ ہوا۔ میری خواہش ہے کہ آپکے وطن جاؤ
اور تمہاری والدہ کی قبر کی زیارت کرون اور دعا مانگون شاید خداوند کریم آنکی
روح کی برکت سے ہمارا دامن امید گوہر مراد سے پُر کرے۔ چونکہ ایک مدت
سے میرے نانا صاحب اپنے وطن سے علیحدہ تھے وطن جانے پر راضی
ہوگئے۔ سابجی

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر۔ خار وطن از سنبل وریحان خوشتر۔ یوسف
کہ بمصر بادشاہی میکرد۔ ہمی گفت گدا بودن کنعان خوشتر۔ القصہ میرے
ناناصاحب مع اپنی بی بی بنگالن کے وطن مین پہونچے۔ وہان محمد عبداللہ
نامی انکے قریبی رشتہ دار بڑے معزز و ممتاز آدمی تھے وہ بھی فوت ہوچکے
تھے۔ انکی ایک بیٹی مسماۃ نصیباً نسا، بعمر دہ سالہ اپنے ماموں محمد یوسف کے زیر دامن
پرورش پاتی تھی۔ بی بی بنگالن نے جوہین دیکھا اس لڑکی کے حسن جمال
خداداد پہ فریفتہ ہوئین۔ اور انکے ماموں محمد یوسف سے درخواست کی۔ کہ
اس لڑکی کی شادی میرے شوہر سے کردو مین دیرینہ سال اور لاولد ہون
شاید خداوند کریم اپنا کرم کرے اور کوئی اولاد اس لڑکی کے بطن سے
پیدا ہوجائے۔ اور ہمارے مال و اسباب کا وارث ہو۔ غرضکہ انکو آسودہ
حال اور اپنا ہمقوم دیکھکر باوجود اس لڑکی کی کمسنی کی شادی کردی یہ
یہی خاتون اس عاجزہ کی نانی ہین۔ اس شادی کو تہوڑا عرصہ گذرا تہاکہ
کرنل صاحب مذکور کی تبدیلی دہلی کی ہوئی یہان پہنچکر صاحب موصوف
نے میرے ناناصاحب کو پہر یاد کیا اور اونکے وطن سے دہلی مین بلایا یہ دونو
بیبیان اور پہر دو غلام انکے ہمراہ آئے۔ صاحب ممدوح نے انکے آنے
سے پیشتر ایک احاطہ دہلی مین متصل باغ ملکہ معظمہ جس جگہہ اب مورسلے
ہے مع چند مکانات پختہ تعمیر کرایا تہا جو میرے ناناصاحب کو عطا فرمایا۔ اور اس
مکان مین بآرام تمام رہنے لگے اور بہت سی جائداد خرید کی تہوڑے
عرصہ کے بعد ان کی ایک دختر نیک اختر پیدا ہوئی جسکا نام جواہر بیگم
رکہا گیا۔ بعد اسکے بی بی بنگالن نے وفات پائی اور وہ کرنل صاحب
پنشن لیکر ولایت کو تشریف لے گئے اس زمانے مین دہلی سے میرٹھ

تک میرے نانا صاحب کی ڈاک گاڑی چلتی تھی اور تجارت بھی کرتے تھے جہت انتظام ڈاک میرٹھ جانے کا اکثر انکو اتفاق ہوتا تھا۔ انھین دنون مین کمپ میرٹھ کی بنا ہوئی جسکا سنہ مجھے یاد نہین۔ صاحب مجسٹریٹ کمپ نے ایک قطعہ زمین واسطے آبادی انکو عطا فرمایا۔ جسکے تین حصہ کرکے نانا صاحب نے حسب ذیل تقسیم کئے۔ ایک حافظ نصیر الدین صاحب رئیس بداؤن کو کہ میرے نانا صاحب کے دلی دوست تھے دیا اور دوسرا قطعہ پربھو لال بقال کو کہ انکے کار تجارت مین گماشتہ تھا اور ایک اپنے پاس رکھا یہ تینون احاطے برابر برابر تعمیر ہوئے جو صدر بازار کمپ میرٹھ مین اب تک موجود ہین۔ بعدہ میرے نانا صاحب نے اپنی بی بی نصیبا النسا بیگم اور اپنی دختر جواہر بیگم کو ہمراہ ہر دو غلامان مذکورۂ بالا مع اسباب خانگی میرٹھ مین بلا لیا اور احاطہ مین رکھا انکی دختر جواہر بیگم کی عمر قابل شادی کے ہوگئی تھی اسی درمیان مین میرے والد کے بہنوئی مع اپنے قبائل اور میرے باپ کے اسباب تجارت لیکر فرخ آباد سے چھاؤنی میرٹھ مین تشریف لائے اور میرے نانا صاحب کے احاطہ مین مکان کرایہ لیکر رہے جب میرے والد شیخ امان اللہ کو لایق و فایق دیکھا بعد گفت و شنید اپنی دختر جواہر بیگم کی شادی انکے ساتھ کردے اور کل کارخانہ تجارت ڈاک اپنی داماد کے سپرد کردیا اور فرمایا۔

شعر

سپردم بتو مایۂ خویش را + تو دانی حساب کم و بیش را

میرے والدین کے حسب ذیل اولاد ہوئی ـــ

محمد احسان اللہ صاحب متخلص بہ تحیر جو بمقام رڑکی بلٹن سفر مینا

کے میر منشی ہیں ۔
منشی محمد ضیاء الدین صاحب مرحوم ۔ (۳) مولوی فخر الدین صاحب مرحوم
(۴) بابو آفتاب الدین صاحب جو بارک ماسٹری کے دفتر میرٹھ میں ملازم
(۵) منشی عبد العزیز صاحب مرحوم (۶) علاء الدین مرحوم ۔ (۷) علی الدین مرحوم
(۸) ہمشیرہ کلان شاہ بیگم جو کمپ میرٹھ احاطہ مذکورہ بالا اپنے حصہ کی مکان میں
معہ اپنی اولاد رہتی ہیں ۔ (۹) مہرجہان بیگم مرحومہ ۔ (۱۰) نورجہان بیگم
مرحومہ (۱۱) عباسی بیگم عرف محمدی جان ۔ (۱۲) بنی بیگم مرحومہ (۱۳)
لاڈلی بیگم مرحومہ ۔

عباسی بیگم عرف محمدی جان کی پیدائش

ناظرین یہ خاکسار اپنی والدین کی گیارہویں اولاد ہے میں بتاریخ ۱۴ ۔ رجب المرجب سنہ ۱۲۶۶ ہجری روز یکشنبہ ۱۰ بجے صبح کے پیدا ہوئی آغاز مصیبت میری یہ ہے کہ جب میں پیدا ہو چکی تو میرے والد شیخ امان اللہ صاحب بیمار شدید قریب المرگ ہوئے چار روز تک انکی حالت ردی رہی اور تمام گھر ماتم سرا بنا رہا جو شخص انکی بیماری کی خبر سنکر آتا تھا میرے پیدا ہونے کا حال معلوم کرتا نہایت کراہت اور بیقدری سے مجھپر نظر ڈالتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ لڑکی نہایت منحوس ہے کہ اسکے پیدا ہوتے ہی گھر کے مالک کا ایسا حال ہوا اس چار یوم کے عرصہ میں مجھے گھٹی شہد و شیر وغیرہ کچھ نہیں ملا صرف غسل ولادت دیکر اور ایک پارچہ سفید میں لپیٹ کر چارپائی پر ڈالدیا گیا ۔ خالق مطلق کے حکم سے اور حافظ حقیقی کی عنایت سے میں زندہ و سلامت رہی پانچویں روز جب میرے والد کو ہوش آیا اور مرض

مین افاقہ ہوا تو اول میرے پیدا ہونے کا حال دریافت فرمایا۔ باستماع میری حالت کے نہایت افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ یہ لڑکی نہایت خوش نصیب اور مبارک پیدا ہوئی ہے کہ مین پنجۂ اجل سے بچ گیا۔ پھر حکم دیا کہ میرے سامنے اوٹھا لاؤ۔ جب میری پھوپی اوٹھا کر لائین تو والد مرحوم نے مجھے اپنی آغوش مین لیا اور میری پیشانی و سر پر بوسے دیئے اور نہایت درجہ خوشی و مسرت ظاہر کی اور مسماۃ بخشی خانم زوجہ محمد عمر خان کو بلا کر مجھے دیا اور کہا کہ تم اس لڑکی کی پرورش کرو جیسا کہ تمنے میرے اور بیٹون کی پرورش کی ہے اور میری والدہ سے فرمایا کہ تم کما حقہ اس کی نگہداشت رکھو۔ الغرض مین بدنصیب پرورش ہونے لگی۔ جب میری عمر ڈیڑھ سال کی ہوئی تو بہ تقریب شادی اپنے بھتیجے حاجی شیخ رحیم بخش صاحب کے میرٹھ سے فرخ آباد کو میرے والد صاحب معہ عیال و اطفال روانہ ہوگئے

ناظرین میرٹھ سے فرخ آباد اوس زمانہ مین بہلی کا رستہ دس یوم کا تھا۔ جب ہاپوڑ پہنچے تو ایک سرائے خام شکستہ مین جسکا پھاٹک وغیرہ درست نہ تھا اترے۔ بعد خورد و نوش بوجہ ماندگی راہ سب لوگ غافل ہو کر سو گئے بوقت دو بجے شب کے ایک گرگ سرائے مین آیا اور مجھے میری والدہ کے پہلو سے اوٹھا کر لیگیا۔ قضائے کار ایک بھٹیارا امامی نامی جاگتا تھا۔ پس اسنے بھیڑیا بھیڑیا پکار کے غل مچایا۔ اسکی آواز سنکر تمام مسافران سرائے جاگ اوٹھے جب مجھے میری والدہ صاحبہ نے اپنے پہلو مین نہ پایا تو میرے والد کو پکارا کہ عباسی بیگم کو بھیڑیا لیگیا یہ سنکر میرے والد مرحوم اور منجھلے بھائی منشی محمد ضیاء اللہ صاحب مرحوم اور چند مسافران معہ بھٹیارون کے اوس کے تعاقب مین جانب صحرا روانہ ہوئے۔ دوان دوان اوسکے

پیچھے تین کوس تک میری تلاش مین چلے گئے۔ یہانتک کہ صبح صادق نمود ہوئی اور آفتاب پرآب وتاب نے اپنا چہرۂ نورانی پردۂ مشرق سے باہر نکالا تو اوسکی روشنی مین اوس بھیڑیے کے پاؤن کے نشان ملے اور وہ نشان ایک بھٹہ تک پہونچے۔ جب میرے رونے کی آواز مردان جوئندہ نے سنی تو معلوم کیا کہ اسی بھٹہ سے رونے کی آواز آتی ہے۔ جبا میرے باپ نے بغور دیکھا تو مجھے اُس جگہہ صحیح وسلامت پایا باہر نکالا صرف میرے بائین بازو پر خفیف سے چار زخم دندان گرگ لگے تھے۔ جنکا نشان ابتک موجود ہے۔ میرے پیارے ناظرین بھیڑیے نے لیجا کر مجھے اپنے بھٹہ مین رکھا اور کسیطرح کی گزند نہ پہنچائے اور خود مفرور ہوگیا۔ یہ بھی ایک نمونہ قدرت حافظ حقیقی ہے۔ ع

	عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد	

جب میرے باپ مجھے اپنی آغوش جان مین اٹھا کر معہ ہمراہیان سرلے مین واپس آئے تو میری والدہ کا حال گریہ وزاری وبیقراری سے نہایت ردی تھا۔ مجھے دیکھکر سجدہ شکریہ ادا کیا اور حتی الوسع خیرات کی اور وہان سے مع الخیر فرخ آباد مین پہونچکر شریک شادی ہوئے۔ بعد الفراغ شادی مذکور میرٹھ مین واپس آکر بدستور سابق رہنے لگے۔ ناظرین پر واضح ہو کہ قبل اجراے ریل جو جو مصائبات اور تکلفات مسافرون کو برداشت کرنی پڑتی تھین وہ محتاج بیان نہین ہماری گورنمنٹ نے اپنی رعایا کو اجراے ریل سے وہ آرام دیا کہ جسکا شکریہ ادا نہین ہوسکتا۔

شعر

ہوا وہ ریل جبکے اجرا سے خلق کو آرام	۰	سفر مین نام نہ باقی رہا صعوبت کا

میرے عمر زمانے غدر ۱۸۵۷ء مین ہشت سالہ تہی جب میری والدہ کا انتقال ہوا صرف دو بیٹے ایک بڑی بیٹی کی شادی انکے سامنے ہوئی تہی باقی ہم سب بہن بہائی تا کہ خدا احد صغر سن باپ کے زیر سایہ پرورش پاتے رہے انکی شفقت کا حال خارج از تحریر ہے۔

میرے ماموں صاحب حاجی نجف علی مرحوم جو میرے بہائی مولوی فخر الدین صاحب کے ہمسن تہے۔ اپنے حصہ کا احاطہ مذکورہ میری والدہ کے ہاتہہ فروخت کر کے ۱۸۵۵ء مین معہ میری نانی صاحبہ و غلام مذکور و نذیر خان بیت اللہ شریف کو تشریف لیگئے تہے بعد وفات میری والدہ کے ۱۸۵۸ء مین کعبہ شریف سے واپس آئے مجکو نانی صاحبہ سے کمال درجہ انس تہا۔ انکو اپنے دختر کے فوت ہونے کا رنج و ملال اور مجہے انکے واپس آنے کی خوشی حاصل ہوئی۔ چونکہ مین خوگر کہانی سننے کی تہی بغرض کہانی اپنی نانی کے پاس سونے لگی والدہ کا رنج وفات جاتا رہا۔ یہ میری خوشنودی خاطر کیواسطے بطور کہانی میرے نانا صاحب کا تذکرہ بیان کرتین اور مین بشوق تمام دل لگا کر سنتی تہی جو اسوقت درج سوانح عمری کیا گیا۔

عباسی بیگم عرف محمدیجان کی تعلیم

میری تعلیم کا یہ حال ہے کہ اس زمانہ مین مدارس زنانہ جاری نہ تہے شرفا کی لڑکیان صرف قرآن شریف اور رسائل دینی پڑہتی تہین میرے والد نے اسی کی تعلیم دی اور گلستان سعدی و پندنامہ سعدی وغیرہ اور چہوٹی چہوٹی کتابین فارسی اور اردو مین اپنے چہوٹے بہائی عبد العزیز مرحوم کے ساتہہ پڑہتی رہی اور مجہے اپنے بہتیجے محمد محمود مرحوم و بہانجے محمد اسمعیل مرحوم

کو لکھتے ہوئے دیکھکر لکھنے کا شوق ہوا اور بغیر اصلاح اوستاد کے پوشیدہ لکھتی رہی اسیوجہ سے کسیقدر لکھنا پڑھنا آگیا جو اب بکار آمد ہے - چونکہ میرے بڑے بھائی صاحب منشی محمد احسان اللہ متخلص بہ محمد مشاعرہ مین اپنی تصنیفات سے غزلیات مدحیہ پڑھتے تھے اور اون کے مسودات کو مین اور یہ تینون لڑکے مذکورۂ بالا جو میرے ہمجولی اور ہم مکتب تھے دیکھا کرتی تھی اسی وجہ سے اس عاجزہ کو بھی شوق نظم ہو گیا تھا۔ اور کبھی کبھی تک بندی کر لیتی تھی چنانچہ یہ غزل نعتیہ اس ہیچمدان کی تصنیف اسی زمانہ کی ہے -

غزل نعت

مطلع

رسولون سے برتر ہے شان محمدؐ	کہ خالق ہے خود قدردان محمدؐ
کلام خدا ہے بیان محمدؐ	زبان خدا ہے زبان محمدؐ
محمدؐ محمدؐ زبان پر ہو ہر دم	وظیفہ یہ ہو عاشقان محمدؐ
خدا عاشق انکا یہ عاشق خدا کے	پسند آ گئی خالق کو آن محمدؐ
ملایک جھکاتے ہین سر آستانہ پر	ہے روح الامین پاسبان محمدؐ
شفاعت کا امت کو ہو کیا تردد	خدا جبکہ ہو مہربان محمدؐ
ہے مستور کیا زندگی کا بھروسہ	چلو دیکھ لین آستان محمدؐ

جبکہ میرے والد نے مجھے بجانب کلام نظم مائل پایا تو مستور تخلص فرمایا اور اسی عرصہ مین پارچہ جات کی قطع برید اور دوخت و دیگر کامون مین بھی مہارت حاصل کی

عباسی بیگم عرف محمدی جان کی شادی

بلکہ بربادی

میرے خسر قاضی شرف الدین احمد باشندۂ قصبہ کوتانہ ضلع میرٹھ جو کنارۂ دریائے جمن پر واقع ہے تھے انکی کج خلقی اور بخل جبر تعدی کا حال باشندگا قصبہ مذکور پر آفتاب کی طرح روشن تہا۔ اسوجہ سے ان کی قوم اور برادری نے قصبۂ مذکور مین ان کے بیٹے قاضی بدرالدین احمد کو بیٹی نہ دی۔ چونکہ مجھہ بدنصیب کو ان کے دام بلا مین گرفتار ہونا تہا یہ صورت ہوئی کہ قاضی صاحب مذکور بہ تلاش نسبت اپنے بیٹے کے شہر میرٹھ مین آئے شہر میرٹھ کمپ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے وہان ٹہیرے رفتہ رفتہ میرے باپ سے ملاقات ہوئی اور میرے باپ کا احاطہ جسکا ذکر پہلے کر چکی ہون اس کے مکانات دوکانات اور میرے بہائیونکا اسباب اور سامان اجلا دیکھکر قاضی صاحب مخدوم کے منہ مین پانی بہر آیا۔ اور دام تذویر یون بچہایا۔ ایک مشاطہ مسماۃ فہیما نامی کو بلاکر میرے باپ کے گہر بہیجا تاکہ دریافت کرے کوئی لڑکی ناکدخدا ہے یا نہین۔ مشاطہ مذکور کسی حیلہ سے گہر مین آکر میری ناکدخدائی کا حال دریافت کر گئی۔ جاکر کہا کہ ایک لڑکی بن بیاہی اونکے گہر مین ہے ابتو ان کی مراد دلی بر آئی اور روز مرہ باپ سے ربط اتحاد بڑہانے لگے آخر الامر میری درخواست کی میرے والد نے صرف انکا حسب نسب دریافت فرمایا اور چال چلن سے بے خبر رہے۔ میرے والد بہولے وضع کے سادے آدمی تہے انکی درخواست قبول کر لی اور میری نسبت کر دی اسوقت میری عمر ۱۲ سال کی تہی بعد ازین

نسبت قاضی جی صاحب اپنے وطن کو واپس چلے گئے اور چار برس تک خبر نہ لی کہ ہم کسی شریف کی بیٹی کو نامزد کر آئے ہین۔ اور اس چار سال کے عرصہ مین کسی تہوار کو حسب رسم زمانہ ان کے گہر سے کوئی شئی نہین آئی۔ الغرض بعد مرور چار سال میرے باپ نے انکو طلب کیا اور بیدر پیے خطوط بہیجے۔ تو صدا ے بر نہ خواست۔ آخر اپنے ملازم حسین بخش نامی کو قصبہ مذکور مین بہیجا کہ انکو اپنے ہمراہ لائے۔ جبکہ یہ لوگ میرٹھ آئے تو عورات نے مجھے مانجھے یعنی مائیون بٹہایا اس عرصہ مین انکی بدمزاجی اور کج خلقی کا حال معلوم ہوگیا۔ میرے بڑے بہائی محمد احسان اللہ صاحب مرحوم نے ناخوش ہوکر مائیون کے مکان سے مجھے باہر نکال لیا اور کہا ہم ایسے بدمزاجون مین اپنی بہن کی شادی نہین کرتے کہ تمام عمر یہ لڑکی مبتلائے بلا رہے گی جب یہ خبر قاضی شرف الدین کو پہنچی تو اپنے ساتھ چند مرد آدمی لیکر میرے باپ کے پاس آئے اور منت کش ہوئے۔ چونکہ میری تقدیر برگشتہ تھی وہ پہر رضامند ہوگئے۔ لیکن میرے بہائی ناراض رہے تب میرے باپ نے اپنے بیٹون سے یون کہا کہ یہ چار سال کی نسبت کی ہوئی ہے اور اس کی خبر سب لوگونکو ہوچکی ہے غیرت نہین چاہتی کہ مین اپنا دوسرا داماد بناؤن جو کچہ اس لڑکی کی تقدیر مین ہوگا بہگت لیگی

مصرعہ

اسکو رضا پہ چھوڑ دو پہر خدا جو ہو سو ہو

۱۲۸۰ھ بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی یوم چہارشنبہ دس بجے شب کے میرا عقد ہوا۔

ناظرین ایسا نکاح کسی محتاج کی بیٹی اور بیوہ عورت کا بھی نہ ہوتا ہوگا جیسا میرا ہوا۔

اب سُنیے کہ قاضی جی خود سمدھیانے کا جوڑا پہنکر اور اپنے بیٹے کو خلعت دامادی پہناکر بلا روشنی مشعل وغیرہ مردانے مکان مین آبیٹھے اور گھر میں میری خوشدامن جانی بیگم سیدانی صاحبہ سوا بی احمد بیگم کے آبیٹھین۔ اسوقت میرے سب بھائی بہن عزیز یگانے اور سب مہمان اس بے سروسامانی کی برات آنے پر ایسا روتے تھے کہ جیسے کسی عزیز کی میت پر روتے ہین اور سب کہتے تھے کہ بڑی بدنصیب لڑکی ہے جو ایسے گھر اسکی شادی ہوئی القصہ اسی حالت مین وہ رات گذری صبح کو حسب معمول جہیز مجھے اور میرے شوہر کو نقد روپیئے سلامی وغیرہ دیکر میرے باپ نے رخصت کیا۔ چند روز میرٹھ مین رہے اور پھر یہ لوگ مجھے قصبہ کوتانہ مین لیگئے۔

شعر

عجب بدردیست جانم را اگر گویم زبان سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

ناظرین میرے غم کی کہانی بڑی ہے اور مجھے اختصار کرنا منظور ہے اس لئے تھوڑا سا حال عرض کرتی ہون۔ میرے پہنچنے پر کوئی شخص یگانہ بیگانہ باشندہ قصبہ کوتانہ حسب رواج زمانہ مجھے دیکھنے نہ آیا خارجاً معلوم ہوا کہ بوجہ بدمزاجی و کج خلقی میرے خسر کے کوئی آدمی انسے نہیں ملتا۔ مین ایک مکان مین بطور قیدیون کے رہنے لگی اب میرے خسر بزرگوار نے مجھے ترغیب دینے شروع کی کہ اپنے حصہ کی جائداد اپنے باپ سے تقسیم

کر اکر اپنے شوہر کے نام ہبہ کر دے مین نے اس امر سے صاف انکار کیا اور
کہا کہ خدا میرے باپ کو سلامت رکھے یہ نہوگا یہ سنکر ان کی امید قطع ہوئی
خوے بد را بہانہ بسیار قسم قسم کی تکالیف مجھے پہونچا نی شروع کین
اور میرے شوہر کو بہکانا شروع کیا جس کے بیان سے سینہ قلم کا چاک ہے
اگر وہ مصیبتین پہاڑ پر پڑتین تو پہٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا خداوند کریم کسی کی
جانی پر یہہ مصیبت نہ ڈالے تفصیل اس جبر و تعدی کی خارج از تحریر ہے اللہ
انکی روح کو نہ شرمائے اور جنت الفردوس مین عالی مقام عطا فرمائے علاوہ
زیور و اسباب کے کتابین قلمدان کاغذ سامان نوشت خواند سب چہین لیا
اسلئے کہ پہر اپنے باپ کو اپنے حال سے بذریعہ خط اطلاع نہ دیسکے چہہ مہینے اسی
مصیبت مین گذرے جب کوئی صورت رہائی کی نظر نہ آئی تو مہندی کے
رنگ اور جہاڑو کی تیلی سے بحوف لکہے پاخانہ مین جاکر اپنے حالات مصیبت
ایک پڑیا کے کاغذ پہ تحریر ایک ہفتہ مین کئے اور خاکروبہ کو ایک چہلہ نقرہ
جو میرے پاؤن کے انگوٹہے مین باقی رہگیا تہا دیکر یہ خط بر وقت کے ڈاک خانہ
کی معرفت اپنے باپ کو بہیجا۔ ملاحظہ اس خط کے میرے باپ نے میرے
چہوٹے بہائی عبد العزیز مرحوم اور میرے بہانجے محمد صدیق کو مع سواری
بہلی اور ایک خط قاضی جی کی نام ہمراہ ان دونون لڑکون کے قصبہ مذکور
مین باین حیلہ روانہ کیا۔

مضمون خط شیخ امان اللہ صاحب مرحوم

مین شدید بیمار ہون بچنے کی امید نہین ہے۔ محمد یحیان کی والدہ نے
بوقت انتقال مجھسے کچہہ وصیت کی تہی اگر براہ نوازش محمد یحیان کو

اس وقت مین روانہ کردو تو مین اُس وصیت کے بارے سبکدوش ہو جاؤ اور تم سب معہ بدرالدین احمد کے مجھسے ملجاؤ۔ چونکہ یہ بات قاضی جی کے مطلب کی تھی میرے روکنے سے باز رہے اور ہم روانہ ہوئے دوسرے روز گھر یعنے میرٹھ پہنچے سب عزیزون نے میرے تباہ حالت دیکھکر رنج و افسوس کیا۔ مین ڈیڑھ سال تک آرام سے میرٹھ مین اپنے باپ کے گھر رہی اس عرصہ مین قاضی صاحب معہ میرے شوہر قاضی بدرالدین احمد میرٹھ مین آئے اور بڑی خاطر سے مجھے اپنے ہمراہ قصبہ کوتانہ مین لیگئے۔ حالانکہ اسوقت بھی میرے بڑے بھائی محمد احسان اللہ صاحب میرے کوتانہ جانے پر بالکل رضی نہ تھے مگر سنگ آمد سخت آمد۔ لاچار ہو گئے۔

علاوہ پارچہ جات کے مبلغ عہ کی ریزگاری مجھے میرے بڑے بھائی نے دی اور کہاکہ اسکا تعویذ بناکر پوشیدہ اپنے گلے مین رکھ لی کہ بڑے وقت پر کام آئیگا۔

ناظرین پھر وہی مین اور وہی میری مصیبت جب سید النساء بیگم میری دختر پیدا ہوچکی تھی تو میرے باپ شیخ امان اللہ مرحوم معہ میری منجھلی بھاوج اور میرے پالنے والی بخشی خانم سامان چھٹی لیکر کوتانہ مین آئے جوڑے پارچہ جات برائے قاضی صاحب وہرسہ فرزندان و دختر۔ و اہل خانہ قاضی مذکور اپنے ہمراہ لائے۔ اور سب اشیاء قاضی شرف الدین کے حوالہ کی اور چاہاکہ مجھے اپنے ہمراہ لیجائین لیکن میرا بھیجنا میرے خسر نے منظور نہ کیا اور عذر کیاکہ دودھ چھٹ جائیگا تو ضرور بھیجدینگے میرے والد بہاان دو روز رہکر کف حسرت و افسوس ملتے ہوئے اور مجھے روتا چھوڑ میرٹھ کو واپس چلے گئے۔ القصہ جب سید النساء کی عمر تخمیناً ۳ سال کی ہوچکی اور مین بعارضہ شدید یعارضہ یرقان اسود قریب المرگ

ہوگئی۔ جیسا کہ سید النساء نے اپنی سوانح عمری میں لکھا ہے تب خود قاضی صاحب نے ایک بہلی میں بہمراہی ایک خادمہ کے سوار کرا کر روانہ میرٹھ کیا۔ میں دوسرے دن میرٹھ پہونچی رستہ کا حال درج سوانح عمری سید النساء بیگم ہو چکا ہے وہاں جا کر حالات مصائب گذشتہ اپنے والد بزرگوار سے بیان کئے اور میرے والد مرحوم ہر شب میرا قصہ دردآمیز سنتے تھے اور اپنی چشم سے اشک حسرت برساتے تھے میرے باپ نے قسم کھائی کہ اب میں تجھے کو تا نہ کبھی نہ بھیجوں گا بعد انتقال میرے باپ کی میرے شوہر ایک عورت نیچ قوم کو اپنی گھر میں لائے اور اپنا عقد کرکے اپنی والدین کے پاس رکھا اس عورت نے قاضی جی کے قرار واقعی خبر لی۔ پھر تو قاضی جی کو میرے قدر ہوئی اور مجھے طلب فرمایا مینے جواب دیا کہ وہی میں ہوں اور وہی آپ ہیں۔ آپ کے ظلم پہلے ہی کچھ کم نہ تھے طرہ اسپر یہ کہ سوکن بھی آئی آپ مجھے معاف فرما دیں۔

آزمودہ را آزمودن جہل است

ناظرین اسوقت سے ابتک ۲۵ سال گذرے کہ میں اپنے شوہر سے علیحدہ ہوں جب میرے باپ کا انتقال ہو چکا تو میرے برادران منشی احسان اللہ و منشی آفتاب الدین صاحبان نے عہ روپیہ ماہوار میری تنخواہ مقرر کر دی اور ہر ایک قسم کی امداد کی اور سرپرستی کرتے رہے تھوڑے عرصہ میں اپنی ہمشیرہ مہر جہان بیگم کے ساتھ جو منشی کریم احمد ادرسیر کے ساتھ منسوب ہوئی تھیں دہلی آئی چند روز بعد علیحدہ مکان کرایہ لیکر رہی بڑے بھائی نے تنخواہ روک لی مگر اپنے بیٹے محمد محمود مرحوم کو جو دہلی میں ڈاکٹر فالن صاحب کا منشی تھا لکھا کہ تم اپنی چھوٹی پھوپی کے خبر گیران رہنا اور سلوک سے پیش آنا۔ اس لڑکے کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے عہ روپیہ ماہوار مقرر کر دیا باقی اور اپنی

دستکاری سے گذر اوقات کرتی رہی اور سیدالنساء بیگم کو نورمل اسکول زنانہ دہلی مین داخل کر دیا۔ اور اپنی دختر کے ہمراہ چھہ مہینے تک خود بھی گئی اور استانی فاطمہ سلطان بیگم صاحبہ سے تہوڑا حساب اور نقشہ وغیرہ کشیدہ زرین دارئیشیا سیکھا۔

عباسی بیگم عرف محمدی جان کا مدرسہ ہو کر پانی پت جانا

ناظرین جب فاطمہ سلطان بیگم نے میری عادات اور نوشت خواند و دستکاری وغیرہ کو دیکھا تو مجھے ترغیب دی کہ تم پانی پت جاؤ اور مدرسہ زنانہ مین شرفازادیون کو تعلیم دو۔ اس کام مین عزت دارین ہے مریم زمانی بیگم جو وہان کی معلمہ تہین فوت ہو چکی ہین مدرسہ خالی ہے مین نے اپنی ہمشیرہ کلان سے مشورہ کیا۔ فرمایا تمہین اختیار ہے کب تک بیگانی دست نگر ہوگی مین ۱۸۹۸ء مین معلمہ مقرر ہو کر پانی پت آئی محلہ انصار مین یہ مدرسہ واقع تہا دختران انصار وغیرہ کو پڑہاتی لکہاتی رہی دو برس تک یہ مدرسہ جاری رہا۔ حاسدان تعلیم نسوان نے مس ٹانکی صاحبہ سے جو اس مدرسہ کی مہتمم تہین شکایات گوناگون کرنی شروع کین۔ اتفاقاً ایسا موقع ہوا کہ میرے بہانجے محمد اسمعیل کی وفات کا خط آیا مین نے درخواست عطائے رخصت لکہکر ملفوف کر کے ایک عورت کو دی کہ ڈاکخانہ لیٹر بکس مین ڈالدے اس عورت سے وہ لفافہ کسی دشمن تعلیم نسوان نے لیلیا اور مین روانہ میرٹہ ہو گئی۔ اس موقع کو غنیمت سمجہکر ایک عرضی میری غیر حاضری کی مس ٹانکی صاحبہ کی خدمت مین بہیجدی وہ عرضی پڑہکر مس ٹانکی صاحبہ ضلع کرنال سے پانی پت پہونچین اور دیکہا کہ واقعی معلمہ موجود نہین ہے مدرسہ بند ہے میری عدم موجودگی

مین دشمنان تعلیم نسوان نے اور زیادہ شکایتین کین مس صاحبہ سنکر برہم
ہوئین اور مدرسہ بند کر دیا - اس محلہ کی عورات کو مجھسے ایک طرح کا انس
ہوگیا اس لئے میرا دہلی جانا گوارا نہ کیا اور کئی شرفا کی لڑکیون کو برائے
تعلیم میرے سپرد کر دیا بطور نج انکو پڑہاتی رہی - اس عرصہ مین استانی فاطمہ
سلطان بیگم کا خط بدین مضمون آیا ہمکو معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ زنانہ پانی پت
مس ٹانکی نے باغوائے بعض اشخاص برخاست کر دیا اور تم بیکار ہو لہذا
تحریر ہے کہ تم میرے پاس دہلی چلی آؤ - قصبہ رہتک ضلع خاص مین معلمہ
کی ضرورت ہے مین حسب تحریر آنکے دہلی چلی گئی اور سید النساء بیگم سے
ملی کیونکہ مین برائے تعلیم انکو دہلی اپنی ہمشیرہ کے پاس چھوڑ آئی تہی سید النساء
کے ہمراہ پہر مدرسہ گئی اور استانی صاحبہ ممدوحہ سے ملاقات کی اور حسب تجویز
انکے رہتک گئی اور مدرسہ پڑہانا شروع کیا بعد گذرنے چند ماہ کے بوجہ
ناموافقت آب و ہوا بیمار ہوگئی - ہر چند معالجہ کیا مگر مرض مین کچھ تخفیف
نہ ہوئی مجبوراً مجکو وہ مدرسہ چھوڑنا پڑا - اور پہر وہان سے دہلی آئی - جب
مستورات پانی پت کو رہتک سے میرے چلے آنے کی خبر ملی تو خطوط الطلب
میرے روانہ دہلی کئے - اور حسب الطلب ان بیبیون کے مین پانی پت
آئی اور بدستور سابق رہنے لگی - جب کہ مین پہلے مرتبہ پانی پت معلمہ
ہوکر آئی تہی تو ایک خاتون نے سماۃ بی بی کنیز حسین کے چہوٹے لڑکے
حکیم جعفر حسین سے میری دختر نیک اختر سید النساء بیگم کی نسبت قرار پاچکی
تہی اور سماۃ موصوفہ کا انتقال ہوچکا تہا - مین بتقریب عزا بہی ان کے
گہر گئی تو ہمشیرہ حکیم جعفر حسین نے تخلیہ مین مجھسے درخواست کی کہ اب تم
اپنی لڑکی کی شادی بموجب اپنے اقرار کے جلدی کردو - چنانچہ مین نے

پانی پت سے دہلی آکر سامان شادی کیا۔ اور بساعت سعید عقد کر دیا اور
حتے الوسع دان دہیز دیکر اپنی پیاری بیٹی کو رخصت کیا اور مین دہلی مین
رہی ۱۸۹۵ء مین پہر ایک مدرسہ خواجہ سجاد حسین صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر
مدارس ضلع کرنال خلف خواجہ مولوی الطاف حسین صاحب حالی نے
درخواست دیکر گورنمنٹ سے جاری کرایا اور مجھے مدرسہ مقرر کرکے پروانہ
تقرری مورخہ ۱۸ مئی ۱۸۹۵ء عطا فرمایا۔ ۱۸ جولائی ۱۸۹۶ء تک یہ مدرسہ
جاری رہا اور امتحان سالانہ پیشگاہ جناب صاحب انسپکٹر بہادر مدارس
حلقہ دہلی سے بصلہ حسن کارگذاری مبلغ ۱۲ انعام عطا ہوا اور پروانہ
سند مورخہ ۳ فروری ۱۸۹۶ء مجھے ملا جو میرے پاس ابتک موجود ہے جب
میری ترقی کی رپورٹ ہوئی تو صاحب کمشنر بہادر قسمت دہلی نے تجویز فرمایا
کہ ضلع سے تنخواہ معلمہ پانی پت کو نہ ملے۔ بلکہ کمیٹی پانی پت سے ملا کرے
جب یہ حکم کمیٹی پانی پت مین پہونچا تو دشمنان تعلیم نسوان کو پھر موقع برائی
کرنے کا ہاتھ آیا ممبران کمیٹی کو اپنا متفق کر لیا۔ اور رپورٹ کروادی کہ اس
قصبہ مین شریف زادیان سوائے قرآن مجید اور کچھہ پڑھنا نہین چاہتین اس
مدرسہ زنانہ سے فائدہ سرکار کا منصور نہین کیا جاتا سراسر نقصان ہے
اس رپورٹ پر یہ مدرسہ ۱۸ جولائی ۱۸۹۶ء کو تخفیف مین آگیا۔ اور مین
بدستور سابق ابتک پانی پت مین قیام پذیر ہون اور اپنی بیٹی و داماد سے
علیحدہ ایک مکان مین رہتی ہون۔ ہرچند میری بیٹی اور داماد نے چاہا اور
اصرار کیا کہ مین انکے شریک رہون لیکن میری غیرت اس امر کی مقتضی نہ
ہوئی۔

ناظرین یہ سب خوبیان میرے شوہر کی ہین آپ تباہ ہوئے اور مجھے

ربنا و لیا اللہم احفظنا من کل بلاء الدنیا و العذاب الآخرۃ

بقلم

عباسی بیگم عرف محمدی جان مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۱۶ء

مہر کا نشان دستخطی
مسماۃ محمدی جان

حرف النون

نہانی :- یہ خاتون شاہ سلیمان کی والدہ ماجدہ کی مصاحبہ اور ہمنشین تھی۔ اسکا باپ شاہ سلیمان کے زمانے مین بہت بڑا امیر تھا یہ نیکبخت خاتون اپنے دلکش جمال اور بلندی فطرت کیوجہ سے شہرۂ آفاق رکھتی تھی۔ اعلے درجہ کی تعلیم یافتہ تھی۔ ہر قبیلے کے لوگ اوس کے ساتھہ شادی کرنے کی خواہش کرتے تھے۔ مگر نہ معلوم وہ ایسی درخواستون کو کیون نامنظور کیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ ان درخواستون سے بہت دق ہوئی اور یہ رباعی تمامی شہر مین تصنیف کرکے چھپوا کرا دی کہ اگر اس رباعی کا کوئی شخص جواب لکھے گا اوسی کے ساتھہ نکاح کر لونگی۔

رباعی

از مرد برہنہ روے زر می طلبم — از خانۂ عنکبوت پر مے طلبم
من از دہن مار شکر می طلبم — وز پشۂ مادہ شیر نر می طلبم

لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس نیک بخت خاتون کا انتقال ہوگیا

اور سعد اللہ خان وزیر شاہجہان بادشاہ مذکورہ رباعی کے جواب میں ذیل کی رباعی تصنیف کی۔ مگر اس خاتون کے انتقال کے بعد۔

رباعی

علمے ست برہنہ روکہ تحصیل رست	تن خانۂ عنکبوت و دل بال پرست
زہرست جفائے علم و معنی شکر ست	ہر رشتہ ازو جنید و آن شیر نرست

نورجہان:- اس مشہور و معروف بیگم کے باپ کا نام میرزا غیاث تھا میرزا غیاث ایران کا رہنے والا تھا جسکا باپ محمد خان تکلو خراسان کے حاکم کا مدبر وزیر تھا۔ نورجہان کی مان یا میرزا غیاث کی بی بی میرزا علاء الدولہ کی لڑکی تھی۔ نورجہان کے دادا خواجہ محمد شریف کا اوسوقت مین انتقال ہوا کہ جب نورجہان اپنی مان کے پیٹ مین موجود تھی۔ اسکے انتقال کے بعد ہی اس خاندان پر تباہی سی آگئی۔ جھوٹے اور لغو الزامات محمد شریف کے اوپر رکھکر اوسکے پسماندون کو دق کرنا چاہا اون سازشون کے جالون نے جو مرقد پہیلے ہوئے تھے خوب وسعت پاکر مخالفت کرنے لگے۔ آخرکار جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ میرزا غیاث نے مخالفون کے سرگروہون سے استدعا کی کہ تم کیا چاہتے ہو۔ بڑے بحث مباحثے کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین نے میرزا کو لکھ بہیجا کہ اگر تمہین اپنی جان بچانی منظور ہو تو اپنی حاملہ بی بی اور اپنے تینون بچون کو لیکے جدھر تمہارا موہنہ اوٹھے چلے جاؤ۔ یہ بیچارے ہندوستان کیطرف روانہ ہوئے۔ قندہار پہنچتے پہنچتے جو تکلیفین ناقابل برداشت ان لوگون کو جھیلنی پڑین وہ قابل ذکر نہین۔ اب اسی مقام پر نورجہان کی مان کو درد لگے۔ بیچاری نورجہان کی مان دو تین دن سے بھوکی پیاسی

تھی۔ اب وہ مصیبت زدہ خاتون درد مین لوٹنے لگی۔ اور اوس کی بہت ابتر
حالت ہوگئی خدا خدا کرکے چند گھنٹون کے بعد نور جہان بیگم صاحبہ پیدا
ہوئین۔ اور ایک درخت کے نیچے چھوڑ دی گئین۔ اگرچہ مان باپ کو اسکا
چھوڑنا بہت ناگوار تھا مگر کرتے کیا۔ اس خاص بارہ مین مختلف روایتین
ہین۔ بعض مورخ کہتے ہین کہ نور جہان کو اوسکا باپ اوٹھا لایا۔ بعض یہ
کہتے ہین کہ ایک قافلہ جو دوسرے دن صبحکو وہان سے گذرا تھا۔ اپنے ساتھ
لے آیا۔ ہندوستان مین پہونچتے پہونچتے میرزا کی رسائی اکبری دربار
تک اوسکی قابلیت اور لیاقت کیوجہ سے بہت جلد ہوگئی۔ معتمد خان توزک
جہانگیری مین میرزا کی نسبت اپنے قلم سے یون لکھتا ہے۔ کہ میرزا غیاث
پڑھنے لکھنے اور معاملہ فہمی مین نہایت ہوشیار تھا قدما کے اشعار کا تتبع
بہت کیا کرتا تھا۔ خود بھی نہایت سخن سنج تھا۔ شکستہ خط نہایت آبداری سے لکھتا
تھا۔ اپنے فرائض منصبی کے انجام دینے کے بعد جب اوسکو کبھی فرصت ہوتی
تو اپنا وقت اشعار کی موزونی مین صرف کیا کرتا تھا۔ بڑا مخیر تھا لیکن اسکے
ساتھ راشی بھی۔ اکبری زمانے مین چونکہ شعر شاعری کا بڑا چرچا تھا۔ میرزا
کو شاہی دربار مین اسیوجہ سے قصائد پڑھنے کا اکثر موقع ملتا رہتا تھا۔ وہ
نہایت طلاقت لسانی سے اپنے قصیدون کو پڑھا کرتا تھا۔ بڑی واہ واہ
ہوا کرتی تھی۔ چند ہی روز مین اپنے بڑے بڑے عہدے حاصل کئے نورجہان
کی مان بھی چونکہ اپنے شوہر سے لیاقت مین اور ہنر مین کسیطرح کم نہ تھی
اکبر نے جب میرزا کی مان کی لیاقت کا حال سنا تو اوسنے محل مین جانیکی
اوسکو اجازت دی تاکہ بیگمات کو تعلیم دے۔ جب نور جہان قلعہ کے اندر
داخل ہوئی تو نور جہان کی عمر بہت تھوڑی تھی۔ سلیم بھی کبھی کبھی اپنی والدہ

کی خدمت مین حاضر ہوا کرتا تہا۔ مگر یہ جو مشہور ہے کہ سلیم نے اور نور جہان نے ایک ہی جگہہ پرورش پائی بالکل غلط ہے۔

نور جہان اور سلیم کی نسبت جو بہت سی بے سر و پا نقلین مشہور ہین اور جنہین عشق کے کرشمے دکہائے گئے ہین بالکل بے بنیاد ہین۔ ایک کا بہی پتہ کسی معتبر تاریخ سے نہین پایا جاتا۔ اسکی تعلیم کا ذکر اسطرح سے بیان کیا گیا ہے "اول ہی اول اسنے کلام مجید پڑہا۔ جیسا کہ شہزادیان پڑہا کرتی تہین۔ حسن اور اسپر خوش آوازی نور جہان کو ہزار ہزار بناؤ دیتی تہی۔ اس لڑکی نے صرف موسیقی تیز نہ تہی بلکہ اسمین درد اور لوچ غضب کا تہا طبیعت فطرۃً موزون پیدا ہوئی تہی۔ تہا مین شعر و سخن کے چرچے نے از خود اور بہی اس کی طبیعت مین صلاحیت کا مادہ بڑہا دیا تہا اسے اور شہزادیون کی طرح شعر گوئی کی تعلیم دی گئی تہی۔ مگر طبیعت کی موزونی جو فطرت نے اوسے عطا کی تہی ہر وقت اسے شعر گوئی کیطرف رہنمائی کرتی تہی۔ جب اسنے کلام مجید ختم کر لیا تو فارسی کی معمولی کتابین پڑہائی گئین اسکے بعد نقاشی اور مصوری کے فن سکہائے گئے۔ گہوڑے پر چڑہنا اور تیر لگانا بہی شہزادیون کے ساتہہ سکہایا گیا تہا۔ نور جہان کو مذہبی تعلیم بہی دیگئی تہی۔ لیکن اسی مذہب مین جسکو اسکی والدین ایران سے لیکے نکلے تہے۔ اب نور جہان کی جوانی کا وقت آیا تو اکبر کو اوسکی شادی کی فکر ہوئی کیونکہ اوسی کے قلعہ مین نور جہان نے پرورش پائی تہی۔ میرزا غیاث نے اوسکے دربار مین وہ رسوخ پیدا کر لیا تہا اور اپنی لائق تدبیری کیوجہ سے ایسا گرویدہ بنا لیا تہا کہ میرزا کی ہر بہلائی مین وہ دل و جان سے کوشش کرتا رہتا تہا۔ شہنشاہ اکبر ہی کو اسکی شادی کی فکر ہوئی وہ چاہتا تہا کہ جیسے نور جہان قابل ہے ایسا ہی کوئی لائق

شریف شاہی خاندان کا شخص ملے تو اُس سے نکاح کرادیا جائے۔ اتفاق سے علی قلی بیگ عجم سے ہندوستان میں آیا۔ اور اکبری دربار تک رسائی پیدا کرکے اعلیٰ عہدہ پر ممتاز ہوا۔ یہ شخص نہایت لایق اور شایستہ مزاج تھا۔ بادشاہ نے نورجہان کے باپ سے کہا کہ نورجہان کی شادی اگر علی قلی بیگ سے ہو جائے تو بہتر ہے۔ میرزا فوراً اسکا کچھ جواب نہ دیسکا لیکن میرزا غیاث نے مختلف جلسون اور دعوتون مین اوسکا چال چلن اور رنگ ڈھنگ دیکھا اور چند مہینون کے بعد اکبر سے اپنی رضامندی ظاہر کردی اس امر کی اطلاع نورجہان کی ماں کو بھی دی گئی۔ اسنے بھی اسکو بخوشی منظور کرلیا۔ اور دونو کی شادی بڑی دہوم دہام سے ہوئی۔ اکبر کی وفات کے بعد شہزادہ سلیم نے علی قلی بیگ کو بنگالہ مین ایک جاگیر دیکر بردوان کا گورنر مقرر کردیا۔ جب شیر افگن (یہ خطاب علی قلی کو جہانگیر یا سلیم نے دیا تھا) وہان پہونچا تو کچھ عرصہ کے بعد وہ خود مختار ہوگیا۔ اور شرارتین اور فتنہ و فساد برپا کرنے شروع کئے۔ وہان کے لوگون نے ان مظالم کی عرضیان جہانگیر کی خدمت مین روانہ کین۔ جہانگیر نے عرضیون کو دیکھکر قطب الدین خان کو بھیجا کہ وہ تحقیقات کرے اگر واقعی علی قلی ظلم کرتا ہو تو اسکو وہین سزا دے۔ جسوقت قطب الدین یہ شاہی فرمان لیکے وہان پہونچا تو علی قلی کو اسکی خبر ملی اسنے زہر آلود خنجر اپنی آستین مین چھپایا۔ اور قطب الدین کی استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ قطب الدین نے جسوقت حکمنامہ کا ذکر کیا تو علی قلی نے یہ کہا کہ دس قدم اپنی فوج سے آگے بڑھ چلئے اور وہان بادشاہی حکم مجھے سنائیے۔ قطب الدین نے اسکو منظور کرلیا۔ جب یہ دونون آگے بڑھ گئے تو بیرحم علی قلی نے قطب الدین کے کلیجے مین خنجر بھونک دیا۔ قطب الدین

کی باڈی گارڈ کو جسوقت اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ شیر افگن پر حملہ آور ہوئے اور اوسکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ اس معرکہ مین قطب الدین اور شیر افگن دونون کا قطعی فیصلہ ہوگیا۔ اور دونون جہان سے مارے گئے۔ اب نور جہان سلطنت مین قید ہوکر آگئی اور تقریبًا چار برس تک وہ قید بھگتنا کی جب پورے چار برس اوسکو قید خانے مین گذرے اور ایک دن بھی جہانگیر اوسکو دیکھنے نہ آیا تو ایک عرضی جہانگیر کو اس مضمون کی لکھی ؎ کہ مجکو وہ زمانہ یاد آتا ہے جبکہ مین اور بہت سی شہزادیان کھیلا کرتی تھین تو اکثر آپ بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ اور مجکو کبھی کبھی گیند اوٹھانے کی عزت حاصل ہوا کرتی تھی۔ شیر افگن نے جو جو نکحرامیان سرکار والا کے ساتھ کین وہ اوسکے نتیجے کو پہنچ گیا۔ مگر مین بے قصور کیون قید مین چار سال تک رکھی گئی۔ مینے بغاوت مین شرکت نہین کی۔ اس ہونے والے واقعہ مین صلاح کار نہ تھی لیکن یہ سب عرضیان بادشاہ کی خدمت مین جو روانہ کی گئی تھین وہ سب ریشمی رومالون پر کہڑہی ہوئی تھین نور جہان نے ایک نظم بھی ایک بڑے رومال پر جسمین بادشاہ سے شادی کی خواہش کی تھی سچے موتیون سے کاڑھکر بادشاہ کی خدمت مین بھیجی۔ جسکی وجہ سے بادشاہ کا دل نرم ہوگیا۔ اور کہنے لگا کہ بیشک نور جہان بالکل بے قصور ہے اسکے بعد جہانگیر خود اسکی قید کی کوٹھری مین گیا اور بہت دیر تک باتین ہوتی رہین۔ اور آخر کار نور جہان کی درخواست کو قبول کرلیا۔ دو چار روز کے بعد شاہی فرمان جاری ہوا کہ شادی کا سامان مہیا کیا جاوے۔ سامان مہیا ہونے کے بعد نکاح ہوگیا۔

نور جہان کی حسن تدبیری اور حکمرانہ جوہرون نے اسے صرف شہنشاہ بیگم

ہی مین محدود نہ رکہا بلکہ تہوڑے ہی عرصہ مین وہ حکومت مین بہی حصہ لینے لگی۔ آخرکار جہانگیر نے نورجہان کا نام اپنے نام کے ساتہہ کندہ کرا دیا تہا اوس سکے کا شعر یہ ہے۔

شعر

بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور | بنام نورجہان بادشاہ بیگم زر

اور فرامین کے طغرے مین یہ لکہا جاتا تہا۔

حکم علیۃ العالیہ نورجہان بیگم بادشاہ

رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ جہانگیر برائے نام بادشاہ رہگیا۔ دیکہو جہانگیر کی خاص تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ لکہتا ہے کہ فن سلطنت را بنورجہان بیگم ارزانی داشتم وبجز یک سیر شراب ونیم سیر گوشت مرا ہیچ درنمی باید۔ معتمد خان توزک جہانگیری مین اس لایق خاتون کی نسبت لکہتا ہے "از خوبی ونیکنامی بیگم چہ نویسم۔ خیر او غالب بر شر بود بلکہ شر نبود۔ وہر جا کہ کار افتادہ را عقدہ پیش می آمد۔ وبخدمت بیگم ملتجی گشت اگر از کارش گرہ نکشود کامیاب مراد ساخت وہر کسے بدرگاہ او پناہ برد۔ از آسیب ظلم وستم محفوظ ماند۔ ہر جا دخترے یتیم ابیکس بقصد ثواب عروس کردہ در خور حالت او جہیز لطف فرمودند۔ واز سلسلہ علیہ او نفع بسیار بخلق اللہ رسیدہ" جہانگیر اپنے کشمیر کے سفر مین بیمار پڑ گیا۔ نورجہان بہی اوسکے ساتہہ تہی۔ تمام اطبا نے جہانگیر کا علاج کیا مگر روبصحت نہوا۔ جہانگیر کے پاس حکیم روح اللہ۔ حکیم ابو القاسم اور حکیم رکنا موجود تہے۔ کسی نے اوسکے علاج سے جواب دیدیا۔ کسی نے اوسکے مرض کو اچہی طرح تشخیص نہین کیا۔ کسی نے پہلوتہی کی۔ نورجہان نے ان سب حکیمون سے دق ہوکر جہانگیر کا علاج خود کرنا شروع کیا۔ اوسکے

اکثر تجربات اطبا سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔ جہانگیر کا اوسنے اس عمدگی سے علاج کیا کہ آخر خود جہانگیر کو یہ فقرے لکھنے کی ضرورت ہوئی۔

"نور جہان بیگم کہ تدبیر و تجربہ او از ین اطبا بیشتر است خصوص کہ از روے مہربانی و دلسوزی باشد۔ در مقام کم کردن پیالہ و تدابیرا ستے کہ مناسب وقت و ملایم حال باشد شد اگرچہ پیش ازین ہم علاجے کہ اطبا میکردند بصلاح و صوابدید او بود لیکن درین وقت بدار بر مہربانی او نہادم و شراب را بتدریج کم کرد و چیزہاے نامناسب و غذاہاے ناموافق محافظت نمود۔ امید کہ حکیم حقیقی از شفا خانہ غیب صحت کامل نصیب کناد۔"

تھوڑے ہی عرصے کے بعد صرف نور جہان کی تیمار داری سے جہانگیر اچھا ہوگیا۔ اور خوب جشن کی ٹھیری۔ اور خوب خوب انعام دئے گئے۔ نور جہان کا شیر کو گولی سے مارنا بھی اوسکی ایک جوانمردانہ دلیری تھی۔ جہانگیر اور نور جہان متھرا گئے ہوئے تھے اور اپنے خیمہ میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہی تھی کہ اسی اثنا میں ایک چوبدار نے آکے کہا کہ حضور یہیں تھوڑی دور پر جنگل میں ایک شیر ہے۔ چونکہ جہانگیر اس بات کا عہد کر چکا تھا کہ میں شیر کا شکار نہیں کھیلوں گا۔ اسوجہ سے وہ تو باز رہا۔ مگر نور جہان کو جو شیر کے شکار کی ہمیشہ مشتاق رہا کرتی تھی جہانگیر سے اپنے واسطے اجازت چاہی۔ جہانگیر نے اوسکو اجازت دیدی۔ اب شیر کے شکار کا سامان ہونے لگا۔ دو ہاتی تیار کئے گئے۔ ایک پر نور جہان تھی اور دوسرے پہ جہانگیر۔ جہانگیر کے ساتھ میرزا رستم بیٹھا ہوا تھا جھاڑی پر پہونچتے ہی شیر اپنی جھاڑی سے دھاڑتا ہوا نکلا۔ میرزا رستم نے جہانگیر کے حکم سے شیر پر گولی چلائی۔ اوسکا پہلا فیر خالی گیا۔ دوسرے میں بھی فیل ہوا۔ اور تیسرے فیر نے بھی خطا کی

رستم نہایت شرمندہ ہوا۔ اور فیر کرنا بند کردیا۔ نورجہان نے مہاوت کو حکم دیا کہ میرا ہاتھی آگے بڑہا۔ اوسکے ہاتھی کا آگے بڑھنا تہا کہ شیر نورجہان کے ہاتھی پر جہپٹا۔ شیر کا جہپٹنا تہا کہ نورجہان نے فیر کیئے۔ اور شیر اولٹ کے سات آٹھ قدم پر اولٹا جاپڑا۔ گولی ایسی زبردست پڑی کہ شیر سے پہر اوٹہا نہین گیا اور تڑپ کر وہین جان دیدی۔

نورجہان کچھہ عرصے تک بوجوہ چند در چند شہزادہ خرم کے ہاتھون سے بہت پریشان رہی اس پریشانی سے اوسکو کچھہ نجات ملی تہی کہ مہابت خان کے قصے نے جہانگیر اور نورجہان کو اور بہی زیادہ صدمہ پہونچایا۔ نورجہان کی ہوشیاری اور عقلمندی سے جہانگیر کو مہابت خان کے جہگڑے سے کچھہ اطمینان ہوا تہا کہ وہ لاہور آیا۔ اور لاہور سے سیدہا کشمیر پہونچا۔

جہانگیر نے کشمیر سے واپسی کے وقت ہمیشہ کے لیئے اس دار فانی کو چہوڑ دیا اور اسی کے ساتھہ اپنی بی بی نورجہان کو بہی۔ یہ واقعہ اوسوقت درپیش آیا تہا۔ کہ جہانگیر جسوقت کشمیر سے لاہور واپس آرہا تہا۔ راستے مین بیمار ہوگیا ۸۔ صفر ۱۰۳۷ھ مطابق ۲۸۔ اکتوبر ۱۶۲۷ء بہ آجور مین انتقال ہوگیا۔ اسکی عمر اسکے مرنے کے وقت تک پوری ساٹھہ برس کی تہی۔ اب شاہجہان جہانگیر کی جگہہ تخت سلطنت پہ بیٹہا جب شاہجہان مستقل طور سے ہندوستان پر حکمران ہوگیا۔ تو اوسنے نہایت عزت و آبرو سے نورجہان کی عزت قایم رکھی ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۶۴۶ء نورجہان جیسی شہزادی کا بہی انتقال ہوگیا نورجہان کی علمی مذاق کا نمونہ ہمنے ابہی نذر ناظرین نہین کیا۔ بہت سی غزلین قصیدے اور حکایتین اس کی طرف منسوب کی جاتی ہین۔ لیکن ہم مشتے نمونہ اسکے کلام سے چند شعر ذیل مین لکہتے ہین۔

اشعار

نام تو بر دم و زدم آتش بجان خویش | در آتشم چو شمع ز دست زبان خویش

دیگر

سلک گُہر وارید بر فرق سرش دانی کہ چیست | تشنگان شوق را جوئیست از آب حیات

دیگر

ہنوز آن طفل خندیدن نداند | نگہ وزدیدن و دیدن نداند

دیگر

دقیقہ ہائے معانیش در سواد حروف | چو در سیاہی شب روشنی پروین است

حرف الہاء

ہمدمی :- یہ خاتون سادات جرجان کی اولاد مین سے ہے - اس کی طبیعت نہایت سلیم تہی - تعلیم یافتہ ہونے نے اور بہی درجہ کمال کو پہونچا دیا تہا - اسکا ایک مطلع لکھکر اوسکی پوری غزل ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے -

مطلع

مرا در دیست از دل بیقرار از ہجر یار خود
چہ گویم پیش بیدردان ز درد بیقرار خود

غزل

من سوختۂ لالہ رخانم چہ توان کرد
والہ شدۂ سبز خطانم چہ توان کرد

صد تیر بلا و ستم و جور رسیدہ
زان ناوک دلدوز بجانم چہ توان کرد

مجنون صفت از عشق بتان زار و نزارم
دیوانہ لیلی صفتانم چہ توان کرد

جز نام تو ام ہر نفسے ذکر دگر نیست
تا مست شدہ چون ورد زبانم چہ توان کرد

ای ہمدمی از جور رقیبان ستم کار
ہر عرش برین رفت فغانم چہ توان کرد

ذیل کی بیت بھی اسی ہمدمی کیطرف منسوب ہے۔

بیت

جامۂ گلگونی در آمد ست در کاشانۂ ما
خیر اسے ہمدم کہ افتاد آتشے در خانۂ ما

حرف الیاء

یاسمن بو:- یہ خاتون میرزا عسکری دامغانی کی پیاری بیوی تھی۔ میرزا کے انتقال کے بعد یہ خاتون خاندان تیموریہ کے کسی امیر کی بیوی بنی۔ میرزا کا انتقال گلبرگہ میں ہوا تھا۔ اس عورت کی باقیماندہ عمر نہایت عزت و حرمت سے بسر ہوئی۔ خط ثلث۔ نسخ۔ شفیعا۔ اور نستعلیق خوب لکھا کرتی تھی۔ شعر گوئی کا بھی چسکا تھا۔ کہتی ہے۔

اشعار

آہ و نالہ کردم صید خود وحشی نگار زرا
بز در حبیب کردم رام باخود کج کلا ہنرا

دیگر

بنوشیدم سحر که چون شراب بیریائی را — گرو کردم بجام می لباس پارسائی را
شدم همدم بهجوران بخلوتخانهٔ حیرت — شکستم ساغر و پیمانهٔ زهد و ریائی را
گرفتم دامن صحرا شدم هم پیشهٔ مجنون
سبق آموز گشتم درس عشق بینوائی را

باب تخمیسات

٢٦١ ح ٢

٢٩٧

افتخار عالم، سید — حور مقصورات

رسیدم من تعلیم یافته

٣٩٨٦٥

مشورات

DATE	NO.	DATE	NO.